۱

پندِ تاریخ

اخلاقی • تاریخی • اجتماعی

تالیف : موسیٰ خسروی

ترجمہ : محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو

بالمقابل بڑا امام بارگاہ کھارادر کراچی - ۷۴۰۰۰

جملہ حقوقِ طبع بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ________ پند تاریخ جلد اول
تالیف ________ موسیٰ خسروی
ترجمہ ________ محمد حسن جعفری
کمپوزنگ ________ محمد جواد کاشف
تصحیح ________ سید حیدر نقوی

عناوین کتاب

پیش گفتار

باب اول۔ خدا پرستی اور ایمان

امام صادق اور ابن ابی العوجاء کی گفتگو ____ ۱۱
انسانی اضطرار بھی دلیل خدا ہے ____ ۱۲
ابوالحسن علی بن میثم اور مادہ پرست کی گفتگو ____ ۱۲
خدا شناس بچہ ____ ۱۴
خدا شناس وزیر ____ ۱۵
خدا شناس بوڑھیا ____ ۱۶
ہر موجود کی زندگی وجود خدا کی دلیل ہے ____ ۱۷
ایمان ہمیشہ خالص ہونا چاہئے ____ ۱۸
ایک راہب کی رہنمائی ____ ۱۹
بہلول اور ابو حنیفہ ____ ۲۰
امام صادق وجود خدا کی کیا دلیل بیان کرتے ہیں؟ ____ ۲۲
عظمت افراد کا میزان ____ ۲۳
قابل توجہ موضوع ____ ۲۴
حضرت عبدالعظیم حسنی اپنا عقیدہ سناتے ہیں ____ ۲۵
اس استدلال پر توجہ فرمائیں ____ ۲۷
چند روایات ____ ۲۸

باب دوم۔ ریا کفر و شرک کی مخفی صورت

ایک نادان کا دعویٰ ____ ۳۱
بت پرست کافر کا انجام ____ ۳۲
خدا پرست، معتزلی اور مشبہ ____ ۳۵

شداد اور اس کی جنت ـــــــــــ ۳۶
ریاکار اور قیامت ـــــــــــ ۳۹
ریا سے بچنے کی ایک مثال ـــــــــــ ۴۰
ریا کتنا مخفی ہوتا ہے ـــــــــــ ۴۱
ریاکار عابد ـــــــــــ ۴۲
بہت ہی غمگین ہوا ـــــــــــ ۴۳
ریاکار رسوا ہوتا ہے ـــــــــــ ۴۴
چند روایات ـــــــــــ ۴۵

بابِ سوم ۔ اطاعت انبیاء کا نتیجہ

عظمت مومن ـــــــــــ ۴۹
بینا اور نابینا ـــــــــــ ۵۱
جنت میں مومن کے گھر کا حدود اربع ـــــــــــ ۵۱
سیدؒ رضی اور واقعیات ـــــــــــ ۵۲
اگر لوگ اللہ کی اطاعت کرتے تو درندے ان کے مطیع ہوتے ـــــــــــ ۵۳
امامؑ کی پیروکاروں پر شفقت ـــــــــــ ۵۴
اہل بیتؑ سے رابطہ پیدا کریں ـــــــــــ ۵۵
پیروان ائمہ کی موت ـــــــــــ ۵۸
امام موسیٰ کاظمؑ اور طبیب ـــــــــــ ۵۹
ائمہ کے پیروکار غریب نہیں ہوتے ـــــــــــ ۶۰
سپاہ امامؑ ـــــــــــ ۶۱
رشید ہجری کی طاقت ـــــــــــ ۶۲
قدرت امام کی ہلکی سی جھلک ـــــــــــ ۶۴
کمیت اور اس کا عقیدہ ـــــــــــ ۶۶
جب شیر بھیڑوں کا رکھوالا بنا ـــــــــــ ۶۷
سلمان کو پہچانیں ـــــــــــ ۷۰
میثم تمار کی عظمت ـــــــــــ ۷۱
چند روایات ـــــــــــ ۷۳

باب چہارم ۔ اطاعت والدین

والدین کا خدمت گزار ہم نشین انبیاء ۷۵
فضل برمکی کی بیماری اور والد کی ناراضگی ۷۷
والدین کی ناراضگی موت کو دشوار بنا دیتی ہے ۷۹
نالائق اولاد ۸۰
کافر والدین کا احترام ۸۱
جہاد یا والدین کی خدمت ۸۳
اطاعت والدین اور وسعت رزق ۸۳
امامؑ کس سے محبت کرتا ہے؟ ۸۶
امام صاحب الزمانؑ کی والد کے لئے سفارش ۸۷
اویس قرنی اور والدہ کی اطاعت ۸۸
باپ کی بد دعا کا اثر ۸۹
ماں کا کتنا حق ہے؟ ۹۲
روحانی باپ کا بھی حق ادا کریں ۹۴
چند روایات ۹۶

باب پنجم ۔ صلہ رحمی

امام صادقؑ اور منصور دوانقی ۹۹
پیغمبر اسلامؐ کی صلہ رحمی ۱۰۲
اعمال بندگان امام کے سامنے پیش ہوتے ہیں ۱۰۵
رشتہ داروں سے مت جھگڑو ۱۰۶
قطع رحمی سے عمر کم ہو جاتی ہے ۱۰۷
قاطع رحم کو دوست نہ بناؤ ۱۰۸
صلہ رحمی کا زندگی سے براہ راست واسطہ ۱۰۹
رشتہ داروں کو ملنے سے جذبات محبت کو تحریک ملتی ہے ۱۱۱
قاطع رحم کو یہ سزا بھی مل سکتی ہے ۱۱۴
چند روایات ۱۱۷

باب ششم ۔ احترام سادات

ایک تاجر اور حساب سادات ـــــــــ ۱۱۹
نصرانی اور اعانت ـــــــــ ۱۲۱
جب ایک سیدہ سے سیادت کی گواہی طلب کی گئی ـــــــــ ۱۲۳
ایک سیدہ اور عبداللہ بن مبارک ـــــــــ ۱۲۶
متوکل عباسی کی ماں کا سادات سے سلوک ـــــــــ ۱۲۸
سادات کے ساتھ بھلائی ـــــــــ ۱۳۱
نصراللہ بن عنین اور سادات بنی داؤد ـــــــــ ۱۳۳
سادات سے کیا سلوک کرنا چاہئے ـــــــــ ۱۳۵
سادات بزرگوں کے لئے باعث ننگ نہ ہیں ـــــــــ ۱۳۶
سادات پر جسارت کا نتیجہ ـــــــــ ۱۳۹
امام باقرؑ سے سنیں ـــــــــ ۱۳۹
چند روایات ـــــــــ ۱۴۰

باب ہفتم ۔ کمزوروں اور یتیموں پر شفقت

ائمہ اس طرح سے مدد کرتے تھے ـــــــــ ۱۴۴
سیّد جواد عاملی اور غریب ہمسایہ ـــــــــ ۱۴۵
اسلام غریب کو بڑی اہمیت دیتا ہے ـــــــــ ۱۴۷
بھوکے کتے پر رحم ـــــــــ ۱۴۸
مقدس اردبیلی اور سال قحط ـــــــــ ۱۴۸
علامہ مجلسی کا مقبول عمل ـــــــــ ۱۴۹
ضرورت مند کی مدد درخواست سے پہلے کرنی چاہئے ـــــــــ ۱۵۴
قابل رحم افراد ـــــــــ ۱۵۵
علیؑ سے سبق حاصل کریں ـــــــــ ۱۵۷
یتیم پروری کا ثمر ـــــــــ ۱۵۹
امام حسینؑ اور یتیمان مسلم ـــــــــ ۱۶۰
اسے بھی پڑھیں ـــــــــ ۱۶۱

خاندانی روایت کا احیاء ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۳
اسوہ رسولؐ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۵
جناب زہراؑ سے سخاوت کا درس لیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۷
سیدہ کے گلوبند کی برکت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۹
چند روایات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۲

باب ہشتم۔ حقوق العباد

امام زین العابدینؑ کا طرز عمل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۶
گلوبند اور علی بن ابی رافع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۷
شیر خوار پر دودھ کا اثر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۸
ہارون الرشید اور بہلول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۰
بہلول کی جرأت و بے باکی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۱
خلیفہ کا کھانا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۲
حقوق العباد کا ایک نمونہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۲
مقدس اردبیلی کی احتیاط ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۲
عقیل کی درخواست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۳
کیا بہلول واقعی دیوانے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۴
قاضی کا منصب اور لوگوں کے حقوق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۵
قاضی کو اس طرح سے فیصلہ کرنا چاہیے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۶
حقوق العباد میں باریک بینی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۷
غریب و بے نوا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۸
انگشتری کے حساب سے ڈرنے والا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۹
حساب قیامت کی ایک مثال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۳
رسول کریمؐ کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۳
محبان علیؑ کو پہچانیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۶
چند روایات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۹

باب نہم۔ امانت کی حفاظت

شیخ ابی عثمان کی امانت داری ــــــ ۲۰۲
ابراہیم ادہم کی باغبانی ــــــ ۲۰۴
خائن عطار ــــــ ۲۰۶
ایک اور خائن ــــــ ۲۰۸
ہر شخص امین بننے کے لائق نہیں ــــــ ۲۰۹
ضروری وضاحت ــــــ ۲۱۰
جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے ــــــ ۲۱۱
اسرار حق کے لئے قوت برداشت ــــــ ۲۱۲
کسی کی امانت میں خیانت نہ کریں ــــــ ۲۱۳
امام صادقؑ کی نصیحت ــــــ ۲۱۴
خیانت کی سزا ــــــ ۲۱۶
ہم کس طرح سے تبلیغ کریں ــــــ ۲۲۰
چند روایات ــــــ ۲۲۱

باب دہم۔ جھوٹ کے نقصانات

جھوٹی قسم کھانے کا انجام ــــــ ۲۲۴
منصور حلاج کے جھوٹ کا پول کھل گیا ــــــ ۲۲۶
زکریا رازی کی دروغ نویسی ــــــ ۲۲۷
جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے ــــــ ۲۲۹
"سلونی" کے جھوٹے دعویداروں کی رسوائی ــــــ ۲۳۰
جھوٹے کو سزا مل ہی گئی ــــــ ۲۳۳
جھوٹ کی بھاری قیمت ــــــ ۲۳۵
جھوٹے کا عذاب ــــــ ۲۳۷
جھوٹا خوشامدی ــــــ ۲۳۷
آیئے ایک سچے کو پہچانیں ــــــ ۲۳۹
ابوذر دروغ مصلحت آمیز کے بھی قائل نہ تھے ــــــ ۲۴۲
خوشامد کمینگی کی علامت ہے ــــــ ۲۴۳
چند روایات ــــــ ۲۴۵

پیش گفتار

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرّجیم۔ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصلٰوۃ والسلام علی سیّد الانبیاء و خاتم النبیّن ابی القاسم محمد واھل بیتہ الطاھرین الذین اذھب اللّٰہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

تاریخ بنی نوع انسان کے لئے قیمتی سرمایہ ہے۔ تاریخ و قائع روزگار کا سچا آئینہ ہے۔ اس آئینہ میں ہمیں لوگوں کے چہرے صحیح صورت میں نظر آتے ہیں۔

انسان کو ہمیشہ آئیڈیل کی ضرورت رہی ہے۔ تاکہ وہ اسے سامنے رکھ کر اپنے عادات واطوار کو اسی طرح سے ڈھال سکے۔ اور آئیڈیل کی تلاش کے لئے انسان کو تاریک کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

انسان عبرت کا طلب گار ہے اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو کہ دوسروں کے انجام سے عبرت حاصل کرے اور خود نشانہ مشق نہ بنے۔ تاریخ کے بغیر ہم عبرت حاصل نہیں کرسکتے۔ کیونکہ پچھلے لوگوں کی داستانوں میں ہمارے لئے عبرت موجود ہے۔ اسی لئے حکیم مطلق نے قرآن مجید میں امم سابقہ کے حالات بیان فرمائے تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں اور اپنے افکار کردار کو درست کریں۔

کردار سازی کے لئے اردو زبان میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس میں

تاریخی واقعات بکثرت موجود ہوں۔ اور اخلاقیات کے مسائل کو تاریخی واقعات کے ذریعہ سے بیان کیا جائے، تاکہ قاری کے ذہن پر بوجھ محسوس نہ ہو۔

اس سلسلہ میں حجتہ الاسلام والمسلمین علامہ موسیٰ خسروی کی کتاب ''پند تاریخ'' اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد میں دس باب ہیں اور ہر باب میں ضرورت کے تحت اچھے خاصے واقعات ہیں اور باب کا خاتمہ متعلقہ موضوع کی احادیث سے کیا گیا۔ یقیناً ایسی کتاب کے لئے عظیم مصنف لائق مبارک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی خدمت کو قبولیت عامہ کا شرف دیا۔ اور اس کتاب نے برادر ملک ایران میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیئے۔ اور چند سالوں میں ہی چودہ ایڈیشن شائع ہوئے۔ اور ہر ایڈیشن پانچ ہزار سے کم نہیں تھا۔

اردو خوان طبقہ کی لئے میں نے اس کتاب کو اردو زبان میں منتقل کیا ہے۔ اور میں اپنی بے بضاعتی سے بھی بخوبی واقف ہوں، کیونکہ میں لکھنؤ یا دہلی کی پیداوار نہیں ہوں اور نہ ہی اردو میری مادری زبان ہے۔ بہر حال مقصد نیک ہے آپ کتاب کو حصول مقصد کے لئے پڑھیں ادبی کتاب سمجھ کر نہ پڑھیں آخر میں دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم اس کتاب کے اردو تراجم کو اخلاق عالیہ کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنائے۔ اور کردار سازی کے لئے اس کتاب کو ممدو معاون قرار دے اور اس کتاب کے مصنف، مترجم اور ان کے والدین اور اساتذہ کی مغفرت فرمائے۔ یقیناً وہ دلوں کے رازوں سے آگاہ اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

ربّنا تقبّل منّا انّك انت السّميع العليم وتب علينا انّك انت التّواب الرّحيم

والسّلام علیکم و رحمة اللّٰه

آپ کی دعاؤں کا طالب

محمد حسن جعفری عفااللّٰہ عنہ و عن والدیہ

باب اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا پرستی اور ایمان

امام صادقؑ اور ابن ابی العوجاء کی گفتگو

بحار الانوار میں علامہ مجلسی رقم طراز ہیں کہ ہشام بن الحکم کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کچھ دیر بعد مشہور دھریہ ابن ابی العوجاء امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس نے مسائل توحید کے متعلق آپ سے بحث کی۔ آپؑ نے اس سے فرمایا۔

أمصنوع انت ام غیر مصنوع قال ابن ابی العوجالست بمصنوع فقال الصادق فلوکنت مصنوعاً کیف کنت فلم یجد ابن ابی العوجاء جواباً قام و خرج

کیا تیرا کوئی بنانے والا بھی ہے اور کیا تو کسی صانع کی صفت ہے یا تو غیر مصنوع ہے یعنی کیا کسی نے تجھے بنا کر اس جہان میں بھیجا۔ یا کسی کے بنائے بغیر تو خود بخود ہی پیدا ہو گیا؟

ابن ابی العوجاء نے کہا کہ مجھے کسی نے نہیں بنایا۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہیں کسی نے بنایا ہوتا تو پھر تمہاری

شکل و صورت رنگ ڈھنگ کیسا ہوتا؟ یعنی تمہاری یہ شکل و صورت میں کیا کچھ تبدیلی ہوتی؟

اس دھریہ سے اس سوال کا کوئی جواب نہ بن سکا اور شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا۔

انسانی اضطرار بھی دلیل خدا ہے

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا! مادہ پرست لوگ مجھ سے وجود خدا کے متعلق بہت جھگڑتے ہیں آپ وجود خدا کے لئے ایسی محکم دلیل دیں کہ میں ان کو مطمئن کر سکوں۔

آپؑ نے فرمایا "تو کیا کبھی ایسا اتفاق بھی تمہیں پیش آیا ہے کہ۔ کشتی ڈوبنے کے قریب ہو گئی ہو۔ اور ظاہری طور پر کوئی قوت اسے بچانے کی قدرت نہ رکھتی ہو؟"

اس نے کہا "جی ہاں یہ اتفاق بھی ہوا ہے"

آپؑ نے فرمایا "تو اس مایوسی کے وقت تمہارے دل سے نجات کی بھی کوئی کرن روشن تھی۔ یعنی تم اس وقت بھی یہ سمجھتے تھے کہ کوئی قوت تمہیں اس طوفان بلا سے بھی نکال سکتی ہے؟"

اس نے کہا "جی ہاں" تو آپ نے فرمایا "وہ اللہ کی ذات تھی"

ابوالحسن علی بن میثم اور ایک مادہ پرست کی گفتگو

علی بن میثم جو کہ دو واسطوں کی نسبت سے حضرت میثم تمارؒ کی اولاد تھے۔ اور اپنی زمانہ کے انتہائی دانش مند اور بافضیلت انسان تھے، ایک دن وہ مامون الرشید کے وزیر حسن بن سہل کی مجلس میں گئے۔ تو انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک منکر خدا مادہ

پرست صدر مجلس میں ایک بلند و بالا کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور باقی تمام لوگ اس سے پست تر مقام پر بیٹھے تھے اور وہ شخص اللہ کے وجود کا کھلم کھلا انکار کر رہا تھا۔ اور حاضرین بڑی توجہ سے اس کی باتوں کو سن رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر علی بن میثم کو بہت افسوس ہوا اور اس دہریہ شخص کی قطع کلامی کرتے ہوئے انہوں نے وزیر کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ محترم وزیر آج آپ کے گھر کے باہر میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

وزیر نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے کیا دیکھا؟

علی بن میثم نے کہا کہ میں نے ایک کشتی کو دیکھا۔ جس میں کوئی ملاح نہیں تھا۔ مگر وہ کشتی کسی ملاح کی مدد کے بغیر خود بخود گھاٹ پر آکر لگی۔ اور وہاں سے سواریوں کو اپنے اندر سوار کیا، پھر چل پڑی اور لوگوں کو آپ کے گھر کے قریب اتارا اور پھر یہاں سے اس نے سواریاں بٹھائیں اور منزل مقصود کی جانب چل پڑی، اور اس نے وہاں تمام مسافروں کو اتارا۔

وزیر کے جواب دینے سے پہلے وہ مادہ پرست شخص بول اٹھا، اور کہا محترم وزیر! اس شخص کی عقل میں فتور پیدا ہو گیا ہے یہ شخص دیوانوں کی سی باتیں کر رہا ہے اور یہ شخص محال اور ممتنع امر کا دعویٰ کر رہا ہے۔ آپ خود سوچیں کہ ناخدا کے بغیر کشتی دریا کا سفر کیسے کر سکتی ہے اور ملاح کے بغیر اپنے منزل مقصود پر کیونکر پہنچ سکتی ہے؟

مادہ پرست شخص کی یہ بات سن کر علی بن میثم نے کہا کہ احمق میں نہیں تم ہو۔ جب کوئی کشتی ناخدا کے بغیر ایک دریا کو خود بخود عبور نہیں کر سکتی تو موجودات کا یہ لامتناہی دریا جو تمہیں نظر آتا ہے اس میں موجودات کس طرح سے سفر کر سکتی ہیں۔ ناخدا کے بغیر تو کشتی نہیں چل سکتی تو بھلا خدا کے بغیر یہ کائنات کیسے چل سکتی ہے؟ یہ ہزاروں کہکشائیں اور ستارے سیارے اپنے اپنے مدار میں بغیر کسی خالق و مدبّر

کے کیسے سفر کر رہے ہیں؟

اب تم خود بتاؤ کہ میں نے امر محال کا دعویٰ کیا ہے یا تم نے؟

دھریہ سے اس سوال کا کوئی جواب نہ بن آیا اور سخت شرمندہ ہوا اور اسے یقین ہوگیا کہ علی بن میثم نے اسے مغلوب اور لاجواب کرنے کی غرض سے کشتی کی داستان تیار کی ہے۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا۔ وزیر سہل بن حسن یہ گفتگو سن کر بڑا محظوظ ہوا۔ (۱)

خدا شناس بچہ

جب حضرت ابراہیمؑ کی ولادت با سعادت کا زمانہ قریب آیا تو نجومیوں نے نمرود کو اطلاع دی کہ اس سال ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت کو تباہ و برباد کردے گا، اور تجھے رسوا کرے گا۔

نمرود نے یہ خبر سن کر حکم دیا کہ اس سال ملک میں جو بھی بچہ پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ولادت با سعادت ہوئی تو ان کی والدہ ماجدہ نے نمرود کے سپاہیوں کے خوف سے اپنے لختِ جگر کو ایک کپڑے میں لپیٹا، اور انہیں ایک غار میں لے آئیں۔ بیٹے کو غار میں لٹایا، اور غار کے دروازے کو اچھی طرح سے بند کر دیا اور اپنے گھر واپس آگئیں۔

دوسرے دن انہیں موقع ملا تو غار کے پاس آئیں اور غار کے دروازے کو کھول کر بیٹے کو دیکھا تو انہیں اپنا بیٹا صحیح سالم نظر آیا اور بچے نے انگوٹھے کو اپنے منہ میں ڈالا ہوا تھا اور اسے چوس رہا تھا۔ اور قدرت خداوندی سے اُس سے دودھ نکل رہا تھا اور بچہ

۱۔ (روضات الجنات ص ۵۷۶)

اس سے سیراب ہو رہا تھا۔

بی بی کو جب بھی موقع میسّر آتا۔ غار میں آکر اپنے بچے کو دیکھتی تھیں اور اسے دودھ پلاتی تھیں۔ اسی طرح سے سات برس کو عرصہ بیت گیا۔ ابراہیمؑ مکمل طور پر فہم و فراست رکھتے تھے۔

ایک دن انہوں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ ہمارا پیدا کرنے والا کون ہے؟

ماں نے کہا کہ نمرود دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔

ابراہیمؑ نے ماں سے پوچھا تو پھر نمرود سے یہ پوچھنا چاہئے کہ اسے کس نے پیدا کیا ہے؟

ماں نے جب بیٹے کا یہ استدلال سنا تو سمجھ گئیں کہ نمرود کی حکومت کا خاتمہ انہی کے ہاتھوں ہوگا۔ (۱)

خدا شناس وزیر

ایک بادشاہ کفر و الحاد کی طرف مائل ہوگیا۔ اس بادشاہ کا ایک وزیر توحید پرست تھا اور اسے بادشاہ کی اس حالت پر سخت غصہ آتا تھا، اور ہمیشہ یہ سوچتا تھا کہ بادشاہ کو اس کے کفر و ضلالت سے کس طرح نجات دلائی جائے۔ اور اس مملکت کا یہ دستور تھا کہ ہر سال وزیر اپنے بادشاہ کو ایک مرتبہ کسی صحت افزاء مقام پر دعوت دیا کرتا تھا۔ جیسے ہی دعوت کا زمانہ قریب آیا تو وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اس سال میں آپ کو فلاں بے آب و گیاہ مقام پر دعوت دینا چاہتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ وہ جگہ تو رہائش کے قابل نہیں ہے۔ وہاں نہ تو کوئی عمارت ہے اور نہ ہی کسی قسم کا سبزہ ہے۔ ایسی بانجھ زمین پر دعوت اچھی نہیں لگتی۔

۱۔ جوامع الحکایات عوفی

وزیر نے کہا جہاں پناہ! آپ کو یہ سن کر انتہائی خوشی ہوگی کہ وہاں بہترین چشمے پھوٹ چکے ہیں، اور بغیر کسی کے بنانے کے وہاں عالی شان محلات وجود میں آچکے ہیں۔

یہ سن کر بادشاہ مسکرانے لگا اور وزیر سے کہا کہ کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ یہ بات کسی طرح سے بھی قرین عقل نہیں ہے کہ معمار کے بغیر عمارت تعمیر ہو جائے اور کاشت کار کے بغیر کوئی کھیتی از خود وجود میں آجائے اور باغبان کے بغیر باغ از خود بن جائے۔

وزیر نے اس موقع سے استفادہ کرتے ہوئے کہا بادشاہ سلامت! جب معمار کے بغیر ایک چھوٹی سی عمارت از خود نہیں بن سکتی اور باغبان کے بغیر باغ وجود میں نہیں آسکتا۔ تو یہ ہزاروں عالم یہ کہکشائیں یہ چاند و سورج اتنے بڑی اجرام ارضی و سماوی بغیر بنانے والی کے از خود کیسے بن سکتے ہیں؟

بادشاہ نے جب یہ گفتگو سنی تو اسے اپنی فکر غلط نظر آئی اور خدا کے وجود کا اعتراف کرلیا۔

خدا شناس بڑھیا

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے پیروکاروں کی ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں انہیں ایک بڑھیا نظر آئی جو چرخہ پر سوت کات رہی تھی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس بڑھیا سے پوچھا۔ لماذ اعرفت ربک؟ (تو نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟)

یہ سن کر بڑھیا نے چرخہ سے ہاتھ اٹھالیا۔ چند ہی ثانیوں میں چرخہ رک گیا۔ بڑھیا نے کہا کہ میں نے اپنے رب کو اس چرخہ کی وجہ سے پہچانا، یہ چھوٹا سا چرخہ

اپنی حرکت کے لئے میرا محتاج ہے۔ اگر میں ہاتھ اٹھاؤں تو یہ چرخہ رک جاتا ہے تو جب ایک چرخہ کسی محرک کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا تو یہ عظیم اجرام فلکی کسی پیدا کرنے والے محرک کے بغیر کیسے حرکت کر سکتے ہیں؟

ان اجرام کی حرکت ہمیشہ ایک ہی اندازے کی تحت ہوتی ہے۔ سورج اور چاند ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر ہی طلوع و غروب کرتے ہیں۔ اس سے میں نے سمجھا کہ اس کائنات کا ایک رب ہے جو کہ بڑا ہی صاحب حکمت ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنے پیروکاروں کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔ علیکم بدین العجائز (تمہیں ان بوڑھی عورتوں کی طرح خدا کو پہچاننا چاہئے)

ہر موجود کی زندگی وجود خدا کی دلیل ہے

ایک سیاح کسی جنگل سے گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ درخت پر کسی چڑیا کا گھونسلا ہے اور وہ چڑیا بڑی مضطرب ہے۔ اور اضطراب میں چوں چوں کر رہی ہے۔ اسکی آواز سن کر سیاح کو یقین ہو گیا کہ اس وقت اس چڑیا کو کوئی خطرہ درپیش ہے۔ جسکی وجہ سے یہ وحشت زدہ ہو چکی ہے۔ چنانچہ سیاح نے درخت کو غور سے دیکھا تو اسے نظر آیا کہ ایک سیاہ سانپ درخت پر چڑھ رہا ہے اب اسے سمجھ آئی کہ چڑیا بے چاری اس لئے واویلا کر رہی ہے کہ یہ سانپ گھونسلے سے اسکے بچوں کو کھا جائے گا۔

اسی اثناء میں سیاح نے دیکھا کہ چڑیا تیزی سے ایک اور درخت کی طرف گئی وہاں سے اس نے پتے کاٹے اور اپنے گھونسلے کے گرداگرد ان کو رکھ دیا بعد ازاں ایک اور شاخ پر بیٹھ گئی۔

سیاح اس منظر کو بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ سانپ درخت پر چڑھا اس گھونسلے کی طرف لپکا لیکن جب اس نے وہ پتے دیکھے تو گھونسلے سے دور ہو گیا

اور واپس چلا گیا۔

سیاح کو یقین ہو گیا کہ چڑیا نے جو پتے اپنے گھونسلے کے ارد گرد پھیلائے تھے وہ سانپ کے لئے زہر قاتل تھے۔ اسی لئے سانپ نے اپنی عافیت اسی میں جانی کہ وہ گھونسلے سے دور ہو جائے۔

تو ان چھوٹے جانوروں کو جڑی بوٹیوں کے پتوں کی تاثیر کا علم کس نے الہام کیا ان چیزوں کو دیکھ کر صاحب عقل یہی فیصلہ کریگا کہ کائنات کے ہر موجد کی زندگی وجود خدا کی دلیل ہے۔ (۱)

ایمان ہمیشہ خالص ہونا چاہئے

حضرت سلیمان علیہ السلام کسی مقام سے گزر رہے تھے۔ کہ انہوں نے ایک نر چیونٹے کو اپنی مادہ سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ تو مجھ سے آخر اتنی دور کیوں رہتی ہے حالانکہ میں اتنا طاقتور ہوں اگر چاہوں تو سلیمان کے تخت کو تباہ کر کے دریاؤں میں پھینک دوں۔

جناب سلیمان نے اس کی بات سن کر تبسم فرمایا ور اسے اپنی بارگاہ میں طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس تخت کو دریا میں پھینکنے کی طاقت ہے؟

چیونٹے نے جواب دیا۔ بالکل نہیں میری طاقت تو آپ کو معلوم ہے۔ لیکن نر کو چاہئے کہ اپنی مادہ کو مرعوب کرنے کے لئے اس طرح کی گفتگو ضرور کرے، تاکہ مادہ اس سے مرعوب رہ سکے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ عاشق ہمیشہ مجبور ہوتا ہے، اور عاشق کو قابل ملامت نہیں سمجھنا چاہئے۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے مادہ چیونٹی سے فرمایا تو اپنے شوہر کی

۱۔ (مدارج القراہ) الذی اعطی شئی خلقه ثم هدی

اطاعت کیوں نہیں کرتی، جبکہ وہ تجھے بے تحاشا چاہتا ہے؟

مادہ چیونٹی نے کہا۔ یہ اپنے دعوائے عشق میں جھوٹا ہے، یہ مجھ سے عشق و محبت کا دعویٰ تو کرتا ہے۔ لیکن دوسروں کی محبت بھی اس کی دل میں موجود ہے۔

مادہ کی اس گفتگو سے حضرت سلیمان علیہ السلام بہت متاثر ہوئے۔ اور عشق الٰہی میں رونے لگے اور پورے چالیس دن تک انہوں نے لوگوں سے ملنا ترک کر دیا۔ اور مسلسل دعا مانگتے رہے کہ پروردگار! میرے دل سے لوگوں کی محبت کو نکال دے اور مجھے اپنا مخلص عاشق بنا۔ (۱)

ایک راہب کی راہ نمائی

آج سے ایک عرصہ قبل مغربی افریقہ میں شدید جنگ ہوئی تھی۔ اور اس میں ہزاروں انسان قتل ہوئے۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد ایک عیسائی راہب اپنے گرجا سے باہر نکلا تو اس نے ایک سپاہی کو شدید زخمی حالت میں پایا۔ وہ بہت مشکل سے اسے اپنے گرجا میں لے آیا۔ اور اس کا علاج کرتا رہا۔ کافی عرصہ بعد وہ سپاہی تندرست ہو گیا اور راہب اس کے سامنے ہمیشہ اپنے مذہبی فرائض بجا لاتا تھا اور خدا کی حمد و ثنا اور عبادت کیا کرتا تھا۔ راہب کو امید تھی کہ زخمی بھی اسی کو دیکھ کر عبادت کرنے لگے گا۔ لیکن سپاہی پر اس کی عبادت کا کوئی اثر نہ ہوا۔

راہب نے سپاہی سے کہا کہ تم اپنے خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔ جس نے تمہیں دوبارہ زندگی بخشی؟

سپاہی نے کہا کہ میں ایک موہوم خدا کی ہرگز عبادت نہیں کر سکتا۔ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے، یہ سب تمہارا وہم ہے۔

۱۔ انوار النعمانیہ علامہ جزائری

راہب نے سپاہی کے جواب کو سنا اور خاموش ہوگیا۔ پھر اس موضوع پر کئی دن تک اس سے کوئی گفتگو نہ کی۔

ایک دن راہب سپاہی کو لے کر سیر و سیاحت کے لئے باہر نکلا، زمین پر انہیں ایک جانور کے قدموں کے نشان نظر آئے۔ راہب نے سپاہی سے پوچھا یہ کیا ہے؟

سپاہی نے کہا یہاں سے کسی جانور کا گزر ہوا ہے اور یہ اسکے قدموں کے نشان ہیں۔

راہب نے کہا مگر ہم نے تو کسی جانور کو نہیں دیکھا ہم کیسے مان لیں کہ یہاں سے کسی جانور کا گزر ہوا ہے؟

سپاہی نے کہا۔ ہمارا دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ قدموں کے نشان اس جانور کی دلیل ہیں۔

راہب نے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ جب تم نے جانور کو نہیں دیکھا۔ اس کے قدموں کے نشان کو دیکھ کر تم نے فیصلہ کر لیا کہ یہاں سے جانور کا گزر ہوا ہے تو تم نے خدا کو بھی نہیں دیکھا۔ لیکن کیا خدا کی بنی ہوئی مخلوق کو بھی تم نے کبھی نہیں دیکھا؟ زمین آسمان سورج چاند آخر یہ بھی تو وجود خدا کی دلیل ہیں۔

راہب کا یہ استدلال سن کر سپاہی شرمندہ ہوا۔ اور اللہ پر ایمان لے آیا۔ اور راہب کی راہنمائی کا شکریہ ادا کیا۔ (۱)

بہلول اور ابو حنیفہ

ایک مرتبہ حضرت بہلول کا گزر ابو حنیفہ کی مجلس سے ہوا۔ ابو حنیفہ درس و تدریس میں مصروف تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام کے تین مسائل سے اختلاف ہے۔

۱۔ امام صادق علیہ السلام کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ابلیس کو دوزخ کی آگ میں

۱۔ حلقات المدرسیہ

ڈالا جائے گا۔ لیکن میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ ابلیس کی پیدائش آگ سے ہوئی بھلا آگ کو آگ کیا جلائے گی؟

۲۔ امام صادق علیہ السلام کہتے ہیں کہ خدا کا دیدار محال ہے۔ لیکن میں اس مسئلہ میں ان سے اختلاف رکھتا ہوں کیونکہ خدا موجود ہے اور ہر صاحب وجود قابل رؤیت ہے۔

۳۔ امام صادق علیہ السلام کہتے ہیں کہ انسان فاعل مختار ہے۔ جب کہ میں یہ کہتا ہوں کہ بندے اپنے افعال کے خالق نہیں ہیں تمام افعال منجانب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

حضرت بہلول نے ابو حنیفہ کے تینوں مسائل غور سے سنے۔ اور ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر ابو حنیفہ کو مارا اور بھاگ نکلے۔

مٹی کا ڈھیلا ابو حنیفہ کی پیشانی پر لگا۔ اور ابو حنیفہ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ ابو حنیفہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بہلول کے پیچھے دوڑا اور اس تک پہنچ گیا۔ اور اسے پکڑ کر خلیفہ کے دربار میں لے آیا۔

بہلول نے خلیفہ کے دربار میں پوچھا کہ تم مجھے کیوں پکڑ کر یہاں لائے ہو۔ آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟

ابو حنیفہ نے خلیفہ سے کہا کہ اس نے مجھے مٹی کا ڈھیلا مارا ہے اور میں اس سے شدید درد محسوس کر رہا ہوں۔

بہلول نے کہا اگر تو سچا ہے تو مجھے اپنا درد دکھا۔

ابو حنیفہ نے کہا۔ نادان! درد بھی کوئی دیکھنے کی چیز ہے بس ہے، لیکن میں دکھا نہیں سکتا۔

بہلول نے کہا۔ لیکن چند ثانیے قبل تو تم یہ کہہ رہے تھے کہ جب خدا موجود ہے تو دکھائی کیوں نہیں دے گا ہر موجود قابل رؤیت ہوتا ہے۔ اب تمہیں بھی تو درد ہے

آخر تم اپنا درد مجھے کیوں نہیں دکھاتے؟

بہلول نے خلیفہ سے کہا کہ آپ اس سے پوچھیں میں نے اسے کیا مارا ہے؟

ابو حنیفہ نے کہا جناب اس نے مجھے مٹی کا ڈھیلا مارا ہے۔

بہلول نے کہا ابو حنیفہ! یہ مٹی تجھے کیسے اذیت پہنچا سکتی ہے۔ تو بھی تو خود مٹی سے بنا ہوا ہے۔ اور تم ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ ابلیس کو دوزخ کی آگ کیسے جلائے گی کیونکہ ابلیس کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ کو آگ کیسے جلائے گی؟

پھر بہلول نے کہا کہ خلیفہ صاحب میں بالکل بے گناہ ہوں یہ لوگ مجھے ناحق سزا دلانا چاہتے ہیں۔

ابو حنیفہ نے کہا کہ تم نے مجھے ڈھیلا مارا تم بے گناہ کیسے قرار پا سکتے ہو۔

بہلول نے کہا۔ لیکن چند لمحے پہلے تو آپ اپنے حلقہ درس میں یہ کہہ رہے تھے کہ بندے از خود کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اس جہان میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ خدا کی طرف سے ہو رہا ہے۔ لہذا اب اگر تمہیں ڈھیلا لگا ہے تو ڈھیلا مارنے والا میں نہیں بلکہ خدا ہے۔

یہ سن کر ابو حنیفہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور سمجھ گیا کہ بہلول کے ایک ڈھیلے نے اس کے تینوں نظریات کو باطل کر دیا ہے۔

ہارون الرشید بہلول کی باتیں سن کر مسکرایا۔ اور فریقین کو اپنے دربار سے جانے کی اجازت دی۔ (۱)

امام صادقؑ وجود خدا کی دلیل کیا بیان کرتے ہیں؟

امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس وجود خدا کی کیا دلیل ہے؟

۱۔ روضات الجنات، شجرۂ طوبیٰ

امام صادق علیہ السلام نے جواب دیا۔ میرا وجود اور میری ہستی خدا کی دلیل ہے۔
کیونکہ میں اگر یہ کہوں کہ میں اپنے وجود کا خود ہی بنانے والا ہے تو یہ دعویٰ دو حالتوں میں خالی نہیں۔

۱۔ میں نے اپنے وجود کو اس وقت بنایا جب کہ میں موجود تھا۔ اور یہ لا حاصل ہے۔

۲۔ میں نے اپنے وجود کو اس وقت بنایا جب میں خود موجود نہ تھا تو یہ محال ہے کیونکہ عدم اپنے آپ کو وجود میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ اسی لئے مجھے یقین ہے کہ ایک ہستی نے مجھے پیدا کیا ہے، اور اس پر عدم محال ہے۔ (۱)

عظمتِ افراد کا میزان

ایک عالم کے حلقہ درس میں ہر وقت ہزاروں طالب علم حاضر رہتے تھے۔ اور ان میں کچھ طالب علم ایسے بھی تھے۔ جنھوں نے اپنی عمر عزیز کا ایک طویل حصہ اس حلقہ درس میں گزارا تھا۔

انہی طلباء میں ایک کم سن طالب علم بھی تھا۔ استاد صاحب اس پر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ شفقت کرتے اور اس کا احترام کرتے استاد کی یہ شفقت بعض قدیم طلباء کو پسند نہ آئی اور انہوں نے استاد سے اس امر کا شکوہ کیا۔

استاد صاحب نے ایک دن تمام طلباء کو اکٹھا کیا۔ اور حکم دیا کہ وہ کل ایک ایک مرغی ایسے مقام پر ذبح کر کے میرے پاس لائیں جہاں انہیں دیکھنے والا کوئی نہ ہو۔

شاگردوں نے استاد کے فرمان کے تحت کسی نہ کسی ویران مقام پر مرغی ذبح کی دوسرے دن ذبح شدہ مرغی سمیت استاد کے پاس حاضر ہوئے۔

مگر وہ نوجوان طالب علم دوسرے طلباء کی بہ نسبت کچھ دیر سے حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں زندہ مرغی تھی۔

۱۔ لطائف الطوائف ص ۵ م

استاد نے اس سے پوچھا کہ تمام طلباء تو خلوت کے مقام پر مرغیاں ذبح کر کے لائے ہیں لیکن تم نے مرغی ذبح کیوں نہ کی ؟

جوان نے کہا استاد محترم! میری مجبوری تھی آپ نے فرمایا تھا کہ مرغی کو ایسے مقام پر ذبح کیا جائے، جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، میں بھی مرغی لے کر کافی دیر تک ادھر ادھر پھرتا رہا لیکن جہاں بھی جاتا تھا وہاں خدا موجود تھا، اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا اسی لئے میں مرغی ذبح نہ کر سکا۔

استاد نے شاگرد کو شاباش دی اور دوسرے طلباء کو بتایا کہ اس نوجوان کے احترام کا سبب اس کا ایمان واقعی ہے۔ (۱)

قابل توجہ موضوع

موجودہ دور میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مادہ پرست افراد نوجوان نسل کو مختلف طریقوں سے گمراہ کرتے ہیں، اور ان کے گمراہ کرنے کا ایک انداز یہ ہے کہ وہ نوجوان کو ان مسائل میں الجھاتے ہیں، جن کا تعلق بعض اعتقادات سے ہوتا ہے اور جن کی کیفیات کا جاننا ضروری نہیں ہے، اور نوجوان نسل کو ان کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہوتیں۔ لہذا اس طرح سے وہ انہیں اپنے دام میں پھنسا لیتے ہیں۔ مثلاً وہ ان سے صراط کی کیفیت اور قبر میں سوال و جواب کی تفصیل اور روز محشر جزا و سزا کس طرح سے ملے گی، الغرض اس قسم کے مسائل میں انہیں الجھا کر ان کے اذہان کو زہریلا بناتے رہتے ہیں۔

اسی لئے میں نے یہ ضروری محسوس کی کہ باب کے خاتمہ پر حضرت عبدالعظیم حسنی کی روایت پیش کی جائے تاکہ ہماری نوجوان نسل کو معلوم ہو کہ ہمارے

۱۔ ارشاد القلوب دیلمی

اعتقادات کیسے ہونے چاہئیں۔

حضرت عبدالعظیم حسنی اپنا عقیدہ سناتے ہیں

شیخ صدوق نے مستقل اسناد سے روایت کی ہے کہ شاہزادہ عبدالعظیم حسنی کہتے ہیں کہ میں امام دہم جناب علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام عالی مقام نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ ابو القاسم خوش آمدید! بیشک تم ہمارے دوست ہو۔

میں نے عرض کی فرزند رسول! میں چاہتا ہوں کہ میں اپنا دین آپ کے سامنے پیش کروں۔ اگر وہ درست ہے تو میں اس پر تادم مرگ ثابت قدم رہنا چاہتا ہوں۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ تم اپنا اعتقاد بیان کرو۔

میں نے کہا کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اس کی کوئی مثل و نظیر نہیں ہے میں ذات باری تعالیٰ کو حد ابطال و تشبیہ سے منزہ مانتا ہوں، اور میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ ذات باری تعالیٰ نہ تو جسم ہے نہ صورت نہ عرض ہے اور نہ جوہر بلکہ وہ تمام اجسام کو خلعتِ وجود دینے والا ہے اور تمام صورتوں کا بنانے والا ہے۔ اعراض و جواہر کا خالق ہے اور ہر چیز کو پالنے والا اور تمام اشیاء کا مالک و موجد ہے۔ اور میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ حضرت محمدؐ مصطفیٰ اللہ کے عبد اور اس کے رسولؐ ہیں، اور آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور آپؐ کی شریعت پر تمام ادیان و شرائع کا خاتمہ ہو چکا ہے اور قیامت تک کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی۔

اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کا جانشین اور ولی امر اور امت کا امام امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب ہے۔ اس کے بعد حسنؑ امام ہیں، پھر حسینؑ امام ہیں۔ ان کے بعد علی بن الحسین زین العابدین امام ہیں۔ پھر امام محمد باقرؑ پھر امام جعفر صادقؑ پھر علی بن موسیٰ الرضاؑ اس کے بعد حضرت محمد بن علی جواد الائمہؑ پھر

آپ میرے امام ہیں۔

یہ سن کر امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا میرے بعد میرا بیٹا حسن بن علی امام ہوگا۔ پھر فرمایا میرے بیٹے کے بعد ان کے جانشین کے زمانے میں لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ میں نے عرض کی فرزند رسول! وہ کس لئے ؟

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اس لئے کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگا۔ اور ان کے ظاہر ہونے تک ان کا نام لینا حرام ہے۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے آکر پر کرے گا جیسا کہ وہ ظلم وجود سے پر ہوگی۔

میں نے کہا میں ان کی امامت کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ اور میرا یہ اعتقاد ہے، کہ آپ کا دوست خدا کا دوست ہے۔ اور آپ کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ اور آپ کی اتباع اللہ کی اتباع ہے، اور آپ کا مخالف خدا کا مخالف ہے۔ علاوہ ازیں میں معراج کا قائل ہوں، سوال قبر، بہشت و دوزخ اور صراط و میزان کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں حق ہیں اور قیامت کا دن آئے گا اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں، اور اللہ تمام قبر والوں کو زندہ کرے گا۔

آپ کی ولایت و امامت کے اعتقاد کے بعد میں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج اور جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب جانتا ہوں۔

یہ سن کر امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ یا ابا القاسم واللّٰہ هذا دین اللّٰہ الذی ارتضاه لعباده فاثبت علیه ثبتك اللّٰہ بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الاخرة.

ابوالقاسم! خدا کی قسم یہی اللہ کا وہ دین ہے۔ جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔ تم اسی پر ثابت قدم رہو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت میں اس پر ثابت قدم رکھے۔

موجودہ صفحہ خالی ہے

اگلا صفحہ ملاحظہ فرمائیں

Presented By:

www.zad-e-rah.com

ابو شاکر نے کچھ دیر کے لئے سر جھکایا اور غور و فکر کرتا رہا پھر اس نے سر بلند کیا اور کہا۔ اشهد ان لا اله الاّ الله وحده لا شريك له واشهد انّ محمد اعبده و رسوله وانّك امام و حجة على خلقه و انا تائب مماكنت فيه ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ واحدہ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امامؑ ہیں اور خلق خدا پر حجت ہیں اور میں اپنے سابقہ نظریات سے توبہ کرتا ہوں۔" (۱) احتجاج طبرسی ص۔ ۱۷۱

چند روایات

قال له يا امير المومنينؑ بما عرفت ربّك قال بفسخ العزائم و نقص الهمم لمّا همت محال بيني و بين همي و عزمت مخالف القضاء عزجي علمت ان المدّبدي غيري

"ارشاد القلوب دیلمی"

ذعلب یمانی نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا۔ آپؑ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟ آپؑ نے فرمایا ارادوں کو ٹوٹنے اور ہمتوں کے ختم ہونے سے میں نے اپنے رب کو پہچانا۔ کیونکہ میں نے کسی چیز کے لئے کوشش کی تو میرے اور میری کوشش کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی اور میں نے کسی امر کے لئے عزمِ مصمّم کیا لیکن قضا میرے عزم و ارادہ میں حائل ہوگئی۔ اسی سے میں نے یہ جانا کہ میں زندگی و موت کی تدبیر کرنے والا میرے علاوہ کوئی اور ہے۔

قال رجل لل صادقؑ اى شئى تعبد نقال الله فقال هل راية لم تراه بمشاهده العيان ولكن رائة القلوب بحقائق الايمان لايعوف بحقائق الايمان لايعرف بالقياس ولا يشبه الفاس

موصوف بالآت معروف بالصلامات لايجوز فی حکمه ذلك الله لااله الاّ هو ربّی علیه توکّلت والیه منیب

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ آپ کس چیز کی عبادت کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا۔ اللہ کی۔ اس شخص نے پوچھا تو کیا آپ نے اسے دیکھا ہے؟

آپؑ نے فرمایا آنکھیں مشاہدہ کے ذریعہ سے اسے نہیں دیکھ پاتیں، دل حقیقت ایمان کی وجہ سے اسے دیکھتے ہیں۔ موجودات سے قیاس کر کے اس کو پہچانا نہیں جاسکتا اور نہ ہی لوگوں سے اس کی تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ آثار و علامات سے اس کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ وہ اپنا فیصلہ میں کسی طرح کے ظلم و ستم کو روا نہیں رکھتا۔ وہی میرا پروردگار ہے اسکے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میں توجہ کرتا ہوں۔ اثبات الھداۃ ص ۱۱۲۔ محمد بن حسن حر عاملی۔

عن الرّضاؑ فی حدیث انه خو ساجو أثم قال سبحانك ماعرفوك وما رحدوك فمن اجل ذلك وصفوك سبحانك لوعرفوك لوصفوك بما وصفت به نفسك اللّهم لااصفك لا بما وصفت به نفسك ثم قال یا محمدً ما شهدله الکتاب والسنة متحن القائلون به اثنابة الهلاة ص ١١٦

امام علی رضا علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ آپؑ نے سجدہ کیا۔ اور پھر فرمایا خدایا تو پاک و منزہ ہے۔ خدایا ان لوگوں نے نہ تو تجھے پہچانا۔ اور نہ ہی تیری توحید کا انہوں نے اقرار کیا۔ اسی لئے تو انہوں نے جو ان کے دل میں آیا۔ ان صفات سے تجھے متصف کیا۔ خدایا اگر وہ تجھے پہچانتے ہوتے تو وہ تیرا وہی وصف بیان کرتے جو تو نے خود ہی اپنا وصف بیان کیا ہے۔ خدایا! میں تیرا وہی وصف بیان کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا وصف بیان کیا ہے۔ پھر فرمایا۔ اے محمد! (راوی حدیث کا نام) جس وصف کے

قرآن و سنت گواہی دیں ہم اس کے قائل ہیں۔

عن محمد بن عبید قال دخلت علی الرضاً فغال لی قل للعباسی یکف عن الکلام فی التوحید ویکلّم الناس بما یعرفون ویکف عما ینکرون واذا سألك عن الکیفیة فقل کما قال لیس کمثله شئ واذا سألوك عن السمع فقل کما قال الله وهوا السمیع العلیم کلم الناس بمایعرفون

محمد بن عبید کہتا ہے کہ میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا عباسی سے کہو کہ وہ توحید کے متعلق گفتگو کرنے سے باز رہے۔ لوگوں سے توحید کے متعلق بس وہی کچھ کہے جسے لوگ جانتے ہوں اور جس چیز کا لوگ انکار کرتے ہوں۔ ایسی باتیں نہ کرے۔ اور جب وہ تجھ سے توحید کے متعلق سوال کرے تو تم جواب میں سورۂ اخلاص پڑھ کر سناؤ اور جب وہ تم سے کیفیت کے متعلق دریافت کرے تو اسے قرآن کی یہ آیت لیس کمثلہ شئی (اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے) پڑھ کر سناؤ اور وہ جب تم سے اللہ کی صفت سمع کے متعلق پوچھے تو اسے وھوالسمیع العلیم (اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے) کی آیت پڑھ کر سناؤ۔ لوگوں سے توحید کے متعلق وہی باتیں کرو جنہیں وہ جانتے ہوں۔

باب دوم

ریا کفر و شرک کی مخفی صورت

ایک نادان کا دعویٰ

مصر کا رہنے والا ایک شخص انگور کا خوشہ لے کر فرعون کے دربار میں آیا۔ اور اس سے یہ خواہش کی کہ وہ اس خوشہ انگور کو مروارید میں تبدیل کردے۔ فرعون وہ خوشہ لے کر گھر میں لایا اور انتہائی پریشانی کی حالت میں سوچنے لگا کہ وہ اس خوشہ کو مروارید میں کیسے تبدیل کرے۔ جو کہ اس کے لئے قطعی ناممکن ہے۔ اور اگر وہ اسے مروارید میں تبدیل نہ کرسکا تو پھر خدائی دعویٰ کا بھرم کھلتا ہے۔ چنانچہ وہ اس پریشانی میں مبتلا ہو کر گھر میں بیٹھا تھا کہ اس وقت ابلیس اس سے ملنے کے لئے اس کے دروازے پر آیا اور دروازہ پر دستک دی۔

دستک سن کر فرعون نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

شیطان نے کہا۔ "ایسے خدا کے سر پر خاک ہو جسے یہ علم نہیں ہے کہ دروازے پر دستک دینے والا کون ہے۔"

ابلیس گھر میں داخل ہوا اور اس سے خوشہ انگور لیا۔ اور اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم پڑھا۔ وہ اسم پڑھتے ہی خوشہ انگور۔ خوشہ مروارید میں بدل گیا۔

پھر فرعون سے کہا کہ "فرعون میرے اندر اتنے کمالات ہیں اس کے باوجود بھی میں نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ جب کہ تو انتہائی بے کار اور کند ذہن شخص ہے، اس

کے باوجود بھی تو نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔"

فرعون نے پوچھا۔ " تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا اور راندۂ درگاہ ہونا قبول کرلیا؟"

ابلیس نے کہا"میں نے اس لئے آدم کو سجدہ نہیں کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کی پشت سے تجھ جیسا پلید پیدا ہوگا۔ (۱)

بت پرست کافر کا انجام

جس زمانے میں مہدی عباسی "رے" میں رہتا تھا تو اس کی تعلیم و تربیت کے لئے منصور دوانیقی نے شرقی بن قطامی کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔

ایک شب مہدی نے اپنے استاد شرقی بن قطامی سے درخواست کی وہ اسے کوئی دلچسپ واقعہ سنائے، جس کے سننے سے طبعیت کا تکدر دور ہو جائے۔

پھر شرقی نے یہ داستان بیان کی کہ "حیرہ" کے ایک بادشاہ کے دو دوست ہوتے تھے۔ بادشاہ کو ان دونوں دوستوں سے بے حد محبت تھی۔ اور انہیں اپنے سے جدا نہ ہونے دیتا تھا۔

ایک رات بادشاہ نے بہت زیادہ شراب پی لی۔ شراب کے نشے میں دھت ہو کر اس نے تلوار اٹھائی اور اپنے دونوں پیارے دوستوں کو قتل کردیا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے ان دوستوں کے متعلق دریافت کیا۔

اسے بتایا گیا کہ گزشتہ شب ان دونوں کو اس نے اپنی تلوار سے خود ہی قتل کیا ہے۔ اسے یہ سن کر انتہائی افسوس ہوا۔ اور کافی دیر تک روتا رہا اور کئی دنوں تک اس نے ان کے فراق میں کھانا تک نہ کھایا۔ پھر حکم دیا کہ ان کی لاشوں کو دفن کردیا

ا۔ انوار نعمانیہ ص۔ ۸۰

جائے۔ اور ان کی قبروں پر ایک عظیم الشان قبہ تعمیر کیا جائے۔
چنانچہ حکم کے تحت ان کی قبروں پر بہترین قبہ بنایا گیا اور اس جگہ کا نام غریّین رکھا گیا۔
پھر بادشاہ نے ان کے دربار پر چند سرکاری محافظ کھڑے کر دیئے اور حکم دیا کہ یہاں سے جو بھی شخص گزرے وہ ان قبروں کو لازمی طور پر سجدہ کرے۔ اگر کوئی شخص سجدہ پر آمادہ نہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن قتل سے پہلے اس کی دو حاجات پوری کر دی جائیں۔
حکم کی دیر تھی کہ لوگوں نے ان قبروں کو سجدہ کرنا شروع کر دیا ایک دن ایک دھوبی کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے اپنے کاندھے پر میلے کپڑوں کا ڈھیر اٹھایا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں لکڑے سے بنا ہوا وہ ڈنڈا تھا جس سے وہ کپڑوں کو کوٹتا تھا۔
"غریّین" کے محافظوں نے جیسے ہی اسے دیکھا تو اسے وہاں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن دھوبی خدا پرست تھا اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا محافظ اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے آئے اور بتایا کہ یہ شخص سجدہ کرنے سے انکاری ہے۔
بادشاہ نے کہا "وائے ہو تجھ پر تو نے سجدہ کیوں نہ کیا؟"
اس نے کہا "میں نے سجدہ کیا تھا یہ محافظ جھوٹ بولتے ہیں"
بادشاہ نے کہا "میں تجھے قتل کرا دینا چاہتا ہوں۔ لیکن مرنے سے پہلے تم اپنی دو حاجات پیش کر سکتے ہو۔ ہم انہیں ضرور پورا کریں گے۔"
دھوبی نے کہا "اگر یہ معاملہ ہے تو میری پہلی حاجت یہ ہے کہ مجھے یہ ڈنڈا بادشاہ کی گردن پر مارنے دیا جائے۔"
بادشاہ نے کہا "جاہل نادان اس حاجت کا تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بہتر ہے کہ کوئی ایسی چیز طلب کر جو تیرے اور تیرے خاندان کے لئے مفید ہو۔"

دھوبی نے کہا" ہرگز نہیں میری پہلی حاجت یہی ہے۔"

بادشاہ نے حیران ہو کر اپنے وزیروں سے مشورہ کیا اور کہا کہ بتاؤں اس نادان کے ساتھ کیا کیا جائے؟

وزراء نے کہا۔" عالی جاہ! چونکہ آپ دو حاجات کے لئے کہہ چکے ہیں لہذا وعدہ کر کے مکر جانا اخلاقِ سلاطین کے منافی ہے۔ اسے اس کی حاجت پوری کرنے دیں۔"

یہ سن کر بادشاہ نے کہا۔" تم پر صد حیف تم کسی نہ کسی طرح سے اس دھوبی کو راضی کرو وہ اس کی بجائے کوئی اور حاجت طلب کرے۔ اگر وہ مجھ سے میری آدھی حکومت بھی طلب کرے گا تو بھی میں دینے کو تیار ہوں۔ لیکن دھوبی کے ہاتھوں ڈنڈا کھانا انتہائی مشکل ہے۔"

دھوبی اپنے پہلے والے مطالبہ پر بضد رہا اور کہا کہ بس میری پہلی خواہش یہی ہے، کہ بادشاہ کی گردن پر مجھے ڈنڈا مارنے دیا جائے۔

ناچار بادشاہ کو دھوبی کی شرط قبول کرنی پڑی۔ دھوبی نے اپنا ڈنڈا بلند کیا اور پورے زور سے بادشاہ کی گردن پر رسید کیا۔ بادشاہ بے ہوش ہو گیا۔ کئی دن تک وہ ہوش و حواس میں نہ آیا۔ کپاس کو تر کر کے اس کے منہ میں قطرہ قطرہ پانی ڈالا جاتا تھا۔ پورے ایک سال تک وہ سخت بیمار رہا۔ ایک سال بعد وہ تندرست ہوا۔ غسلِ صحت بجا لایا۔ اور اہل دربار سے دھوبی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے اسی دن سے دھوبی کو قید کر کے زندان میں ڈالا ہوا ہے۔

بادشاہ نے کہا دھوبی کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ دھوبی کو بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو بادشاہ نے بڑے خشمگیں لہجے میں کہا کہ اب تم جلدی سے اپنی دوسری حاجت پیش کرو پھر میں تمہیں قتل کرادوں گا۔

دھوبی نے کہا۔" میری دوسری خواہش یہ ہے کہ مجھے وہی ڈنڈا بادشاہ کی گردن کی

دوسری جانب مارنے دیا جائے۔ اس کے بعد بے شک مجھے قتل کر دیا جائے۔"
بادشاہ دھوبی کی یہ خواہش سن کر سخت پریشان ہوا۔ اور کہا "نادان! مجھ سے کوئی ایسی چیز طلب کر جو تجھے فائدہ پہنچا سکے۔"
دھوبی نے کہا ہرگز نہیں میری دوسری خواہش صرف یہی ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی خواہش نہیں ہے۔"
بادشاہ نے اپنے وزراء سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا جناب شرط قبول کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔
بادشاہ نے کہا افسوس اس کی ایک ضرب نے تو مجھے ایک سال تک بستر پر لٹایا ہے۔ اب اگر اس نے دوسری ضرب ماری تو میں مر جاؤں گا۔
آخرکار بادشاہ نے دھوبی سے کہا کہ "جس دن تجھے محافظ گرفتار کر کے میرے پاس لائے تھے اس دن تو تو نے کہا تھا کہ تو نے سجدہ کیا ہے محافظ جھوٹ بولتے ہیں۔"
دھوبی نے کہا "جی ہاں میں نے اس دن یہ بات کہی تھی لیکن تم نے میری بات کو تسلیم نہیں کیا تھا۔"
بادشاہ یہ سن کر اٹھا اور دھوبی کو بوسے دینے لگا اور کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے محافظ جھوٹے ہیں۔"
مہدی یہ داستان سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے استاد کو انعام سے نوازا۔ (۱)

خدا پرست، معتزلی اور مشبہہ

ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تین اشخاص آئے۔ ان میں سے

۱۔ تتمۃ المنتہی ص ۱۵۲، خزائن نراقی

ایک شخص معتزلہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور دوسرے کا تعلق مشبہہ فرقہ سے تھا۔ اور تیسرے شخص کا تعلق مذہب شیعہ سے تھا۔

امام جعفر صادق علیہ الاسلام نے معتزلی سے پوچھا۔ "توکس کی عبادت کرتا ہے؟

اس نے کہا" میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو کوئی صفت نہیں رکھتا" اس کے بعد آپؑ نے فرقہ مشبہہ کے فرد سے پوچھا۔ "توکس کی عبادت کرتا ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو صفات محسوسہ رکھتا ہے۔ بعد ازاں آپؑ نے مذہب شیعہ کے پیرو سے پوچھا۔ "توکس کی عبادت کرتا ہے؟" شیعہ نے کہا "میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جس میں صفات کمالیہ پائے جاتے ہیں اور انسان اپنی عقل و ادراک سے اس کی صفات بیان کرنے سے قاصر ہے۔"

یہ تینوں جواب سن کر امام علیہ السلام نے معتزلی سے فرمایا تو عدم کی عبادت کر رہا ہے اور مشبّہہ سے فرمایا تو صنم کی عبادت کر رہا ہے اور شیعہ سے فرمایا تو خدائے وند عالم کی عبادت کر رہا ہے۔ (۱)

شدّاد اور اس کی جنت

شدّاد کے دور حکومت میں حضرت ہود علیہ السلام نبی تھے۔ اور آپؑ ہمیشہ شداد کو ایمان کی دعوت دیتے تھے۔

ایک دن شدّاد نے پوچھا اگر میں تمہارے کہنے پر ایمان لے آؤں تو تمہارا خدا مجھے اس کا کیا بدلہ دے گا؟

ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے جنت دے گا۔ جس میں تو ہمیشہ کی زندگی بسر کرے گا۔

۱۔ لطائف الطوائف ص ۴۹

شدّاد نے ہود علیہ السلام سے جنت کے اوصاف دریافت کئے تو انہوں نے جنت کی خصوصیات بیان فرمائیں۔ یہ سن کر شدّاد نے کہا مجھے اللہ کی جنت کی کوئی ضرورت نہیں ایسی جنت میں خود ہی تعمیر کراؤں گا۔ اس دن سے شدّاد کی مسلسل یہ کوشش رہی کہ وہ ایک ایسا شہر تعمیر کرے جو کہ ہر لحاظ سے جنت کے مشابہ ہو۔ اس نے اپنے بھانجے ضحاک کے پاس پیغام بھیجا اور اس وقت ضحاک کی ایران پر حکومت تھی کہ تم جتنی زیادہ مقدار میں سونا چاندی روانہ کرسکتے ہو روانہ کرو۔ ضحاک جتنا سونا چاندی روانہ کرسکتا تھا اس نے روانہ کیا۔

اور اطراف مملکت میں اس نے اپنے نمائندے روانہ کئیے جو کہ بہت بڑی مقدار میں سونا چاندی جمع کرکے لائے۔ اس نے ماہرین تعمیرات کو اپنے ہاں بلایا۔ اس نے جنت کے لئے ملک شام میں ایک صحت افزاء مقام کا انتخاب کیا اور وہاں ایک مضبوط و مستحکم شہر پناہ تعمیر کرائی اس کے درمیان میں اس نے سونے اور چاندی کا محل تعمیر کرایا اس کی دیواروں کو قیمتی جواہر سے مزیّن کیا۔ اس نے شہر کے وسط میں ایک ایسی نہر بنائی جس کے پانی میں سنگریزوں کی بجائے جواہرات بہتے تھے اور اس نے سونے کے خوبصورت درخت لگوائے جن کے خوشوں میں مشک و عنبر کو استعمال میں لایا گیا۔ اور جیسے ہی ہوا چلتی مشک و عنبر کی خوشبو پورے شہر میں پھیل جاتی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ محل کے اردگرد اس نے سونے کے بارہ ہزار کمرے تعمیر کرائے اور ہر طلائی کمرہ کو یاقوت و جواہر سے مرصّع کیا گیا۔ اور اطراف و جوانب سے خوبصورت اور جوان عورتوں کو وہاں لایا گیا۔ الغرض یہ عظیم الشان جنت نما شہر پانچ سو سال میں مکمل ہوا۔ اور شدّاد کو اس کی تکمیل کی اطلاع دی گئی۔ اس وقت شدّاد حضرموت میں تھا یہ اطلاع پاتے ہی اپنے ساتھ بہت بڑا لشکر لے کر اپنی جنت کی جانب روانہ ہوا۔ ابھی شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر تھا کہ اس نے ایک ہرن دیکھا

جس کے پاؤں چاندی اور سینگ سونے کے تھے۔ ہرن کو دیکھ کر اس نے اس کے پکڑنے کا فیصلہ کرلیا اور اس کے پیچھے اپنا گھوڑا لگایا کچھ دیر بعد اپنے لشکر سے جدا ہوگیا۔ وہ صحرا میں اکیلا و تنہا گھوڑا دوڑا رہا تھا کہ اچانک اسے ایک سوار نظر آیا جو کہ انتہائی ہیبت ناک شکل و صورت رکھنے والا تھا۔ اس نے شدّاد کو پکار کر کہا "شدّاد! تو نے عالی شان محل تعمیر کرکے یہ سمجھ لیا ہے کہ تو اب موت سے پنجہ سے بھی آزاد ہوچکا ہے۔"

یہ سن کر شدّاد کا رواں رواں کانپنے لگا اور اس سے پوچھا "تو کون ہے؟"

اس نے جواب دیا میں ملک الموت ہوں۔ شدّاد نے کہا اس وقت تمہیں مجھ سے کیا کام ہے اور میرے مزاحم کیوں ہو رہے ہو؟

ملک الموت نے کہا "میں صحرا میں تیری روح قبض کرنے آیا ہوں شدّاد نے کہا مجھے کم از کم اتنی مہلت دے دو تاکہ میں اس شہر کو جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ ملک الموت نے اجازت نہ دی۔ چنانچہ شدّاد گھوڑے سے گرا اور صحرا میں مرگیا۔ اور اس کے لشکر نے ایک آسمانی چنگھاڑ سنی تو پورے کا پورا لشکر آنِ واحد میں ختم ہوگیا اور جنت جانے کے بجائے قبرستان چلا گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ سے پوچھا "روح قبض کرتے ہوئے کبھی تمہیں کسی پر ترس بھی آیا؟"

ملک الموت نے عرض کی جی ہاں دو دفعہ مجھے بڑا ترس آیا۔ پہلی دفعہ اس وقت مجھے ترس آیا جب سمندر میں ایک ماں اپنے نوزائیدہ بچے کے ہمراہ سفر کر رہی تھی، سمندر میں طوفان آیا، کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ وہ ماں ایک ٹکڑے پر اپنے نوزائیدہ بچے کو لے کر سمندر میں محو سفر تھی۔ اس وقت مجھے آپ کا حکم ملا کہ اس عورت کی روح قبض کرلی جائے۔ چنانچہ میں نے اس عورت کی روح قبض کرلی اور وہ بچہ اس

تختے پر اکیلا رہ گیا اور وہ تختہ ایک جزیرہ پر جا لگا۔ اور دوسری مرتبہ مجھے شدّاد کی روح قبض کرتے ہوئے ترس آیا اگرچہ وہ یعنی دشمنِ خدا تھا لیکن اس نے بڑی محنت سے جنت تعمیر کرائی تھی اور تو نے اسے دیکھنے کا موقع تک نہ دیا۔

جب ملک الموت دونوں مواقع بیان کر چکا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے صدا آئی کہ ملک الموت تم نے دونوں مرتبہ ایک ہی شخص پر رحم کیا۔ تختے پر جس بچہ کو تم نے دیکھا تھا ہم نے اس کی پرورش کی، اسے عزت و عظمت دی اسے اقتدار دیا اور وہ بدبخت ہمارا منکر بن بیٹھا۔ اور ہماری جنت کے مقابلہ میں اپنی جنت تیار کرنے لگا۔ در حقیقت شدّاد ہی وہ نوزائیدہ بچہ تھا جس کی ماں کی تم نے روح قبض کی تھی۔ خدا کے انکار کا یہ نتیجہ تو دنیا میں ہے۔ اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ ہے۔ (۱)

ریاکار اور قیامت

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین افراد بارگاہ خداوندی میں پیش کیا جائے گا۔ اور وہ یہ لوگ ہیں۔ (۱) جس نے قرآن حفظ کیا ہوگا (۲) جس نے راہ خدا میں جہاد کیا ہوگا (۳) دولت مند شخص۔

خداوند عالم پہلے قرآن کے قاری کو فرمائے گا میں نے تیرے لئے قرآن کو آسان بنایا تھا تو نے قرآن یاد کرنے کے بعد کیا کیا؟

اس وقت وہ جواب دے گا۔ خدایا! میں دن رات قرآن پڑھا کرتا تھا خداوند عالم فرمائے گا۔ تو جھوٹ ہے اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ تو اس لئے قرآن پڑھا کرتا تھا کہ لوگ تیری تعریف کریں۔ اور کہیں کہ فلاں شخص قاری ہے۔ تجھے تیری نیت کے مطابق دنیا میں اس کا اجر مل چکا ہے۔

۱۔ روضۃ الصفا

اس کے بعد خداوند عالم دولت مند شخص سے فرمائے گا۔ میں نے تجھے وسعت رزق سے نواز تھا تجھے کسی کا محتاج نہیں بنایا تھا۔ تم نے اس دولت سے کیا کیا؟

دولت مند شخص عرض کرے گا پروردگار! تو نے مجھے دولت سے نوازا تھا میں پوری زندگی صلہ رحمی کرتا رہا اور تیری راہ میں دولت خرچ کرتا رہا۔

آواز قدرت آئے گی تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے۔ تو اس لئے فیاضی اور سخاوت کرتا تھا کہ لوگ تیرے متعلق کہیں کہ فلاں شخص بڑا سخی ہے۔ تیری نیت کے مطابق دنیا میں تجھے یہ اجر مل چکا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ جنگجو مجاہد سے خطاب فرمائے گا تو نے دنیا میں کیا کیا؟

وہ عرض کرے گا خدایا! تو نے جہاد کا حکم دیا تھا میں نے تیرے حکم پر جہاد کیا اس وقت اسے آواز قدرت سنائی دے گی تو جھوٹا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ تو نے میری رضا کے جذبہ کے تحت جہاد نہیں کیا تھا۔ تو اسلئے جنگوں میں شریک ہوتا تھا کہ لوگ تیری جرأت و شجاعت کی تعریف کریں اور تیرا یہ مقصد دنیا میں تجھے مل چکا۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے انہی گروہوں کے ذریعہ سے آتشِ جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔ (۱)

ریا سے بچنے کی ایک مثال

ایک دن جناب عبداللہ شوستری شیخ بہائیؒ کی ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے۔ اور کچھ دیر شیخ بہائی کے ہاں بیٹھے رہے۔ اسی اثناء میں اذان ہوگئی۔

شیخ بہائی نے عبداللہ شوستری سے امامت نماز کی درخواست کی اور شوق ظاہر کیا

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۲۵۱۔ اسرار الصلوٰۃ شہید ثانی

کہ وہ ان کی اقتدار میں نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔

عبداللہ شوستری نے کچھ دیر غور و فکر کیا۔ اور امامت سے معذوری کا اظہار کرکے اپنے گھر واپس آگئے۔ کسی نے ان سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے اس دن شیخ بہائی کی درخواست کو قبول کیوں نہیں کیا تھا؟

تو انہوں نے جواب دیا جب شیخ بہائی نے مجھے امامت نماز کا حکم دیا تو میں نے اپنے نفس میں ایک قسم کا تغیر پایا۔ اور مجھ میں ایک طرح کی خود پسندی پیدا ہونے لگی کہ شیخ بہائی جیسے بزرگ میری اقتدار میں نماز پڑھنے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں اسی خود پسندی اور ریا کے ڈر سے اپنے گھر واپس چلا آیا(۱)

ریا کتنا مخفی ہوتا ہے؟

ایک عابد شخص نے اپنی تیس سالہ نماز کا اعادہ کیا۔ اور وہ بھی ایسی تیس سالہ نماز کو اس نے دوبارہ پڑھا جسے وہ جماعت کی صفِ اوّل میں ادا کرچکا تھا۔

جب اس سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ تیس سال تک میں متواتر صف اول میں باجماعت نماز ادا کرتا رہا لیکن ایک دن کسی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی جب میں مسجد میں پہنچا تو صف اول پر ہوچکی تھی مجھے دوسری صف میں کھڑا ہونا پڑا۔ اور جیسے ہی میں دوسری صف میں کھڑا ہوا تو مجھے ایک طرح کی شرمندگی سی محسوس ہوئی کہ ہمیشہ صف اول میں کھڑا ہونے والا شخص دوسری صف میں کچھ اچھا نہیں لگتا۔ اسی سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ میری تیس سالہ نمازوں میں خود پسندی اور ریاکاری کا عنصر شامل تھا۔ اسی لئے میں نے ان نمازوں کا اعادہ کیا۔ (۲)

۱۔ روضات الجنات ص ۳۶۶

۲۔ کشکول شیخ بہائی ص ۵

ریاکار عابد

بنی اسرائیل میں ایک عابد ہوا کرتا تھا۔ جس نے سالہا سال خداوند تعالیٰ کی عبادت کی تھی۔ ایک مرتبہ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے اس کا مقام دکھایا جائے۔ اگر میرے عمل مقبول ہوں گے تو پھر میں اور زیادہ محنت سے نیک عمل بجا لاؤں گا۔ اور اگر وہ تیری رضا کے مطابق نہ ہوئے تو مزید عبادت و زہد کے ذریعہ سے ان کی تلافی کروں گا۔

خواب میں اسے یہ جواب سنائی دیا اللہ کے نزدیک تیرا کوئی نیک عمل موجود نہیں ہے۔ کیونکہ تو نے جب بھی کوئی نیک کام کیا تو لوگوں کو اس سے آگاہ کیا اور تیری جزا بس یہی ہے کہ لوگوں نے تیرے اعمال کی تعریف کر دی۔

عابد کو اپنی کوتاہی پر شرمندگی ہوئی چند دن بعد اسے خواب میں بتایا گیا اپنی جان کو دوزخ سے بچانا چاہتے ہو تو اپنے جسم کی تمام رگوں کی مقدار میں روزانہ صدقہ دو۔

اس نے عرض کی خدایا! تو بہتر جانتا ہی کہ میں مفلس انسان ہوں میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ اپنی رگوں کی مقدار میں روزانہ صدقہ دے سکوں۔ اسے جواب سنائی دیا کہ ہم کسی کی طاقت سے زیادہ اسے تکلیف نہیں دیتے تم روزانہ تین سو ساٹھ دفعہ۔

سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الاّ اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الاّ باللّٰہ

پڑھا کرو، ہر کلمہ تمہاری ہر رگ کا صدقہ شمار ہوگا۔ عابد یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا خدایا مجھے اس سے زیادہ پڑھنے کا حکم دیا ہوتا، تو آواز آئی اس مقدار سے جتنا زیادہ پڑھو گے تمہارے اجر میں اضافہ ہوگا۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار جلد ۱۸ص ۵۲۳۔ نقل از دعوات راوندی

بہت ہی غمگین ہوا

سیّد نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ کے ص ۲۵۱ پر رقم طراز ہیں۔ ایک شخص کو ریاکاری کی عادت تھی ۔ وہ اپنی تمام تر عبادت لوگوں کے دکھانے کے لئے کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ پوری زندگی تو میں نے ریاکاری کی عبادت کی ہے۔ ایک رات ریا سے مبرا ہو کر بھی عبادت کرلوں اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ فلاں محلّہ میں ایک ویران سی مسجد ہے۔ آج رات میں وہاں جاکر نماز پڑھوں گا جیسے ہی لوگوں کی آمدورفت موقوف ہوئی۔ وہ اس مسجد میں چلا گیا اور وہاں خلوت میں جاکر نمازیں پڑھنے لگا۔

اسی اثنا میں اس نے مسجد کے دروازہ کھلنے کی صدا سنی۔ تو جذبہ ریا سے سرشار ہوا اور دل میں کہا چلو اچھا ہے اس محلّہ والے میری نمازوں سے واقف نہ تھے کوئی نہ کوئی تو اس مسجد میں آہی گیا جو میری نمازیں دیکھے گا اور لوگوں کو میرے زہد و تقویٰ کی اطلاع دے گا۔

چنانچہ اس نے وہ پوری رات عبادت میں صرف کردی۔ جیسے ہی صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو اس نے دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں سیاہ رنگ کا کتا سویا ہوا ہے جو کہ رات کی بارش سے بھاگ کر اس ویران مسجد میں چلا آیا تھا۔

یہ دیکھ کر وہ انتہائی غمگین ہوا اور اپنے چہرے پر تھپڑ مارے اور اپنے آپ سے کہنے لگا میں کتنا بدنصیب ہوں کہ میں ساری رات ایک سیاہ کتے کی خاطر عبادت کرتا رہا۔ اس سے پہلے میں اپنے جیسے انسانوں کو اپنی عبادت میں شریک کرتا تھا اور آج رات میں نے سیاہ کتے کو اپنی عبادت میں شریک کیا ہے۔

ریاکار رسوا ہوتا ہے

اصمعی کہتے ہیں کہ کوفہ سے بلال بن ابی بردہ نامی ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے پاس شام آیا۔ اور اس شخص نے معمولی علیک سلیک کے بعد مسجد کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ مسجد کے ایک ستون کے قریب بیٹھ کر ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز اس کی ظاہری عبادت سے بڑا متاثر ہوا۔

اس نے ایک دن اپنے ساتھی علاء بن مغیرہ سے کہا کہ میں اس شخص کی عبادت دیکھ کر متاثر ہوا ہوں اگر اس کا باطن اس کے ظاہر کی طرح ہے تو پھر یہ شخص عراق کی گورنری کے قابل ہے۔

علاء بن مغیرہ نے کہا میں اس کو آزماتا ہوں۔ اور اس کے باطن کی آپ کو خبر کردوں گا۔

علاء بن مغیرہ مسجد کے اس ستون کے پاس گیا جہاں وہ مصروف نماز تھا۔ اسے کہا کہ آپ نماز مختصر کریں مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔

اس نے نماز مختصر کی تو علاء نے کہا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ میں امیر کا مقرب خاص ہوں اور وہ مجھ پر بے حد اعتماد کرتا ہے۔ اگر میں تیرے لئے سفارش کروں تو وہ تجھے عراق کا والی بنادے گا لیکن پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس کے عوض میری کیا خدمت کروگے؟

اس شخص نے کہا اگر تم نے مجھے والیِ عراق مقرر کرادیا تو میں تجھے ایک لاکھ بیس ہزار درہم دوں گا۔

علاء بن مغیرہ نے کہا ایسا کرو تم مجھے اس کی تحریر لکھ کر دو تاکہ میں مطمئن ہوجاؤں۔ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار درہم کی تحریر لکھ دی۔

اس کے بعد علاء بن مغیرہ وہ تحریر لے کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا۔ اور اسے وہ تحریر پڑھائی۔

عمر بن عبدالعزیز نے والیِ کوفہ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا۔ اما بعد فان بلالا غرنا بالله فکدنانفتربه ثم سبکناه فوجدناه خبثا کله۔

بلال بن ابی بردہ اپنی عبادت و ریاضت کے ذریعہ ہمیں دھوکا دینا چاہتا تھا اور ہم بھی دھوکا کھانے ہی والے تھے۔ اب جو ہم نے اسے آزمایا تو ہم نے اسے خبیث پایا۔ (۱)

"الاذکیاء" کے مؤلف علامہ ابن جوزی اس حکایت کے بعد لکھتے ہیں کہ ایک شیرین سخن واعظ نے ایک بادشاہ کو وعظ نصیحت کی۔ واعظ کے جانے کے بعد بادشاہ نے بہت سا مال اس کے گھر بھیج دیا۔ مال لے جانے والے ملازم جب واپس آئے تو بادشاہ نے پوچھا کہ واعظ نے ہمارا ہدیہ قبول کیا ہے یا نہیں؟

ملازمین نے بتایا کہ واعظ نے خوش ہو کر سارا مال اپنے پاس رکھ لیا۔ تو بادشاہ نے کہا۔ کلنا صیاد و لکن الشباك مختلف "ہم سب کے سب شکاری ہیں لیکن ہر شخص کے پاس جال مختلف ہیں۔"

چند روایات

قال رسول الله ان الله یقول انا اغنی الانبیاء من اشرك من عمل عملاً صالحاً فلشرك فیه غیری فعیبی له فاانالا اقبل الاّ ماکان خالصاً لی "انوار النعمانیہ"

جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں

۱۔ الاذکیاء ابن جوزی ص ۴۱

کسی کو شریک بنانے سے بالکل بے نیاز ہوں۔ جس نے بھی کوئی نیک کام کیا اور اس میں میرے عفیر کو شریک کیا۔ز تو اگر اس عمل میں اس نے کچھ حصہ خالصتاً میرے لئے بھی کیا ہوگا تو میں وہ حصہ بھی اس غیر کو دے دوں گا میں بس صرف وہی عمل قبول کرتا ہوں جو میرے لئے خالص ہو۔

روی عن ابی عبداللہ (ع) فی قول اللہ عزوجل و مایؤمن اکثرھم بااللہ الاوھم مشرکون قال ھوقول الرجل لولا فلان لھلکت ولولا فلان مااصبت کذاوکذا ولولا فلان لضاع عیالی الاتری انہ قدجعل للہ شریکا فی ملکہ یرزقہ ویدفع عنہ قلت فیقول ماذا یقول لولا ان من اللہ علّی بفلان ھلکت قال نعم لابأس بھذا ونحوہ۔ الوسائل کتاب جھاد

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ۔ ومایومن اکثرھم باللہ الدوھم مشرکون کی تفسیر کرتے ہوئے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شرک کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے کے متعلق یہ الفاظ کہے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو میں ہلاک ہوجاتا۔ اور اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو مجھے وہ چیز نہ ملتی اور اگر فلاں نہ ہوتا تو میرا خاندان تباہ ہوجاتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے ان الفاظ کے ذریعے سے لوگوں کو اللہ کا شریک بنایا جو اس سے ضرر کو بھی دور کرتے ہیں۔اور اسے رزق و روزی بھی فراہم کرتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ اگر ایسے مواقع پر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر فلاں شخص کے ذریعہ سے اللہ مجھ پر احسان نہ کرتا تو میں ہلاک ہوجاتا۔ تو کیا اس قسم کے الفاظ کہنے درست ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "جی ہاں اس قسم کے الفاظ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لو ان قوما عبدو اللہ وحدہ لاشریک لہ واقامو الصلوٰۃ واتوا الزکوۃ وحجوا البیت وصا حواشھر رمضان ثم قالو الشئی صفہ اللہ ارصفہ رسول

الله ألاضع بخلاف الذی صنع او وجدو اذلك فی قلوبهم لكا نوابذلك مشركين ثم تلا هذه الاية فلا وربك لايؤ منون حتّی يحكموك فيما شجر بينهم ثم لايجدوا فی الفسهم مرجا مما قفيت ويسلموا تسليما. ثم قال ابو عبدالله فعليكم باتسليم

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا "اگر انسانوں کا ایک گروہ خداوند عالم کی عبادت کرے اور نماز پڑھے اور زکوۃ دے، بیت اللہ کا حج اور ماہ رمضان کے روزے رکھے پھر اللہ یا رسولؐ کے کسی حکم کے متعلق یہ کہے کہ ایسا حکم کرنے کی بجائے اللہ اور رسولؐ اس طرح کا حکم دیتے تو بہتر تھا۔ یا خدا اور رسولؐ کے فیصلہ کے خلاف اپنے دل میں کوئی تنگی اور ناراضگی محسوس کریں تو وہ مشرک ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے فلا وربك ...... کی آیت تلاوت فرمائی۔ حبیبؐ! آپ کے رب کی قسم وہ مؤمن نہیں بن سکتے جب تک اپنے تمام باہمی تنازعات کا آپ کو فیصل تسلیم نہ کرلیں۔ پھر آپ کے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں کسی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کو اس طرح سے تسلیم کریں جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تمہیں تسلیم سے کام لینا چاہئے۔

الدافي باب الكفر و اشرك

عن ابی جعفر ان الله تعالیٰ نصب عليًا علما يبنه وبين خلقه فمن عرفه كانه مومناً ومن انكره كان كافر اوهن جهله كان صالا وهن نصب معه شيأ كان مشركاً ومن جاء بولاية دخل الجنّه رمن جاء بصد امته دخل النّار الوافی باب وجوه انكفر

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان علی کو پرچم بنایا۔ جس نے اس کی معرفت حاصل کی وہ مؤمن بنا۔ اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر بنا اور جو اس سے بے خبر رہا وہ گمراہ ہوا۔ اور جس نے علی کے مقام میں کسی غیر کو شریک کیا وہ مشرک ٹھہرا۔ اور جو علی کی ولایت لے کر اللہ

کے حضور پہنچا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جو کوئی علی علیہ السلام کی عداوت لے کر آیا وہ دوزخ میں داخل ہوا۔

باب سوم

اطاعت انبیاء کا نتیجہ

عظمت مؤمن

ابن شہاب زہری روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے چند سپاہیوں کو امام زین العابدین علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے مدینہ روانہ کیا۔ سپاہی مدینہ آئے اور امام عالی مقام کو انہوں نے طوق و زنجیر پہنائے۔ اور انہیں اپنے ساتھ شام کی طرف لے کے گئے۔ میں سپاہیوں کے پاس گیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے امام سے ملاقات کی اجازت دی جائے۔ انہوں نے مجھے اجازت دی میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا۔ امام علیہ السلام کی یہ حالت دیکھ کر میں رونے لگا اور عرض کی کہ کاش یہ زنجیر میری گردن میں ہوتی اور آپؑ آزاد ہوتے۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے تبسّم فرمایا اور ارشاد کیا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ زنجیر مجھے اذیت دے رہی ہے۔ سنو ایسا ہرگز نہیں ہے اس وقت امام نے اپنے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے باہر نکالا۔ اور فرمایا کہ زہری! تم پر جب بھی کوئی ایسا موقع آئے تو اپنے اللہ کو پکارو اور اس کے عذاب کو یاد کرو۔ اور یہ بھی سن لو کہ میں ان سپاہیوں کے ساتھ دو منزلوں سے زیادہ نہیں رہوں گا۔

اس واقعہ کو تین دن گزرے کہ میں نے ان سپاہیوں کو سراسیمہ ہو کر مدینہ واپس آتے دیکھا۔ اور وہ حضرت کو مدینہ میں تلاش کر رہے تھے۔ مگر حضرت وہاں موجود

نہیں تھے۔ میں نے سپاہیوں سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم امام علیہ السلام کے اردگرد بیٹھے تھے کہ یکایک امامؑ کی زنجیر ٹوٹ کر دور جاگری اور حضرت ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے اب ہم انہیں تلاش کر رہے ہیں مگر وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آئے۔

زہری کہتے ہیں کہ میں شام گیا اور عبدالملک بن مروان سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھ سے امام زین العابدین علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو میں نے ان کے اوجھل ہونے کا واقعہ بیان کیا۔

عبدالملک نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ امام جیسے ہی سپاہیوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوئے اسی وقت میرے پاس شام میں پہنچ گئے اور مجھے فرمایا۔ مالانا وانت "تمہارے ساتھ میرا کیا واسطہ ہے؟

میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہیں۔ انہوں نے فرمایا لیکن میں تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتا۔

یہ کہہ کر میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور میں ان کے رعب و دبدبہ سے بہت زیادہ مرعوب ہوا اور ان کی ہیبت سے میرے کپڑے تک نجس ہوگئے۔

میں نے بادشاہ سے کہا کہ تمہیں امام زین العابدین علیہ السلام سے کسی قسم کا خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور انہیں تمہاری حکومت سے کوئی سروکار نہیں ہے وہ تو اللہ کی یاد میں ہر وقت مستغرق رہتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا یقیناً ایسا انسان خوش نصیب ہے جو ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتا ہو۔ (۱)

۱۔ مجمع النورین وبحار الانوار ج ۱۱

بینا اور نابینا

ابوبصیرؓ کہتے ہیں میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں مسجد نبوی میں گیا مسجد میں لوگوں کی آمدورفت جاری تھی۔ حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں سے پوچھو کہ انہیں میں (امام محمد باقرؑ) نظر آرہا ہوں۔

میں نے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا کہ تم نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا؟

تو سب مجھے یہی جواب دیتے کہ ہم نے حضرتؑ کو نہیں دیکھا۔ جبکہ حضرت سب کے سامنے بیٹھے تھے۔ مگر کوئی بھی شخص انہیں نہیں دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ابوہارون نابینا وہاں آیا۔ امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ اس سے پوچھو۔ تو میں نے اس نابینا سے پوچھا کہ تم نے امام باقر علیہ السلام کو دیکھا؟ تو اس نے کہا جی ہاں وہ سامنے تو بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا تم نے امام عالی مقام کو کیسے دیکھ لیا جب کہ تم تو نابینا ہو؟

اس نے کہا میں کیسے نہ دیکھوں آپ نور درخشاں اور روشن آفتاب ہیں۔

جنت میں مؤمن کے گھر کا حدود اربعہ

ہشام بن حکم راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک کوہستانی شخص آیا اور آپ کو دس ہزار درہم دیئے۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس وقت حج کے لئے جارہا ہوں آپ اس رقم سے میرے لئے ایک مکان خرید لیں میں چاہتا ہوں کہ حج سے واپس آنے کے بعد میں اس مکان میں اپنے اہل و عیال سمیت رہوں۔

وہ شخص حج کے لئے روانہ ہوگیا۔ حج سے فارغ ہوکر وہ شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا امام علیہ السلام نے اسے ایک رسید لکھ کر دی، جس میں تحریر تھا کہ

میں نے تمہارے لئے جنت میں ایک مکان خریدا ہے جس کا حد اول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے ساتھ ملحق ہے اور اس کی دوسری حد امیر المومنین علیہ السلام کے گھر کے ساتھ ملحق ہے۔ اس کی تیسری حد حسن علیہ السلام کے گھر کے ساتھ ملحق ہے۔ اور اس کی چوتھی حد امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ملحق ہے۔

کوہستانی شخص جنت کے مکان کی رسید لے کر بہت خوش ہوا اور امام علیہ السلام نے اس کی رقم اولاد حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام میں تقسیم کردی۔

چند دن بعد وہ شخص بیمار ہوا اور اپنے رشتہ داروں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ مجھے یقین ہے جو کچھ امام جعفر صادقؑ نے لکھ کر دیا ہے وہ حق ہے میں چاہتا ہوں کہ میں جب مرجاؤں تو اس رسید کو میرے ساتھ قبر میں دفن کردینا۔

چند دن بعد وہ شخص فوت ہوگیا رشتہ داروں نے اس کی وصیت کے مطابق امام علیہ السلام کی لکھی ہوئی رسید اس کے کفن میں رکھ دی۔ دوسرے دن وہی رسید قبر کے اوپر موجود تھی جس کے دوسری طرف یہ عبارت درج تھی کہ اللہ کے ولی جناب صادق نے جو وعدہ کیا تھا، اسے اللہ نے پورا کردیا۔ (۱)

سیدّ رضی اور واقعیات

ایک دن سیدّ رضی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بھائی سیدّ مرتضٰی علم الھدیٰ کی امامت میں نماز پڑھی۔ جب نماز تمام ہوگئی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں آئندہ آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیوں؟ تو سیدّ رضیؒ نے کہا میں نے دیکھا کہ تم عورتوں کے خون میں غلطاں تھے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱۔ احوال امام صادقؑ

سیدّ مرتضیٰ نے تصدیق کی۔ اور کہا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے درست ہے۔ میں نماز میں خون حیض کے مسائل میں الجھا ہوا تھا۔

یہی روایت ایک اور طرح سے بھی مروی ہے کہ سیدّ رضی، سیدّ مرتضیٰ کی امامت میں نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کشف کیا کہ ان کا بھائی خون میں غلطاں ہے۔ انھوں نے نماز توڑ دی اور مسجد سے باہر آگئے۔ اور تمام راہ یہی کہتے آئے کہ افسوس جو کچھ میں نے دیکھا۔

سیدّ مرتضیٰؒ نماز پڑھانے کے بعد بڑی جلدی سے گھر تشریف لائے۔ اور اپنے والدہ گرامی سے بھائی کے طرز عمل کی شکایت کی۔ ماں نے اپنے بیٹے رضی کو اس فعل پر ملامت کی تو سیدّ رضی نے کہا۔ اماں جان! میں نے بھائی کو دیکھا کہ وہ عورتوں کے خون میں سراسر غلطاں تھے، اس حالت میں میں ان کی اقتداء میں نماز کیسے پڑھتا۔

یہ سن کر سیدّ مرتضیٰ نے فرمایا۔ آپؒ کی بات درست ہے ایک عورت نے مجھ سے مسائل حیض دریافت کیئے تھے اس لئے میں نماز میں بھی ان مسائل میں الجھا ہوا تھا۔ (۱)

اگر لوگ اللہ کی اطاعت کرتے تو درندے ان کے مطیع ہوتے

شیخ ابی حازم بن عبدالغفار راوی ہیں کہ میں اور ابراہیم ادہم منصور دوانقی کے عہد حکومت میں کوفہ گئے۔ انہی دنوں امام جعفر صادق علیہ السلام بھی کوفہ آئے ہوئے تھے۔ چند دن بعد امام نے مدینہ جانے کی تیاری کی تو اہلیان کوفہ بڑی تعداد میں انہیں الوداع کہنے کے لئے جمع ہوگئے۔ مشایعت کرنے والوں میں ابن ثوری اور ابراہیم ادہم بھی شامل تھے۔ اور یہ ایک گروہ میں شامل تھے جو امام سے آگے آگے چل رہا تھا۔ ناگاہ

۱۔ منتہی الآمال، ص ۵۷۷

راستے میں ایک شیر کھڑا نظر آیا۔ تمام قافلہ شیر کی وجہ سے رک گیا اور ابراہیم ادہم نے کہا کہ تم سب اپنے مقام پر ٹھہر جاؤ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے آنے کا انتظار کرو۔ جب امام جعفر صادق آئے تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ راستے میں شیر کھڑا ہوا ہے۔ امام آگے بڑھے اور وہاں آئے جہاں شیر نے قافلہ کا راستہ روکا ہوا تھا۔ امام علیہ السلام نے اسے کان سے پکڑ کر دور ہٹا دیا۔ اور شیر نے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا اگر لوگ اپنے پروردگار کی اطاعت کرتے تو درندے ان کے مطیع ہوتے۔ لوگ اپنا سامان سفر بھی درندوں پر لادا کرتے۔ (۱)

امام کی پیروکاروں پر شفقت

علامہ طبرسیؒ اعلام الوریٰ میں رقم طراز ہیں کہ عبداللہ بن سنان کہتا ہے کہ کچھ فاخرہ لباس ہارون الرشید کو بطور ہدیہ کسی نے دیا۔ ہارون نے وہی فاخرہ لباس اپنے وزیر علی بن یقطین کو دے دیا۔ اس لباس میں ایک کھلے گلے والی ایک قمیض تھی جسے ''دراعہ'' کہا جاتا ہے، اور وہ قمیض قیمتی ریشم سے بنائی گئی تھی۔ اور بڑی نفاست سے اس پر طلاکاری کی گئی تھی۔ الغرض وہ قمیض ہر لحاظ سے بادشاہ کو ہی زیب دیتی تھی علی بن یقطین نے اس شاہانہ قمیض سمیت تمام فاخرہ لباس مزید ہدایا سمیت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا۔ امام علیہ السلام نے اس وقت وہ مال قبول کرلیا۔ مگر ساتھ ہی ایک اور قاصد کے ہاتھوں آپ نے وہ شاہانہ قمیض علی بن یقطین کو واپس بھجوادی۔ اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھو ایک دن تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔

اتفاق سے ایک مرتبہ علی بن یقطین اپنے کسی غلام پر ناراض ہوا اور اس غلام کو

۱۔ روضات الجنات ص ۴۱

اس امر کا علم تھا کہ علی بن یقطین بادشاہ کا ہدیہ امام موسیٰ کاظم کی نذر کرچکا ہے۔ چنانچہ اس غلام نے ہارون الرشید کے ہاں جاکر چغلی کھائی کہ علی بن یقطین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کا قائل ہے۔ اور ہر سال خمس اور دوسرا مال ان کے پاس روانہ کرتا ہے۔ اور سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ شاہی قمیض "دراعہ" جو آپ نے اسے دی تھی اس نے وہ بھی امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس بھیج دی ہے۔

یہ سن کر ہارون کو سخت غصہ آیا اور غلام سے کہا اگر تمہاری بات غلط ثابت ہوئی تو تجھے قتل کرادیا جائے گا۔ غلام نے کہا درست ہے۔ میں ہر سزا کے لئے تیار ہوں۔

اس کے بعد علی بن یقطین کو دربار میں طلب کیا گیا۔ ہارون الرشید نے کہا کہ میں نے غلطی سے شاہی قمیض دراعہ تمہارے حوالے کردی تھی مجھے اس کی ضرورت ہے اب وہ کہاں ہے ؟

علی بن یقطین نے کہا وہ میرے گھر میں موجود ہے اور میں نے اسے بڑی احتیاط سے خوشبو لگاکر الماری میں رکھا ہوا تھا۔ اور بطور تبرک میں اس کو روزانہ بوسہ دیتا ہوں۔ ہارون نے کہا جلدی سے منگواؤ۔

علی بن یقطین نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ تم میرے گھر جاؤ فلاں الماری کے فلاں صندوق میں وہ قمیض موجود ہے۔ اسے لے آؤ، غلام گیا اور مذکورہ قمیض لے آیا۔

ہارون یہ دیکھ کر خوش ہوا اور کہا کہ اب میں تمہارے خلاف کسی کی بات کا اعتبار نہیں کروں گا۔ چغل خور غلام کے متعلق ہارون نے حکم دیا کہ اسے ایک ہزار تازیانے مارے جائیں۔ پانچ سو تازیانے کھانے کے بعد اس غلام کی موت واقع ہوگئی۔

اہل بیت علیہم السلام سے رابطہ کریں

یہ روایت بھی علامہ طبرسیؒ نے اعلام الوریٰ میں نقل کی ہے کہ محمد بن فضیل

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے محدثین میں یہ اختلاف ہوا کہ پاؤں کا مسح پاؤں کی انگلیوں سے شروع کر کے ٹخنے پر ختم کرنا چاہئے۔ یا ٹخنے سے شروع کر کے پاؤں کی انگلیوں پر ختم کرنا چاہئے۔

علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں تحریر کیا کہ ہمارے محدثین کا پاؤں کے مسح میں اختلاف ہو چکا ہے۔ آپؑ سے درخواست ہے کہ آپ اس کی وضاحت کریں۔

چند دن بعد امام عالی مقام کی طرف سے جواب موصول ہوا۔ جس میں تحریر تھا، علی بن یقطین! جب تم وضو کا ارادہ کرو تو تین مرتبہ کلی کرو، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، تین مرتبہ اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے دھوؤ، پھر اپنے ہاتھوں کو دھوؤ بعد ازاں اپنے سر اور گردن کا مسح کرو اور آخر میں اپنے پاؤں دھو ڈالو۔ اور خبردار میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔

امام عالی مقام کا یہ مکتوب جیسے ہی علی بن یقطین کو ملا تو وہ سخت متعجب ہوا کیونکہ یہ طریقہ مذہب عامہ کا تھا۔ جس کا مذہب اہل بیت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بہر نوع علی بن یقطین نے کہا کچھ ہو، میرے امامؑ کا فرمان ہے۔ مجھے اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے مذہب عامہ کے مطابق وضو شروع کر دیا۔

اسی اثنا میں ایک درباری نے ہارون کے پاس علی بن یقطین کی شکایت کی کہ وہ مذہب شیعہ رکھتا ہے۔ ہارون نے اپنے درباریوں سے کہا پہلے بھی مجھے اس قسم کی شکایات موصول ہوتی رہی ہیں لیکن میں نے جب بھی تحقیق کی تو وہ شکایت ہمیشہ غلط ثابت ہوئی۔

ایک درباری نے کہا شیعہ مسئلہ وضو میں ہماری مخالفت کرتے ہیں آپ کسی وقت اس کے اس طریقے کی نگرانی کریں۔ کہ وہ آپ کو نہ دیکھتا ہو اور آپ اسے دیکھ سکیں

تو اس وقت اس کا تشیع کھل کر سامنے آجائے گا۔ کیونکہ شیعہ ہمیشہ آخر میں پاؤں دھونے کے بجائے پاؤں کا مسح کرتے ہیں۔ ہارون موقع کی تلاش میں رہا حتی کہ اسے وہ موقع جلد ہی مل گیا۔ جیسے ہی وقت نماز ہوا علی بن یقطین اپنے گھر میں بیٹھ کر وضو کرنے لگا اور اس کے ساتھ ہی ایک بلند و بالا منزل کی چھت پر بیٹھ کر ہارون اس کا وضو دیکھنے لگا۔ اس نے فرمان امام کے تحت بالکل وہی وضو کیا جیسا کہ سواد اعظم کے افراد کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر ہارون نے کہا کہ میں پھر کبھی اس کے خلاف کسی شکایت پر کان نہ دھروں گا۔ ہارون کے دربار میں علی بن یقطین کے مرتبہ اور درجہ میں اضافہ ہو گیا اس واقعہ کے دوسرے دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ایک خط علی بن یقطین کو ملا جس میں تحریر تھا۔ اے علی! آج کے بعد اسی طرح سے وضو کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔ چہرہ کو ایک مرتبہ واجب اور ایک مرتبہ سنت کی نیت سے دھوؤ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سے انگلیوں تک دھوؤ، بعد ازاں سر کا مسح کرو، پھر پاؤں کی انگلیوں سے ٹخنوں تک مسح کرو۔ مجھے تمہارے متعلق جو خوف تھا وہ زائل ہو چکا ہے۔ والسلام۔ (۱)

علی بن یقطین وہ شخصیت ہیں کہ انکے متعلق داؤد رقی بیان کرتے ہیں کہ میں عید قربان کے دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا میں نے جتنا وقت عرفات میں بسر کیا علی بن یقطین میرے دل و دماغ میں موجود رہا۔

یہ وہی علی بن یقطین ہے کہ ایک سال مقام عرفات میں اس کی جانب سے تلبیہ کرنے والوں کی گنتی کی گئی تو وہ پچاس افراد تھے۔ جو اس کی طرف سے رقم لے کر اس کی نیابت میں حج کرنے آئے تھے۔ (۲)

۱۔ کشکول بحرانی ج ۲ ص ۱۳۳

۲۔ تتمۃ المنتہی ص۔ ۱۶۹

پیروان ائمہ کی موت

شیخ صدوق نے اپنے اسناد سے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن کو اپنے انجام کی ہمیشہ فکر رہتی ہے اور وہ ہمیشہ اس امر کی تمنا رکھتا ہے کہ اس کا انجام بخیر ہو اور رضائے الٰہی کے مطابق ہو۔ جب اس کی موت کا وقت پہنچتا ہے اور ملک الموت کو دیکھتا ہے تو تقاضائے بشریت کے تحت اپنے مال و اولاد کی جدائی کی وجہ سے سخت غم گین ہوتا ہے۔ تو اس وقت ملک الموت اسے ندا کر کے کہتا ہے کیا کوئی عقل مند ایسے مال و دولت کے لئے پریشان ہو سکتا ہے۔ جو اس کے لئے فائدہ مند نہ ہو۔ اور جب کہ خداوند عالم نے اسے اس بے فائدہ مال و دولت کے عوض ہزاروں گنا زیادہ دولت و ثروت دی ہو۔ تو مومن کہتا ہے نہیں اس حالت میں غمگین نہیں ہونا چاہئے۔ تو اس وقت ملک الموت اشارہ کر کے کہتا ہے کہ اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھو۔ جب مومن اوپر نظر کرتا ہے اسے جنت کے عالی شان مکانات نظر آتے ہیں۔ جو کہ اس کی آرزو کی حدود سے بھی زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ ملک الموت کہتا ہے یہ جنت میں تیرا مکان ہے اور تیرے خاندان کے صالح افراد کو بھی اللہ عنقریب تیرا ہمسایہ بنادے گا۔ تو کیا دنیا معمولی سے مال و دولت کے بدلے میں جنت کی یہ نعمات تمہارے لئے بہتر نہیں ہیں؟

اس وقت مومن کہے گا خدا کی قسم میں راضی ہوں ۔ بعد ازاں ملک الموت مومن سے کہتا ہے کہ ایک دفعہ دوبارہ اوپر نگاہ کرو۔ اب جو مومن اوپر دیکھے گا تو مجھے یعنی رسول کریمؐ۔ امیر المومنینؑ حسن مجتبیٰؑ اور حسین علیہ السلام کو مقام اعلیٰ علیین

میں دیکھے گا۔ ملک الموت اسے کہے گا کہ یہ ہستیاں تیری دمونس غمگسار ہیں۔ اب جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جارہے ہو تمہیں وہ زیادہ عزیز ہیں یا یہ ذواتِ طاہرہ عزیزہ ہیں؟

مومن کہے گا مجھے یہ ذواتِ طاہرہ تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ میں ان کی رفاقت میں راضی ہوں۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور طبیب

کتاب ریاض القدس میں ایک ہزار حکایات درج ہیں۔ ان میں سے ایک حکایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیمار ہوئے اور ان کے علاج کے لئے ایک یہودی طبیب کو بلایا گیا۔ آپ علیہ السلام نے طبیب سے فرمایا علاج میں جلدی نہ کرو میرا ایک دوست ہے مجھے پہلے اس سے مشورہ کرنے دو۔ اس کے بعد آپ نے طبیب سے رخ موڑا اور قبلہ کی طرف منہ کرکے یہ دو شعر پڑھے۔

انت امرضتنی وانت طبیبی
فتفضل بنظرة یا جیبی
واسقنی من شراب ودك کأسا
ثم زدنی حلاوة التقریب

خدایا تو نے مجھے بیمار کیا ہے۔ اور تو ہی میرا طبیب ہے اپنا فضل کرتے ہوئے، اس بندہ پر نظر کرم فرما۔ اپنی محبت والفت کا مجھے جام پلا۔ اور مقام قربت کی شیرینی کا اس میں اضافہ فرما۔

امام علیہ السلام نے ان اشعار کو ابھی ختم ہی کیا تھا کہ صحت کے آثار طاری ہونے لگے اور طبیب بڑی حیرت سے دیکھتا رہا تھوڑی دیر کے بعد امام علیہ السلام مکمل طور پر

تندرست ہو چکے تھے۔

جب یہودی طبیب نے یہ منظر دیکھا۔ اور امام کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور کہا کہ پہلے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں طبیب ہوں اور آپؑ بیمار ہیں۔ لیکن اب مجھے پتہ چلا کہ میں بیمار ہوں اور آپؑ طبیب ہیں۔ مہربانی فرما کر میرا علاج فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے اسے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

ائمہ کے پیروکار غریب نہیں ہوتے

ایک شیعہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور امام علیہ السلام کے حضور اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا تو ہمارا شیعہ ہو کر مفلسی کا دعویٰ کرتا ہے۔ جب کہ ہمارے تمام شیعہ تو بے نیاز اور غنی ہیں۔ تمہارے پاس تو ایک فائدہ مند تجارت ہے جس نے تجھے بے نیاز کر دیا ہے۔

اس نے عرض کی بھلا میرے پاس کونسی تجارت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کوئی دولت مند شخص تجھے کہے کہ میں پوری روئے زمین کو چاندی سے بھر کر تجھے اس شرط پر دوں گا کہ تو اہل بیت پیغمبر کی محبت کو اپنے دل سے نکال دے۔ اور ان کے دشمنوں سے دوستی پیدا کر لے۔ تو کیا تو ہماری مودت کے بدلہ میں یہ دولت قبول کرو گے؟

تو اس نے کہا فرزند رسول ہرگز نہیں اگر پوری روئے زمین سونے سے بھر کر بھی مجھے دی جائے تو بھی میں قبول نہیں کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا پھر تو تو غریب نہیں ہے۔ دنیا میں بے نوا وہ ہے جس کے پاس وہ دولت نہ جو تمہارے پاس ہے۔ بعد ازاں امام نے اس مومن کو کچھ مال و

دولت دے کر رخصت کر دیا۔ (۱)

سپاہِ امام

ایک مرتبہ متوکل نے اپنی تمام فوج کو حکم دیا کہ وہ فلاں روز میرے سامنے حاضر ہو متوکل امام علی نقی علیہ السلام کو لے کر شہر سے باہر آیا۔ متوکل نے فوج کو حکم دیا کہ ہر فوجی مٹی کا ایک ٹوکرا بھر کر ایک مخصوص مقام پر ڈالتا جائے۔

چنانچہ متوکل کی فوج نے صبح سے عصر تک ایک مقام پر ایک ایک مٹی کا ٹوکرا ڈالنا شروع کیا وہاں بہت بڑا پہاڑ نما ٹیلہ وجود میں آگیا اس ٹیلہ کو ''تل المخالی'' کہا جاتا تھا یعنی ٹوکروں والا ٹیلا۔

متوکل امام علی نقی علیہ السلام کو لے کر اس ٹیلہ پر چڑھا۔ اور کہا کہ آپؑ نے میرا لشکر دیکھا ؟ اس لشکر کی موجودگی میں کوئی شخص میری کیا مخالفت کر سکے گا ؟

دراصل وہ اس فوجی مظاہرہ اور اپنے ان الفاظ سے امام علی نقی علیہ السلام کو مرعوب کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے ہمیشہ یہ اندیشہ دامن گیر رہتا تھا کہ ممکن ہے امام علیہ السلام کسی وقت اس کے خلاف خروج نہ کرلیں۔

امام علیہ السلام نے متوکل سے فرمایا۔ بہت اچھا تم نے تو ہمیں اپنا لشکر دکھایا ہے کیا تم بھی ہمارا لشکر دیکھنا چاہو گے ؟

اس نے کہا کیوں نہیں، اگر آپ کے پاس بھی لشکر ہے تو ہمیں بھی دکھائیں۔ اس کے کہنے کی دیر تھی کہ امام نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند فرمائے اس وقت متوکل نے دیکھا کہ مشرق سے مغرب تک اور زمین سے آسمان تک ملائکہ کے لشکر کے لشکر ہیں۔

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۹

یہ منظر دیکھ کر متوکل اتنا سراسیمہ ہوا کہ غش کر گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا متوکل! مت گھبراؤ ہم تمہارے ساتھ کسی طرح کی جنگ نہیں چاہتے۔ ہم امر آخرت میں مشغول ہیں ہم تم سے کسی قسم کی مزاحمت پسند نہیں کرتے۔ (۱)

رُشید ہَجری کی طاقت

علامہ مجلسی بحار الانوار کی جلد نہم میں رقم طراز ہیں کہ رُشید را کی پیش سے پڑھا جاتا ہے اور ہُجَری، ہُجَر کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے اور "ہجر" بحرین کا دارالحکومت ہے اور لفظ ہجر میں ہ اور ج پر زبر پڑھی جاتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام اسے "رشید البلایا والمنایا" کہا کرتے تھے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے اسے علم المنایا والبلایا عطا کیا تھا۔ اس علم کے اثر کی وجہ سے وہ جس شخص کو دیکھتے تو بتا دیتے تھے اسے فلاں بیماری لاحق ہوگی۔ یا فلاں شخص اسے قتل کرے گا۔ اور جیسا وہ کہتے ویسے ہی حالات رونما ہوا کرتے تھے۔

کتاب اختصاص میں ہے کہ ابن زیاد لعین نے رشید ہجری کی تلاش کا حکم دیا تو رشید ہجری اس کے خوف سے پوشیدہ ہوگئے۔ ایک دن ابوارکہ کے گھر وارد ہوگئے۔

ابوارکہ کا تعلق امیر المومنین کے اصحاب خاص سے تھا۔ اور بعض علماء اسے اصبغ بن نباتہ، مالک اشتر اور کمیل بن زیاد کی طرح امیر المومنین کے اصحاب خاص میں شمار کرتے ہیں۔ اور رجالِ شیعہ میں آل ابی ارکہ کو خاص مقام حاصل ہے۔

ابوارکہ بہت سے دوستوں سمیت اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ رشید ہجری اس کے گھر میں وارد ہوئے۔ رشید کو دیکھ کر ابوارکہ سخت پریشان ہوئے

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۴۰۴

اور گھر میں داخل ہو کر اس کمرے میں آئے جہاں رشید بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آتے ہی رشید پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ رشید بہت ہی افسوس ہے۔ تم مجھے قتل اور میرے بچوں کو یتیم کرانا چاہتے ہو۔

رشید نے کہا اس کی کیا وجہ ہے؟

ابواراکہ نے کہا شاید تجھے معلوم ہی نہیں ہے کہ ابن زیاد لعین تمہاری تلاش میں ہے۔ اس کے جاسوس قدم قدم پر تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اب جو تو میرے گھر میں داخل ہوا ہے اور تجھے اور لوگوں نے بھی داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ تو مجھے یقین ہے کہ تو اپنے ساتھ مجھے بھی قتل کرائے گا۔

یہ سن کر رشید نے کہا کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ آپ کے علاوہ مجھے کسی نے آپ کے گھر داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ابواراکہ نے کہا تو گویا اب تم میری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہو؟

ابواراکہ نے ازراہ احتیاط ایک کمرے میں اسے بند کر کے اوپر تالا لگا دیا۔

مقصد یہ تھا کہ اور لوگوں کو رشید کے متعلق علم نہ ہو۔ اور اگر بالفرض ابن زیادؒ کو پتہ چل بھی جائے تو بھی ابواراکہ یہ کہہ سکیں کہ میں نے اسے گرفتار کر لیا ہے۔

اس کے بعد ابواراکہ اپنے ان دوستوں کے پاس آئے جو گھر کے باہر دروازے پر جمع تھے ان سے ابواراکہ نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ کیا آپ لوگوں نے کسی سفید ریش بزرگ کو ہمارے مکان میں داخل ہوتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟

سب نے نفی میں سر ہلایا۔ اور کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم نے کسی بزرگ کو آپ کے گھر میں داخل ہوئے نہیں دیکھا۔

یہاں سے مطمئن ہو کر ابواراکہ ابن زیاد کے دربار میں یہ دیکھنے کے لئے گئے کہ دربار میں تو رشید ہجری کا کوئی تذکرہ نہیں ہو رہا۔

ابو اراکہ کہتے ہیں کہ میں وہاں جاکر ایک کرسی پر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میں نے دیکھا رشید ہجری میرے خچر پر سوار ہو کر دارالامارہ آرہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

ابن زیاد نے جیسے ہی انہیں دیکھا ان کے استقبال کے لئے دوڑا آیا اور انہیں گلے سے لگایا ان کے چہرے کے بوسے لئے، اور بار بار ان سے پوچھ رہا تھا کہ آپ کب تشریف لائے اور کون سے ذریعے سے یہاں پہنچے؟ اور آپ نے رہائش کہاں رکھی ہوئی ہے؟

کچھ دیر بعد رشید دار الامارہ سے اٹھ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے ابن زیاد سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون تھے؟

ابن زیاد نے کہا یہ میرے ایک شامی بزرگ ہیں۔ اور ہماری ملاقات کے لئے یہاں کوفہ تشریف لائے ہیں۔

اب جو ابو اراکہ اپنے گھر واپس آئے تو رشید ہجری کو اسی مقفل کمرہ میں بند پایا۔ ابو اراکہ نے بے ساختہ کہا۔ رشید! اللہ نے تمہیں یہ مقام دیا ہے۔ اب تم جب بھی چاہو میرے گھر آسکتے ہو۔ میں ہمیشہ آپ کے استقبال کے لئے آمادہ رہوں گا۔

قدرتِ امام کی ہلکی سی جھلک

ایک دن حضرت جابر بن عبداللہ انصاری حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی تنگ دستی اور فاقہ کشی کی شکایت کی، امام علیہ السلام نے فرمایا اس وقت ہمارے پاس ایک درہم تک موجود نہیں ہے۔

اس وقت کمیت جو کہ آل محمد کے مخلص شیعہ اور قادر الکلام شاعر تھے۔ وہ بھی اظہار ارادت کے لئے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی

فرزند رسول! میں نے آپ کی مدح میں نظم لکھی ہے اگر آپ اجازت دیں تو آپ کو سنادوں؟

امام علیہ السلام نے اجازت دی، کمیت نے اپنے نظم سنائی۔

امام علیہ السلام نے غلام کو حکم دیا کہ ساتھ والے کمرے میں جاؤ اور وہاں سے ایک تھیلی لاؤ۔ جس میں دس ہزار درہم ہیں، غلام وہ تھیلی لایا آپؑ نے وہ تھیلی کمیت کو عطا فرمائی۔

کمیت نے عرض کی اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کو اپنی دوسری نظم بھی سناؤں؟ آپؑ نے اجازت دی۔ کمیت نے اجازت پاکر دوسری نظم بھی امام علیہ السلام کو سنائی۔ امام علیہ السلام نے غلام کو پھر حکم دیا کہ جاؤ اسی کمرے سے ایک اور تھیلی لاؤ۔ اس میں دس ہزار درہم ہیں۔ غلام تھیلی لے کر آیا اور آپ نے وہ تھیلی بھی کمیت کو عطا فرمائی۔

کمیت نے عرض کی مولا! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کو اپنی ایک اور نظم بھی سناؤں؟

امام علیہ السلام نے اجازت دی۔ کمیت نے تیسری نظم بھی آپ کو سنائی۔

امام نے یہ نظم سن کر غلام کو حکم دیا کہ جاؤ اسی کمرہ سے ایک اور تھیلی لاؤ جس میں دس ہزار درہم ہیں۔

غلام حسب حکم ایک اور تھیلی لایا۔ آپؑ نے وہ تھیلی بھی کمیت کو عطا فرمائی۔

کمیت نے کہا مولا! میں نے یہ اشعار مال دنیا کی غرض سے نہیں لکھے تھے میں نے حق مودت کی ادائیگی کے لئے یہ اشعار کہے ہیں۔ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر امام علیہ السلام نے وہ رقم واپس لینے سے انکار کردیا کمیت چلے گئے۔ بعد ازاں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے عرض کی مولا! میں نے تو اپنی تنگ دستی کی

آپکے پاس شکایت کی تھی لیکن آپؑ نے مجھے یہ فرمایا کہ آج ہمارے پاس ایک درہم تک نہیں ہے۔ لیکن آپؑ نے کمیت کو تیس ہزار درہم عطا کئے ہیں۔ یہ سنکر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ جابر! تم اس کمرے میں جاؤ اور جاکر دیکھو کہ وہاں کچھ درہم ہیں۔

جابر کہتے ہیں میں اس کمرے میں گیا تو اس میں ایک درہم بھی نہیں تھا۔

جابر یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جابر! حیران مت ہو یہ جو کچھ تم نے دیکھا یہ ہماری قدرت کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔ ہم نے چاہا کہ تمہیں بھی کچھ جھلک دکھا دی جائے۔ (۱)

کمیت اور اس کا عقیدہ

محمد بن سہل کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کمیت کے ہمراہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کمیت نے عرض کی میں نے چند شعر لکھے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں سنادوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ بڑے باعظمت دن ہیں (ان میں شعر پڑھنا مناسب نہیں ہے)

کمیت نے عرض کی مولا! یہ اشعار آپ کے خاندان کے متعلق میں نے لکھے ہیں۔امام نے فرمایا تو اچھا سناؤ۔ کمیت نے شعر پڑھنے شروع کئے۔ امام صادق علیہ السلام نے اشعار سن کر بہت گریہ کیا۔ اور جب کمیت اپنی اس شعر پر پہنچے۔

یعیب به الرامون من توس غیرھم

فیا آخر اسدی له الغی اول

۱۔ الغدیر ج ۲ ص ۱۹۸

ان کے اغیار ان کے تیر سے صحیح نشانہ لگا رہے ہیں۔ اور ان کے پہلے شخص نے ہی آخری شخص تک گمراہی پھیلائی ہے۔

تو امام صادق علیہ السلام نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ بلند کئے اور فرمایا۔ خدایا کمیت کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما اور اس کے پوشیدہ اور علانیہ گناہوں سے درگزر فرما۔ اور اسے اپنے لطف و کرم سے اتنا حصہ عطا کر کہ وہ راضی ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے ہزار دینار رقم عطا فرمائی اور اس کے ساتھ نئے کپڑے بھی عطا فرمائے۔

کمیت نے کہا۔ آقا! خدا کی قسم میں دنیا کی وجہ سے آپ کو دوست نہیں رکھتا اگر دنیا کا حصول ہی میرا مطمع نظر ہوتا تو میں ان لوگوں کے پاس جاتا جن کے ہاتھ میں دنیا ہے۔ میں اپنی آخرت کے سنوارنے کے لئے آپ سے محبت کرتا ہوں مہربانی فرمائیں۔ آپ یہ تمام زر و دولت مجھ سے واپس لے لیں اور اس کے بدلہ میں اپنا استعمال شدہ کوئی کپڑا عنایت فرمائیں جو میرے لئے تبرک کا کام دے۔ امام علیہ السلام نے اس کے اصرار پر مال و دولت واپس لے لیا۔ اور اپنا ایک استعمال شدہ قمیض ان کے حوالے کر دیا۔

جب شیر بھیڑوں کا رکھوالا بنا

شیخ صدوق امالی میں فرماتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے ابوذر کے ایمان لانے کے واقعہ کو اس طرح سے بیان فرمایا۔

ابوذر مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر اپنی بھیڑیں چرا رہے تھے کہ دائیں جانب سے ایک بھیڑیئے نے ان کے ریوڑ پر حملہ کیا۔ ابوذر نے اپنی لاٹھی کے ذریعہ سے اسے دور کیا۔ کچھ دیر بعد پھر اسی بھیڑیئے نے ریوڑ کے بائیں جانب حملہ کیا۔ ابوذر نے اسے پھر دور کیا۔ اور کہا خدا کی قسم میں نے اپنی زندگی میں اس سے بدترین بھیڑیا

کبھی نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے زبان فصیح میں جواب دیا۔ کہ میں نے مکہ کے لوگوں سے زیادہ برا کوئی شخص نہیں دیکھا، اللہ نے ان میں ایک عظیم شخص کو نبی بنا کر بھیجا اور وہ اسے گالیاں دیتے ہیں۔ اور اس کے مقام کو نہیں جانتے۔ بھیڑیئے کی اس گفتگو نے ابوذر کے دل میں گہرا اثر ڈالا۔ انہوں نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ ان کے لئے زادِ راہ اور پانی کا ایک برتن تیار کرے۔ میں مکہ جاکر امرِ واقعہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔

موسم انتہائی گرم تھا۔ گرم لُو کے جھونکے چل رہے تھے کہ ابوذر مکہ میں وارد ہوئے اور پانی پینے کے لئے چاہِ زمزم پر آئے انہوں نے جیسے ہی ڈول کو کنوئیں میں ڈالا تو ان کے ڈول میں پانی کی بجائے دودھ آیا۔ انہوں نے دودھ دیکھ کر کہا یہ بھیڑیئے کی صداقت کی پہلی دلیل ہے۔

اس کے بعد وہ خانۂ خدا میں آئے اور انہوں نے دیکھا کہ مسجد الحرام کی ایک جانب بہت سے افراد جمع ہیں اور پیغمبر کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں دور سے ابوطالب آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اور ابوطالب کو دیکھ کر یہ لوگ کہنے لگے کہ بات کو مختصر کرو کہ اس کا چچا آرہا ہے۔

ابوطالب آئے اور کافی دیر تک ان سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی مجلس برخاست ہوگئی اور تمام افراد اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے ابوذر، ابوطالب کے پیچھے چل دیئے۔

راستے میں ابوطالبؑ نے ان سے پوچھا۔ تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے؟

ابوذر نے کہا میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کا خواہش مند ہوں اور میں ان پر ایمان لانا چاہتا ہوں۔

ابوطالبؑ انہیں رسول کریم کی خدمت میں لے گئے۔ ابوذر نے بھیڑیئے کا قصہ سنایا اور پھر مسلمان ہوگئے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا اب تم واپس اپنے قبیلے میں چلے

جاؤ تمہارا چچا زاد بھائی فوت ہو گیا ہے۔ اس کے مال و دولت کی جا کر حفاظت کرو اور جب تک ہمارا امر ظاہر نہ ہو تم وہاں رہو۔

ابوذر واپس آئے اور آکر دیکھا کہ ان کا چچا زاد بھائی فوت ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس کے مال کو جمع کیا اور اپنے قبیلہ میں تبلیغ اسلام کرتے رہے۔

جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو ابوذر نے بھی ہجرت کی اور مسجد قبا میں رسول خداؐ سے ملاقات کی اور عرض کی کہ یارسول اللہؐ! میرے پاس اس وقت ساٹھ بھیڑیں ہیں، میں نہیں چاہتا کہ میں سارا دن انہیں چراتا رہوں، لیکن مجبور ہوں، میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے، کہ کسی کو ریوڑ کا چرواہا مقرر کر سکوں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم جاؤ اور اپنا ریوڑ چراؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب فرمائے۔ ابوذر گئے اور چھے دن تک واپس نہ آئے اور جب ساتویں دن حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا بھیڑیں کس کے حوالہ کر کے آئے ہو؟

انہوں نے عرض کی کہ میں صحرا میں مشغول نماز تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور میری ایک بھیڑ کو اٹھا لیا۔ میں نے نماز نہ توڑی۔ اور اس دوران شیطان میرے دل میں وسوسہ ڈالتا رہا کہ اگر تو اس طرح سے نماز پڑھتا رہا تو تیرا تمام ریوڑ بھیڑیئے کھا جائیں گے۔ مگر میں نے ابلیس کے اس وسوسہ کو نظر انداز کر دیا۔ پھر وہ بھیڑیا دوبارہ آیا اور ایک اور بھیڑ کو اٹھا لیا، میں نے اپنی نماز کو پھر بھی قطع نہ کیا۔ میں نماز میں مصروف تھا کہ میں نے دیکھا ایک شیر آیا۔ جس نے بھیڑیئے کے ٹکڑے کر دیئے۔ اور میری بھیڑوں کو ساتھ لے کر ریوڑ میں لے آیا اور فصیح زبان میں مجھ سے خطاب کر کے کہا۔ اے ابوذر! نماز میں مشغول رہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری بھیڑوں کا چرواہا بنایا

ہے۔ نماز کے بعد شیر میرے پاس آیا اور کہا میں تیرے ریوڑ کی گلہ بانی کروں گا اور تم حضور اکرمؐ کے پاس جاؤ اور وہاں جا کر میرا اسلام عرض کرو۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یاابا ذرانك احسنت طاعة الله فسخرلك من يطيعك فی كف العوادی عنك. ابوذر! تو نے اچھی طرح سے اللہ کی، اطاعت کی تو اللہ نے تمہارے لئے وہ حیوان مسخر کر دیا، جو تجھے اور مصائب سے نجات دلاتا ہے۔ (۱)

سلمان کو پہچانیں

ایک دن حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوذرؓ اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور درمیان میں ایک دیگچی آگ پر چڑھی ہوئی تھی اور جوش مار رہی تھی۔ اچانک وہ دیگچی پتھروں سے نیچے گری۔ لیکن اس میں سے ایک دانہ بھی نہ باہر آیا۔ حضرت سلمانؓ نے اپنے خالی ہاتھوں سے اسے پکڑ کر دوبارہ پتھروں پر رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ دیگچی پھر دوبارہ الٹ گئی مگر اس دفعہ بھی اس میں سے کچھ بھی باہر نہ نکلا۔ حضرت سلمانؓ نے خالی ہاتھوں سے اسے پکڑ کر دوبارہ پتھروں پر رکھ دیا۔

حضرت ابوذرؓ یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ اور وہاں سے اٹھ کر سیدھے سرکار امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور تمام ماجرا آپؑ کو سنایا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ ابوذر! جو کچھ سلمانؓ جانتا ہے اگر وہ اپنا تمام علم تمہارے سامنے بیان کر دے تو تم کہو گے کہ اللہ سلمان کے قاتل پر رحم فرمائے۔

یاد رکھو سلمان اللہ کا دروازہ ہے جس نے اسے پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

۱۔ روضۃ الواعظین محمد بن فتال نیشاپوری

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مقداد جناب سلمانؓ کے پاس گئے تو وہاں ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک دیگچی پتھروں پر رکھی ہوئی ہے۔ اور وہ بغیر کسی آگ کے کھول رہی ہے۔ مقدادؓ نے متعجب ہوکر سلمان سے کہا۔ بندہ خدا! دیگچی کے نیچے آگ نہیں ہے پھر بھی دیگچی کھول رہی ہے۔ سلمانؓ نے یہ سن کر دو پتھر اٹھائے اور دیگچی کے نیچے ڈال دیئے تو وہ انگاروں کی طرح سے دہکنے لگے۔ اور دیگچی زیادہ کھولنے لگی۔ سلمانؓ نے مقدادؓ سے کہا کہ دیگچی کے جوش کو کم کرو۔ مقدادؓ نے کہا میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے میں دیگچی میں ماروں۔ یعنی کوئی چمچہ و کفگیر نہیں ہے۔ سلمان نے اپنے ہاتھ کو چمچ کی طرح دیگچی میں مارا۔ جس سے اس کے جوش میں کمی واقع ہوگئی۔ اور ہاتھ سے کچھ مقدار نکال کر مقداد کے سامنے رکھی اور دونوں نے مل کر کھایا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر مقدادؓ سخت وحشت زدہ ہوگئے۔ اور رسول کریمؐ کو یہ داستان جاکر سنائی۔ (۱)

میثم تمار کی عظمت

جس سال حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے ہجرت فرمائی۔ حضرت میثم تمار بھی اسی سال مکہ گئے تھے۔ پھر مکہ سے مدینہ گئے اور حضرت امّ سلمٰی امّ المومنین کے درِ دولت پر حاضری دی۔ حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کون ہو؟

انہوں نے کہا میں میثم تمار ہوں۔ حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا خدا کی قسم میں نے کئی دفعہ تاریکی شب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

۱۔ منتہی الآمال ج ۱ ص ۸۲

تیرا ذکر کرتے ہوئے سنا۔ اور حضور اکرمؐ امیر المومنین کو تمہاری سفارش فرماتے تھے۔

میثم نے امؓ المومنین سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ اس وقت اپنے ایک باغ میں تشریف لے گئے ہیں۔

میثم نے کہا جب آپؑ تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور ان سے کہنا کہ عنقریب بارگاہ رب العزت میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ جناب امؓ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ عطر لے کر میثم کی داڑھی پر لگاؤ کنیز نے ان کے چہرہ پر عطر لگایا تو میثم نے کہا آپ نے ابھی میرے چہرے پر عطر سے معطر کیا ہے۔ چند روز بعد یہی چہرہ آپ اہل بیت کی محبت میں خون سے رنگین ہوگا۔

حضرت امؓ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ امام حسین علیہ السلام تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ میثم نے جواب میں کہا۔ میں بھی ہمیشہ انہیں یاد کرتا ہوں۔ لیکن اس وقت مجھے جلدی ہے۔ لہذا میں ٹھہر نہیں سکتا، مجھے بھی ایک کام درپیش ہے اور میرے مولا کو بھی ایک کام درپیش ہے ہم دونوں نے اپنے اپنے حصہ کے کام کو سر انجام دینا ہے۔ پھر امؓ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے چلے آئے۔ راستے میں عبداللہ بن عباس کو بیٹھا ہوا دیکھا تو میثم نے کہا۔ ابن عباس! تم نے جو تفسیر قرآن پوچھنی ہو مجھ سے پوچھ لو میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے قرآن پڑھا تھا اور تاویل قرآن بھی انہی سے حاصل کی تھی۔

ابن عباس نے کاغذ اور قلم منگایا یا چیدہ چیدہ مقامات کی تفسیر میثم سے پوچھ کر لکھتے گئے۔ پھر حضرت میثم نے کہا ابن عباس! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی۔ جب مجھے نو افراد کے ہمراہ صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ یہ سنکر ابن عباس نے لکھے ہوئے اوراق

پھاڑ دیئے اور کہا کہ تم کاہن اور جادوگر ہو۔ میثم نے کہا ان اوراق کو مت پھاڑو اگر مستقبل قریب میں میری بات غلط ثابت ہو جائے تو تم ان اوراق کو بے شک پھاڑ دینا۔ (۱)

چند روایات

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

رب اشعث اعنبر ذی طمدین مدقع بالابواب لواقسم علی اللّٰہ

الوسائل کتاب الحج ص ۲۹۹

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ بہت سے پریشان بالوں والے اور غبار آلود چہروں اور پرانے کپڑے پہننے والے اور مخلوق کے دروں پہ خوار ہونے والے ایسے بھی ہیں اگر انھیں درگاہ بے نیاز میں کوئی حاجت درپیش ہو اور وہ خدا کو قسم دے دیں۔ تو اللہ ان کی حاجات پوری کردے۔ اور ان کی دعاؤ کو رد نہ فرمائے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یقول لایذال عبری یتقرب ابی بالنوافل مخلصاً لی حتیٰ فاذا اجبته کنت سمعه انری یسمع به بصره الّذدی یبصربه ویده الّتی یبطنس بها ان سلنی اعطیبة ان استعاذ نی لمدته

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ اللہ فرماتا ہے کہ بندہ ہمیشہ خالص میرے لئے نوافل ادا کرنے کے ذریعہ سے میرے قریب ہوتا رہتا

۱۔ منتہی الامال ج ۱ ص ۱۵۸، مقتل خوارزمی بدون ذکر ابن عباس

ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جس سے چیزوں کو پکڑتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے عطا کرتا ہوں۔ اور اگر مجھ سے پناہ کی درخواست کرے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ ارشاد القلوب دیلمی ص ۱۲۰

قال ابو عبداللہ علیہ السلام

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے ہمارے شیعہ کتنے خوش نصیب ہیں۔ اور خدا کے نزدیک ہمارے شیعہ کتنے مقرب بارگاہ ہیں۔ اور قیامت کے روز اللہ ان کے ساتھ کتنا ہی اچھا ہی سلوک کرے گا اگر لوگ اس بات کو عظیم نہ گردانتے۔ یعنی اگر لوگوں کی گمراہی کا اندیشہ نہ ہوتا یا اس بات کی فکر نہ ہوتی کہ وہ ایک دوسرے پر فخر کریں تو فرشتے ظاہر ہو کر ہمارے شیعوں پر سلام کرتے۔

قال الباقر علیہ السلام۔

حبذاً شیعتنا ما اقزبهم من عرش الله عزوجل واحسن ضع الله اليهم يوم القيامة والله لولا ان يتعاظم الناس ذلك اويدخلهم زهولسلمت عليهم الملائكة قلاً

(روضۃ کافی ص ۲۱۴)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر روئے زمین پر ہمارے دوست نہ ہوتے تو خدا کی قسم تو زمین سے کبھی سبزہ نہ اگتا۔ اور اگر دنیا میں تم لوگ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ تمہارے مخالفین و منحرفین کو ذرہ برابر بھی کوئی نعمت عطا نہ فرماتا۔ اور وہ لذائذ زندگی سے دنیا و آخرت میں کبھی لطف اندوز نہ ہوتے۔

باب چہارم

اطاعت والدین

وقضٰی ربّک ان لاتعبدو الآ اباہ وبالوالدین احساناً۔ القرآن

"اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس کے علاوہ
کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے بھلائی کرو"

والدین کا خدمت گزار ہم نشین انبیاء

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے میرے جنت کے ساتھی کی زیارت کرائی جائے۔ تاکہ میں اسے دیکھ سکوں کہ وہ کیسا انسان ہے۔

جناب جبریل امین نازل ہوئے۔ اور کہا کہ موسیٰ! فلاں قصاب جو فلاں محلّہ میں رہتا ہے وہ جنت میں آپ کا ہم نشین ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ملنے کے لئے اس کی دکان پر گئے۔ اور دیکھا وہ دوسرے قصابوں کی طرح گوشت فروخت کرنے میں مصروف تھا۔

عصر کے وقت وہ جوان فارغ ہوا۔ اور اپنے حصے کا گوشت اٹھا کر اپنے گھر کی طرف چل پڑا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے اس کے دروازے پر آئے اور اسے کہا کہ میں آج تمہارا مہمان ہوں۔ جوان نے خوش آمدید کہا۔ وہ آپ کو ساتھ لے کر اندر آگیا۔ اس نے پہلے تو کھانا تیار کیا بعد ازاں گھر کی دوسری منزل پر گیا

جہاں سے وہ ایک بڑی زنبیل کو اٹھا کر نیچے لایا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس زنبیل میں ایک بوڑھی عورت تھی۔ جوان نے اس عورت کو زنبیل سے نکالا۔ اسے اپنے ہاتھوں سے نہلایا بعدازاں اپنے ہاتھوں سے اس بڑھیا کو کھانا کھلایا پھر اس نے بڑھیا کو زنبیل میں لٹایا اور اسے سابقہ مقام پر رکھنے کے لئے اٹھا تو اس عورت نے کچھ کلمات ادا کئے جو کہ پیرانہ سالی کے باعث قابل فہم نہ تھے۔

بعد ازاں جوان موسیٰ علیہ السلام کے لئے طعام لایا۔ حضرت موسیٰ نے جوان سے پوچھا کہ اس عورت سے تمہارا کیا تعلق ہے؟

جوان نے بتایا کہ یہ میری بوڑھی ماں ہے اور میں مالی طور پر کمزور ہوں اس کی خدمت کے لئے نوکرانی کا انتظام نہیں کرسکتا۔ اسی لئے میں خود ہی اس کی خدمت کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری ماں کھانا کھانے کے بعد کیا کہہ رہی تھی؟

جوان نے جواب دیا کہ میری ماں کا اصول ہے جب بھی میں اسے نہلاتا اور کھانا کھلاتا ہوں تو وہ ہمیشہ دعا دے کر کہتی ہے۔ غفر اللہ لک وجعلک جلیس موسیٰ یوم القیامۃ فی قبتہ ودرجتہ۔ خدا تیری مغفرت فرمائے اور روز قیامت تجھے موسیٰؑ کا ہم نشین بنائے، تجھے اسی جنت اور اسی درجہ میں جگہ دے جہاں موسیٰؑ ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جوان تجھے خوشخبری دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے تیری ماں کی دعا کو قبول کرلیا ہے۔ مجھے جبریلؑ نے یہ خبر سنائی ہے کہ تو جنت میں میرا ہم نشین ہوگا۔

فضل برمکی کی بیماری اور والد کی ناراضگی

فضل بن یحییٰ برمکی کے سینہ پر برص کا نشان نمودار ہوا اور وہ اس سے سخت پریشان ہوا۔ اسی وجہ سے اس نے دن کے وقت حمام جانا ترک کر دیا تاکہ کوئی شخص اس کے اس داغ سے واقف نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ اس نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ اس دور کا سب سے بڑا طبیب کون ہے؟ تو تمام درباریوں نے جاثلیق پارسی کا نام لیا جو کہ شیراز میں رہتا تھا۔

اس نے اس طبیب کو شیراز سے بغداد بلایا۔ اور اس کے امتحان کی غرض سے اس نے طبیب کو بتایا کہ میرے پاؤں میں درد رہتا ہے آپ اس کا علاج کریں۔

طبیب نے کہا کہ اس کے لئے سب سے پہلے تو آپ کو دودھ کی بنی ہوئی تمام اشیاء اور ترش اشیاء سے پرہیز کرنا ہوگا۔ اور چنے کو سادہ پانی میں پکا کر کھانا چاہیے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک سالہ مرغ، حلوہ اور انڈے کی زردی کو شہد میں ملا کر دوا تیار کی اور فضل کو کہا کہ وہ اس دوا کو استعمال کرے۔

فضل نے دوا تو کھائی لیکن اس کے ساتھ اس نے پرہیز نہ کیا اور ترش اشیاء کا استعمال جاری رکھا۔

دوسرے دن طبیب آیا اور فضل کے قارورہ دیکھنے کا تقاضا کیا، جیسے ہی اس کے سامنے اس کا قارورہ پیش کیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ میں آپ کا علاج نہیں کروں گا کیونکہ آپ نے بدپرہیزی کی ہے۔ اور میرے کہنے پر آپ نے ترش اشیاء کا استعمال ترک نہیں کیا۔

یہ دیکھ کر فضل کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی ایک بہترین طبیب ہے۔ اس نے اسے خلوت میں کہا کہ میں نے یہ سب کچھ آپ کی آزمائش کی غرض سے کیا تھا۔ اصل

مسئلہ یہ ہے کہ میرے سینے پر برص کے داغ نمودار ہوئے ہیں میں آپ سے ان کا علاج کرانا چاہتا ہوں۔

جاثلیق نے کہا۔ میں اس کا علاج کروں گا اور آپ چند ہی دنوں میں تندرست ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس نے فضل کا علاج شروع کیا وہ اس مرض کے جتنے بھی علاج جانتا تھا۔ اس نے سب علاج کرڈالے مگر فضل کو کوئی افاقہ نہ ہوا۔

طبیب انتہائی پریشان ہوا کہ آخر یہ مرض ختم ہونے میں کیوں نہیں آتا۔

اور فضل بھی فکرمند تھا کہ اتنا بڑا طبیب اس کے علاج کرنے میں کیوں ناکام ہو گیا۔

ایک دن فضل نے علاج کی ناکامی کا شکوہ کیا تو طبیب نے کہا آپ پہلے اپنے والد کو راضی کریں جب تک وہ آپ سے راضی نہیں ہوتے میری دوا کارگر نہیں ہوگی۔ فضل اپنے والد یحییٰ کے پاس گیا اور ان سے معافی مانگی۔ والد نے خلوص دل سے اسے معاف کردیا۔ اور انہی دواؤں سے چند ہی دنوں میں فضل شفایاب ہو گیا۔

فضل نے طبیب سے دریافت کیا کہ آخر آپ کو کس نے بتایا تھا کہ میرے والد مجھ سے ناراض ہیں؟

طبیب نے کہا کہ میں نے ہر ممکن طریقہ سے آپ کا علاج کیا۔ مگر کوئی بھی علاج کارگر نہ ہوا تو مجھے یقین ہو گیا کہ بندگان خدا میں سے کوئی بندہ آپ سے ناراض ہے۔ اور ادھر میں نے آپ کے دربار میں یہ مشاہدہ کیا کہ آپ کے دروازے سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ بس مجھے یقین ہو گیا کہ باقی تمام لوگ آپ سے راضی ہیں شاید آپ کے والد ہی آپ سے ناراض ہیں جس کی وجہ سے میری کوئی دوائی آپ پر اثر نہیں کر رہی۔

اب جب کہ آپ نے والد کو راضی کر لیا تو انہی دواؤں کی وجہ سے اللہ نے آپ کو

صحت عطا فرمائی۔ (۱)

والدین کی ناراضگی موت کو دشوار بنادیتی ہے

ایک شخص پر وقت نزع طاری تھا اور احتضار کی گھڑی تھی۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سرہانے پہنچے۔ اس شخص کو سکرات الموت لگی ہوئی تھی مگر اس کی جان نہیں نکل رہی تھی۔

رسول کریمؐ نے اسے آواز دی۔ اس نے جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس وقت تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟

اس نے کہا یارسولؐ اللہ! مجھے دو ڈراؤنے شخص اپنے سامنے نظر آتے ہیں وہ اس وقت میرے سامنے کھڑے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس جوان کی ماں زندہ ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ جی ہاں اس کی ماں زندہ ہے۔ فرمایا۔ اسے یہاں لے آؤ جب وہ آئی تو آپ نے فرمایا۔ ضعیفہ! کیا تم اپنے بیٹے سے ناراض ہو۔ اور اگر ناراض ہو تو اسے معاف کردو۔

ضعیفہ نے کہا۔ رسول اللہ! واقعی میں اس سے ناراض تھی اور اب آپؐ کے فرمان کے تحت اسے معاف کر رہی ہوں۔

اس وقت جوان بے ہوش ہوگیا اور جب ہوش میں آیا تو آپؐ نے اسے پھر صدا دی اور پوچھا اس وقت تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟

جوان نے کہا یارسول اللہ! وہ سیاہ چہرے چلے گئے ہیں۔ اب مہربان اور شفیق چہرے والے دو شخص میرے پاس آئے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوں۔ پھر

ا۔ ارشاد القلوب دیلمی ص ۱۲۰

اس کی روح پرواز کر گئی۔ (۱)

نالائق اولاد

دنیا میں نالائق اولاد بھی ہوتی آئی ہے ایک شخص کی نالائقی ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب الکلام یجر الکلام کے مؤلف اپنی کتاب کے صفحہ ۷۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایک شخص علمائے زنجان میں سے ایک عالم دین کے پاس آیا اور آکر کہا کہ آپکا بھائی والدہ کے نان و نفقہ کے لئے اس کی مدد نہیں کرتا۔

اس عالم دین نے ایک شخص کو اس کے ہمراہ روانہ کیا تاکہ اس کے بھائی کو سرزنش کر کے والدہ کے نان و نفقہ میں اسے شریک کرے۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں اس شخص کے پاس گیا اور اسے پیار سے سمجھایا کہ تم والدہ کے نان و نفقہ کے لئے اپنے بھائی کی مدد کرو۔

اس نے جواب دیا کہ مجھ پر والدہ کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیوں؟

تو اس نے کہا آج سے چند برس قبل سخت قحط آیا اس وقت ہمارے والدین دونوں زندہ تھے ہم دو بھائیوں نے آپس میں طے کیا کہ ہمیں ان کی خدمت کرنی چاہئے۔ چنانچہ والد کی خدمت میرے حصے میں آئی اور والدہ کی خدمت میرے بھائی کے حصے میں آئی۔ میری خوش نصیبی کہ والد جلد فوت ہوگئے۔ اور اس کی بدنصیبی کے ماں زندہ ہے۔

اب معاہدہ کے تحت والدہ کی خدمت بھائی کے ذمہ ہے۔ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۱۔ انوار نعمانیہ

اس نالائق بیٹے کی یہ بات سن کر میں ہنسا اور اسے کہا کہ شرم کرو تم نے آپس میں مال نہیں بانٹا تھا۔ بلکہ والدین کی خدمت گزاری اپنے اپنے ذمہ لی تھی لہذا جب تک تمہاری والدہ زندہ ہے تم پر اس کا حق ہے۔ تم اس کی خدمت کرو اور نان و نفقہ کے لئے اپنے بھائی کا ہاتھ بٹاؤ۔

کافر والدین کا احترام

کافی میں زکریا بن ابراہیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے۔ کہ میں پہلے نصرانی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ مجھ پر اللہ کا فضل ہوا۔ میں مسلمان ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد حج کے لئے مکہ گیا اور وہاں میں نے امام صادق علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں پہلے نصرانی تھا اور بعد میں مسلمان ہوا آپؑ نے فرمایا۔ تو کس چیز سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا؟

میں نے بتایا کہ میں قرآن مجید کی اس آیت سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا۔ ماکنت تدری ماالکتاب ولاالایمان ولکن جعلناه نوراتهدی به من نشاء پیغمبر! تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اسے نور بنایا اس کے ذریعہ ہم جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا۔ بلا شبہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے بعد ازاں آپؑ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (اللھم اھده) خدایا اسے راہ ایمان کی ہدایت فرما اور فرمایا۔ مجھ سے تمہیں جو پوچھنا ہو پوچھ لو۔

میں نے کہا کہ میرے والدین اور خاندان نصرانی ہیں اور میری ماں نابینا ہے۔ کیا میں ان کے ساتھ گزر بسر کر سکتا ہوں؟ اور کیا ان کے برتنوں میں کھانا کھا سکتا ہوں؟

آپ نے پوچھا تو کیا وہ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں؟

میں نے عرض کی۔ نہیں وہ تو اسے ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتے۔

آپ نے فرمایا۔ تم ان کے ساتھ رہ سکتے ہو۔ اور مجھے حکم دیا کہ آج کے بعد اپنی ماں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا اور جب وہ مرجائے تو تم خود ہی اس کی تجہیز و تدفین کرنا۔ اور منیٰ میں مجھ سے دوبارہ ملاقات سے پہلے کسی کو یہ نہ بتانا کہ تم مجھ سے مل چکے ہو۔

جب میں نے منیٰ میں امامؑ سے ملاقات کی تو میں نے دیکھا کہ لوگ طفلِ مکتب کی طرح امامؑ کے سامنے موجود ہیں اور ان سے سوال کر رہے ہیں۔

جب میں کوفہ آیا تو میں نے فرمان امامؑ کے تحت اپنی ماں سے حسن سلوک سے پیش آنے لگا اور ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے لگا۔ اپنے ہاتھ سے انہیں غذا کھلاتا اور ان کا لباس صاف کرتا اور ان کا سر دھویا کرتا تھا۔ یہ حسن سلوک دیکھ کر میری ماں نے مجھے کہا۔ بیٹا جب تک تو ہمارے دین پر تھا تو اس وقت تو میری اتنی خدمت نہیں کرتا تھا اب تو میری اتنی خدمت کس جذبہ کے تحت کر رہا ہے؟

میں نے کہا۔ ہمارے پیغمبر کے خاندان میں سے ایک بزرگ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

میری ماں نے پوچھا۔ تو کیا وہ بھی نبی ہے؟

میں نے کہا۔ نہیں وہ نبی نہیں ہے اولاد پیغمبر میں سے ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق نبوت ختم ہو چکی ہے۔ وہ بزرگ رسول خداؐ کے جانشین ہیں۔

یہ سن کر میری ماں نے کہا۔ بیٹا تمہیں مبارک ہو تم نے اچھے دین کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے بھی اس دین کی تعلیم دو۔ میں بھی مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔

میں نے اپنی والدہ کو کلمۂ شہادت پڑھایا اور اسے نماز کی تعلیم دی۔ میری والدہ

نے زندگی میں پہلی بار ظہر، عصر، مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھیں اور اسی رات ان کی وفات ہوگئی۔ صبح میں نے انہیں غسل دیا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کیا۔ (۱)

جہاد یا والدین کی خدمت؟

شیخ صدوق امالی میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے جہاد کا بڑا اشتیاق ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگر جہاد میں تم قتل ہوگئے تو تمہیں ہمیشہ کی زندگی ملے گی اور اللہ تمہیں بہترین جزا دے گا اور اگر تم جہاد سے زندہ سلامت اپنے وطن لوٹے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ اور تم اپنے گناہوں سے ایسے پاک قرار پاؤ گے جیسا کہ تم پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک تھے۔

اس شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میرے والدین ضعیف ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ میں جہاد کے بجائے ان کے ساتھ رہوں۔

رسول خداؐ نے فرمایا۔ فوالذینفسی بیده لانسهمابك یوماولیلته خیرمن جهاد سینته اس ذات برحق کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ والدین کے ساتھ ایک شب و روز کا انس ایک سالہ جہاد سے بہتر ہے۔ (۲)

اطاعت والدین اور وسعت رزق

عیون اخبار الرضا میں بزنطی امام علی رضاؑ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۱۸

۲۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۱

میں سے ایک شخص نے اپنے رشتہ دار کو قتل کر کے اس کی میت کو بنی اسرائیل کی راہ میں ڈال دیا۔ اور پھر اس کے خون کا اس نے مطالبہ کیا، اسرائیلی جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور درخواست کی کہ وہ قاتل کا پتہ چلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم کو لگائیں۔ وہ زندہ ہو کر اپنا قاتل خود بتادے گا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر اسرائیلی کوئی سی گائے لے کر ذبح کر دیتے تو ان کا مطلب پورا ہو سکتا تھا لیکن وہ جتنی جزئیات میں داخل ہوتے گئے اللہ تعالیٰ بھی ان پر سختی کرتا گیا۔

اسرائیلیوں نے کہا کہ گائے کیسی ہونی چاہیے؟

تو اللہ نے فرمایا۔ انها بقرة لافارص ولابكر عوان بين ذلك. گائے نہ تو چھوٹی ہو اور نہ ہی بڑی ہو درمیانی عمر کی ہو۔

پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ بھلا گائے کس رنگ کی ہونی چاہیے؟

اللہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا صفراء فاقع لونها تسر الناظرين. زرد رنگ کی گائے ہونی چاہیے جو نہ تو سفیدی کی طرف مائل ہو اور نہ ہی سیاہی کی جانب مائل ہو۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اس سے بھی زیادہ وضاحت فرمائیں چونکہ اس طرح کی تو بہت سی گائیں ہیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انها بقرة لاذ لول تثير الارض ولاتسقى الحرث مسلمة لاشية فيها. ایسی گائے ہو زمین پہ ہل نہ چلاتی ہو اور کھیتوں کو پانی نہ پلاتی ہو۔ بے عیب گائے ہو اس میں اس کے اصلی رنگ کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ نہ ہو۔

یہ قطعی حکم سن کر اسرائیلی گائے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور مذکورہ صفات کی حامل گائے ایک نوجوان کے پاس موجود تھی۔

جب لوگوں نے اسے گائے بیچنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ میری گائے کی قیمت یہ ہے کہ اس کی کھال کو تم سونے سے بھر دو گے۔

اسرائیلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور منہ مانگی قیمت کی شکایت کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ مطلوبہ صفات صرف اسی جوان کی گائے میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس جوان کو منہ مانگی قیمت ادا کی اور اس سے خرید لی۔

گائے کو ذبح کیا گیا اور اس کی دم کو مقتول کے جسم پر لگایا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور کہا کہ پیغمبر خدا مجھے میرے چچا زاد بھائی نے قتل کیا ہے۔ جن کے خلاف یہ دعویٰ کر رہا ہے، بالکل غلط ہے۔ اس طرح سے بنی اسرائیل کو قاتل کا علم ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک پیروکار نے کہا کہ اس گائے کا بھی دلچسپ واقعہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کا قصہ کیا ہے؟

اس شخص نے بتایا کہ جس جوان کی یہ گائے تھی۔ وہ جوان اپنے والدین کا انتہائی فرماں بردار تھا اور اپنے والد کی بے تحاشا عزت کیا کرتا تھا۔

ایک دن اس جوان نے کسی جنس کا سودا کیا اور رقم ادا کرنے کے لئے اپنے والد کے پاس آیا چابیاں والد کے تکیہ کے نیچے تھیں اور اس وقت اس کا والد سویا ہوا تھا۔ نوجوان نے باپ کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور جنس کا سودا ختم کر دیا۔ جب اس کا والد بیدار ہوا تو اس نے اسے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ باپ نے کہا تم نے اچھا کیا اس معاملہ میں تجھے کچھ نفع ملنے کا امکان تھا۔ لہذا اس امکانی منافع کی جگہ میں تجھے یہ گائے دیتا ہوں۔ اور یہ وہی گائے تھی جس کی اتنی زیادہ قیمت حاصل ہوئی تھی۔

یہ واقعہ سن کر جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ لوگو تم نے دیکھا ماں باپ سے نیکی کرنے سے کتنا بڑا مادی فائدہ حاصل ہوا۔ (۱)

امامؑ کس سے محبت کرتا ہے؟

عمار بن حبان کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرا بیٹا اسماعیل میرے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ اور اب میری محبت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک رضاعی بہن تھی۔ ایک دن وہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے جیسے ہی اسے دیکھا بے حد خوش ہوئے۔ اور آپ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی اور خندہ پیشانی اور احترام کے ساتھ آپ اس سے پیش آئے اور شفقت کی وجہ سے آپ اس کے سامنے تبسم کرتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ رخصت ہو کر چلی گئی۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ اس کے جانے کی تھوڑی دیر بعد اس کا بھائی آپؐ کی خدمت میں آیا۔ لیکن رسول کریمؐ سے اسے وہ شفقت و توجہ حاصل نہ ہوسکی۔ جو اس کی بہن کو حاصل ہوئی تھی۔

بعض صحابہ نے آپؐ سے اس عدم التفات کی وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا۔ میں نے اس عورت کا اس لئے زیادہ احترام کیا کہ وہ اپنے ماں باپ کی زیادہ خدمت کیا کرتی تھی۔ (۲)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۱

۲۔ منتہی الآمال ج ۲ ص ۳۲۳

امام صاحب الزمان (عج) کی والد کے لئے سفارش

آقائے سیدّ محمد موسوی نجفی المعروف ہندی ایک انتہائی متدیّن عالم تھے۔ اور حرم امیر المؤمنین میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ انہوں نے یہ روایت شیخ باقر فرزند شیخ هادی کاظمینی سے کی، انہوں نے ایک ثقہ شخص سے روایت کی۔ وہ شخص حمام میں لوگوں کی مالش کیا کرتا تھا، اس شخص کا بوڑھا باپ تھا اور وہ اس کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے بوڑھے باپ کے لئے بیت الخلا میں پانی تک بھی خود رکھتا تھا۔

پورا ہفتہ وہ اسی طرح سے باپ کی خدمت بجالاتا تھا۔ مگر بدھ کی شب وہ باپ کی خدمت بجا نہیں لاتا تھا۔ کیونکہ اس شب وہ مسجد سہلہ جاتا تھا اور ساری رات وہاں خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ لیکن ایک مدت بعد اس نے مسجد سہلہ جانا ترک کردیا۔

میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ مسلسل چالیس شب تک بدھ کی رات کو مسجد سہلہ جایا کرتا تھا۔ اور چالیسویں شب مجھے وہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی۔ اور دن غروب ہونے والا تھا مجھے وہاں پہنچنے میں اچھی خاصی دیر ہوئی اور چاند نکل آیا۔ جس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ رات کی تاریکی کم ہوگئی اور میں اپنی دھن میں مگن ہوکر مسجد سہلہ کی طرف چلتا رہا اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ ایک اعرابی شخص گھوڑے پر سوار ہوکر میری جانب آرہا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ ہو نہ ہو یہ راہزن ہے اب یہ مجھے میرے لباس سے محروم کردے گا۔

وہ شخص جیسے ہی میرے قریب آیا اس نے بدوی زبان میں مجھ سے پوچھا۔ کہاں جارہے ہو؟

میں نے کہا۔ میں مسجد سہلہ جارہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟

میں نے جواب دیا نہیں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے کہا اپنا ہاتھ جیب میں ڈالو۔ میں نے کہا کہ کچھ بھی میری جیب میں نہیں ہے۔

اس نے تھوڑے سخت لہجے میں کہا کہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈالو۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا تو اس میں کچھ کشمش موجود تھی۔ دراصل میں نے دن کے وقت کشمش اپنے بچوں کے لئے خریدی تھی۔ اور اس وقت میں اسے بھول چکا تھا۔ میں نے وہ کشمش سوار کے حوالے کی۔

اس وقت سوار نے مجھے تین مرتبہ کہا (اوصیك بالعود) بدوی عربی زبان میں "عود" بوڑھے باپ کو کہا جاتا ہے تو ان کی گفتگو کا ترجمہ یہ بنتا تھا کہ میں تجھے بوڑھے باپ کی وصیت کرتا ہوں اس کے بعد اچانک سوار میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

مجھے یقین ہو گیا کہ وہ امام صاحب الزمانؑ تھے۔ اور میں سمجھ گیا کہ وہ ہر بدھ کی شب میرے یہاں آنے پر راضی نہیں ہیں۔ اس کے بجائے مجھے والد کی خدمت کا انہوں نے حکم دیا۔ اسی لئے میں نے مسجد سہلہ جانا ترک کردیا ہے۔

اویس قرنی اور والدہ کی اطاعت

حضرت اویس قرنی اجرت پر لوگوں کے اونٹ چرایا کرتے تھے اور اس اجرت سے اپنی والدہ کی کفالت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ انہوں نے والدہ سے اجازت طلب کی کہ اسے مدینہ طیبہ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار زیارت سے مشرف ہو سکیں۔

ماں نے کہا کہ میں تمہیں اس شرط پر اجازت دیتی ہوں کہ آدھے دن سے زیادہ دیر تم مدینہ میں نہ ٹھہرو گے۔

اویس روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر آئے۔ اور اس وقت حضور کریمؐ اپنے بیت الشرف میں موجود نہ تھے انہوں نے وہاں دو ساعت قیام کیا اور پھر یمن کی طرف روانہ ہوگئے۔ انکے جانے کے بعد حضور کریمؐ اپنے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا یہ کس کا نور ہے جس سے ہمارا گھر روشن ہے۔

آپؐ کو بتایا گیا کہ ایک شتربان آیا تھا جس کا نام اویس تھا۔

آپؐ نے فرمایا۔ بلاشبہ یہ نور اویس یہاں چھوڑ کر گیا ہے۔

رسول کریمؐ اویس کے متعلق فرمایا کرتے تھے "ینوح روائح الجنة من قبل القرن واشوقاه اليك يااويس القرن" قرن کی جانب سے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں۔ اے اویس قرنی میں تمہارے دیدار کا مشتاق ہوں۔ (۱)

باپ کی بددعا کا اثر

سیدؒ ابن طاؤس اپنی کتاب مہج الدعوات میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدؑ الشہداء علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم اپنے والد گرامی قدر علیہ السلام کے ساتھ تاریکی شب میں خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھے۔

اسی اثناء میں ہم نے ایک دلسوز آواز سنی۔ کوئی شخص رب العالمین کے حضور گڑ گڑا کر دعا کر رہا تھا اور دعا کے ساتھ وہ زاروقطار رو رہا تھا۔

میرے والد علیہ السلام نے فرمایا۔ حسینؑ! تم نے گناہ گار کے نالہ کو سنا جو بارگاہ

۱۔ منتہی الآمال ج ۱ ص ۱۴۲

احدیت میں فریاد کر رہا ہے اور اشکِ ندامت سے وضو کر رہا ہے۔ جاؤ اسے تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ۔

امام حسینؑ فرماتے ہیں میں اس تاریک شب میں لوگوں کو ایک طرف ہٹاتا ہوا اس تک جا پہنچا وہ شخص رکن اور مقام کے درمیان آہ وزاری میں مصروف تھا۔ میں اسے اپنے والد ماجد علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔ وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

اس نے جواب دیا میں عربوں میں سے ایک شخص ہوں۔ آپؑ نے فرمایا۔ تمہارے پرسوز نالے کس لئے ہیں؟

اس نے کہا۔ مولا! آپ مجھ سے پوچھ کر کیا کریں گے۔ گناہ کے بوجھ نے میری پشت کو جھکا دیا ہے۔ اور والد کی نافرمانی اور اس کی بددعا نے میری زندگی کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اور میری سلامتی و تندرستی مجھ سے چھین لی گئی ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ تم اپنا واقعہ بیان کرو۔

اس جوان نے کہا۔ میرا بوڑھا باپ تھا جو مجھ پر بڑا مہربان تھا۔ لیکن میں دن رات برے اور بے ہودہ کاموں میں لگا رہتا تھا۔ وہ بے چارہ مجھے جتنی نصیحت کرتا تھا میں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا تھا بلکہ بعض اوقات میں اپنے والد کو اذیت دیتا، اور اسے گالیاں دیتا تھا۔

مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کے پاس ایک صندوق ہے۔ جس میں کچھ رقم موجود ہے، میں وہ رقم لینے کے لئے صندوق کے قریب گیا۔ میرے والد نے مجھے روکا میں نے زور سے اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکا اور زمین پر دھکا دیا۔ بوڑھا شخص تھا بے چارہ زمین پر گرا۔ دوبارہ اٹھنے کی اس نے کوشش کی لیکن درد کی وجہ سے نہ اٹھ سکا۔ میں نے صندوق سے رقم نکالی اور باہر چلا گیا۔

اس وقت میرے باپ نے کہا۔ میں خانہ کعبہ جا کر تمہیں بد دعا دوں گا۔

پھر میرے باپ نے چند دن روزے رکھے اور نمازیں پڑھیں پھر سامان سفر اکٹھا کیا اور اونٹ پر سوار ہو کر مکہ چلا گیا اور خانہ کعبہ پہنچا۔ میں اس وقت موجود تھا میرے والد نے میرے سامنے غلاف کعبہ کو پکڑا اور رو رو کر مجھے بد دعا دی۔

خدا کی قسم میرے والد کی بد دعا ابھی پوری طرح سے ختم نہیں ہوئی تھی کہ میری تندرستی سلب ہوگئی۔ پھر اس جوان نے اپنی قمیض اٹھا کر ہمیں اپنا جسم دکھایا اس کے بدن کا ایک حصہ لکڑی کی طرح خشک ہو چکا تھا اور حرکت کے قابل نہیں تھا۔

جوان نے کہا مولا! اس واقعہ کے بعد میں سخت پشیمان ہوا اور کئی دفعہ اپنے والد سے معافی مانگی لیکن اس نے مجھے معاف نہ کیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔

تین سال کا عرصہ اسی طرح سے گھر گیا میں والد سے مسلسل معافی مانگتا رہا لیکن وہ معاف کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ آخر تین برس کے طویل عرصہ کے بعد وہ کچھ نرم ہوا میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ کعبہ شریف پہنچ کر میرے لئے اسی جگہ پر دعا کرے جہاں اس نے بد دعا کی تھی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی وجہ سے میری غلطیوں کو معاف کر دے۔

میرے والد نے میری درخواست قبول کی میں والد کو اونٹ پر سوار کر کے اونٹ پر سوار ہوا۔ سفر کرتے ہوئے ہم وادی اراک میں پہنچے۔ رات انتہائی تاریک تھی اور ہم محوِ سفر تھے۔ اچانک ایک پرندہ اڑا اس کے اڑنے سے میرے والد کا اونٹ دوڑنے لگا اور میرا والد اونٹ سے گرا۔ اس کا سر نیچے دو پتھروں سے ٹکرایا اور وہ وہیں جاں بحق ہو گیا۔ میں نے والد کو اسی جگہ دفن کیا۔ اور خود اکیلا بیت اللہ پہنچ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔ نجانے مجھے میرے گناہوں کی معافی ملے گی یا نہیں؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تمہاری مدد کے لئے پہنچ گیا ہوں۔ جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک دعا تلقین فرمائی تھی۔ میں تجھے وہی دعا بتاؤں گا اس دعا میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم موجود ہے۔ اس دعا کو جو شخص بھی پڑھے گا اس کی پریشانی دور ہوگی اور اس کے درد، مرض، فقر و تنگدستی کا خاتمہ ہوگا۔ اور اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ بھی مولائے کائنات نے اس دعا کی خصوصیات بیان فرمائیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں جوان سے زیادہ دعا کی خصوصیات سن کر خوش ہوا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ذی الحج کی شب دہم اس دعا کو پڑھنا اور صبح کے وقت میرے پاس آنا۔ اس کے بعد آپؑ نے دعا کا لکھا ہوا نسخہ جوان کو دیا۔

دس ذی الحج کو صبح وہ جوان ہمارے پاس آیا اور وہ مکمل طور پر تندرست تھا اور جوان کہنے لگا خدا کی قسم۔ اس دعا میں اسم اعظم پوشیدہ ہے۔ پروردگار کی قسم میری دعا مستجاب ہوگئی۔ میں نے جیسے ہی دعا کو پڑھا مجھے نیند آگئی اور عالم خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور آپؐ نے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ "احتفظ باللّٰہ العظیم فانّک علی خیر" خدائے بزرگوار کو یاد کرو تمہیں اچھائی ملے گی۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو صحیح و سالم پایا۔ (۱)

امیر المومنین علیہ السلام نے جو دعا اس جوان کو تعلیم دی تھی وہ وہی دعائے مشلول ہے جو کہ مفاتیح الجنان میں درج ہے۔

ماں کا کتنا حق ہے؟

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

۱۔ بحار الانوار ج ۹ ص ۵۶۲

میرے والدین بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ میرا والد فوت ہو گیا۔ البتہ اس وقت میری ماں زندہ ہے۔ اور وہ اس وقت اتنی بوڑھی ہو چکی ہے کہ وہ سخت غذا نہیں کھا سکتی۔ اسی لئے میں غذا نرم کر کے اپنے ہاتھوں سے اسے چھوٹے بچوں کی طرح کھلاتا ہوں۔ اور بچوں کی طرح میں اسے کپڑے میں لپیٹ کر پنگوڑے میں سلاتا ہوں اور پنگوڑے کو ہلاتا رہتا ہوں یہاں تک کہ اسے نیند آجاتی ہے۔ اور اب وہ اتنی بوڑھی ہو گئی ہے کہ مجھے اس کی بات کی بھی سمجھ نہیں آتی۔

اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے ایسا پستان عطا کرے جس میں دودھ برآمد ہو تاکہ میں اپنے ماں کو اپنے پستان سے لگا کر دودھ پلاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور میرے پستان میں دودھ اتر آیا۔ پھر اس شخص نے اپنا پستان دکھایا جسے زور دینے سے دودھ برآمد ہوتا تھا۔

یہ دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا بیٹے! تو نے کامیابی حاصل کی۔ تو نے خداوند عالم سے پاک دل ہو کر خالص نیت سے دعا مانگی اور رب العزت نے تیری دعا قبول فرمائی۔ اس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں نے اپنے والدہ کے حقوق ادا کر دیئے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تمہاری پیدائش کے وقت دردِ زِہ سے مجبور ہو کر تمہاری ماں نے جو فریاد کی تھی۔ تم نے تو ابھی تک ایک فریاد کا حق بھی ادا نہیں کیا۔ (۱)

جی ہاں دنیا میں ایسی بھی بہت سی مائیں گزری ہیں۔ جو بچے کی پیدائش کے بعد وفات پا گئیں۔ اور اپنے بچے کا منہ تک دیکھنا انہیں نصیب نہیں ہوا۔ (۲)

۱۔ مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۳۱

۲۔ مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۳۱

روحانی باپ کا بھی حق ادا کریں

انیس ماہ رمضان المبارک کی صبح کو ابن ملجم لعین نے مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام کے سر مبارک پر ضرب ماری۔ لوگ آپؑ کو اٹھا کر آپ کے گھر لے گئے اور گھر کے قریب کھڑے ہو کر زارو قطار رونے لگے۔

اتنے میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام گھر سے برآمد ہوئے۔ اور تمام سوگواروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اس وقت ابن ملجم ہماری قید میں ہے اگر میرے والد صحت یاب ہوگئے تو اس کے متعلق وہی خود فیصلہ فرمائیں گے۔

یہ سن کر تمام لوگ گھروں کو چلے گئے مگر اصبغ بن نباتہ وہیں کھڑے رہے۔ اور زور زور سے روتے رہے۔ اس کے رونے کی آواز سن کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام دوبارہ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ اصبغ! تم نے میرے والد کا فرمان نہیں سنا؟

اصبغ نے کہا۔ مولا! سنا ہے میں اپنے آقا و مولا کو دیکھنا چاہتا ہوں اور ان سے حدیث سننا چاہتا ہوں۔

امام حسن مجتبیٰ گھر گئے اور امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں اصبغ کی خواہش پیش کی مولائے کائنات نے اجازت دی۔

اصبغ کہتے ہیں کہ میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے سر پر زرد رنگ کا رومال بندھا ہوا ہے مگر امیر المومنین کا چہرہ مبارک اس رومال سے بھی زیادہ زرد تھا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ تم نے میرا پیغام نہیں سنا تھا؟

میں نے کہا مولا! سنا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ آپؑ سے کوئی حدیث سنو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اصبغ ضرور مجھ سے حدیث سنو پھر تمہیں مجھ سے

حدیث سنی نصیب نہ ہوگی۔ آپؑ نے فرمایا۔ اصبغ! جیسا کہ تم اس وقت میرے سرہانے بیٹھے ہو میں بھی اسی طرح سے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھا تھا۔

رسول کریم نے مجھے حکم دیا کہ علیؑ! مسجد میں جاؤ میرے منبر کی ایک سیڑھی چھوڑ کر منبر پر بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو جمع کر کے میرا یہ پیغام سناؤ کہ جو شخص اپنے والدین کو ترک کرے اور ان کی نافرمانی کرے اور جو غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ جائے اور جو شخص مزدور پر ظلم کرے اور اس کی اجرت اسے نہ دے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور منبر سے نیچے اترا تو مسجد کے ایک کونے سے ایک شخص نے پکار کر کہا علیؑ تم نے حکم سنا دیا لیکن اس کی تم نے وضاحت نہیں کی۔

میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شخص کو درخواست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی اصبغ کہتے ہیں اتنے میں مولا علی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے جانب کھینچا اور میری ایک انگلی کو اپنے ہاتھ کے درمیان میں رکھا۔ اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کھینچا تھا اور میری انگلی کو اپنے ہاتھ کے درمیان رکھا تھا اور فرمایا تھا۔

یا علی الاانی وانت ابواهذه الامته فمن عقنا فلعنة الله علیه الاانی وانت مولیا هذه الامة فعلی من ابق عنا لغة الله الاانی دانت اجیراهنده الامة فمن ظلمنا اجرتنا فلغة الله علیه ثم قال آمین

"میں اور تو امت کے باپ ہیں جس نے ہماری نافرمانی کی۔ اس پر اللہ کی لعنت

ہے۔ خبردار میں اور تو اس امت کے آقا اور مولا ہیں جو ہم سے بھاگ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور خبردار میں اور تو اس امت کے مزدور ہیں اور جو شخص ہماری اجرت ادا نہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے" پھر فرمایا "آمین"۔ (۱)

چند روایات

عن الصادقؑ قال ان رجلاً اتی النبیؐ فقال اوصی یا رسول اللہ فقال لاشرک باللہ وان حرقت بالنّار وعذبت الاوقلبك مطمئن بالایمان و والایك فاطعهما و برها حیسیس كان اومیتین وان امواك ان تخرج من اهلك ومالك فافعل فانّ ذلك من الایمان

"تفسیر صافی سورہ لقمان"

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص جناب رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ یارسول اللہؐ! مجھے نصیحت کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ تمہیں اس کے لئے آگ سے کیوں نہ جلایا جائے اور تجھے تکلیفیں دی جائیں۔ مگر یہ کہ تمہارا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

اور اپنے والدین کی اطاعت کرنا اور ان سے نیکی کرنا خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں اور اگر والدین تجھے حکم دیں کہ تم اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو چھوڑ کر چلے جاؤ تو ایسا ہی کرنا، یہ چیز ایمان کا حصہ ہے۔

عن ابی جعفر(ع) قال انّ العبدلیكون بارألو الیدیه فی حیاتهما ثم عوقان فلایقضی عنهما الدّین ولا ستفر لهما ملكتسه اللہ عاقاً

"کتاب التعریف ص ۳۹"

۱۔ بحارالانوار ج ۹ ص ۳۴۷

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ بعض افراد ماں باپ کی زندگی میں ان کے فرماں بردار ہوتے ہیں۔ اور جب والدین کی وفات ہو جائے تو وہ ان کا قرض ادا نہیں کرتے اور ان کے لئے دعائے مغفرت نہیں کرتے۔ تو اللہ انہیں والدین کا نافرمان لکھ دیتا ہے۔

عن علی ابن الحسین جاء اله جلی ابی النبیؐ فقال یارسول اللہؐ مامن عمل القیخ الاقد عملة فهل لی من توبه فقال رسول اللہؐ فهل من والدیك احدحی قال ابی قال فاذهب فبرّه قال فلما ولّی قال رسول اللہؐ لوکانت امه .

"مستدرک الوسال کتاب النکاح"

امام علی زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یارسول اللہ! دنیا کا کوئی ایسا برا عمل نہیں جو میں نے نہ کیا ہو۔ کیا میرے لئے بھی توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟

آپؐ نے فرمایا۔ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟

اس نے کہا۔ میرا باپ زندہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو جاؤ اور اس سے نیکی کرو۔ جب وہ پشت پھیر کر چلنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اس کی ماں زندہ ہوتی تو اس کے گناہ جلد معاف ہو جاتے۔

ابی جعفرؑ قال انّ نظرابی رجل ومعه ابنه یمشی و الدبن متکی علی ذراع الاب قال فما کلمه ابی فقاله حتّی فارق الدنیا.

"وسائل الشیعہ کتاب النکاح"

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے والد امام زین العابدین علیہ

السلام نے ایک شخص کو دیکھا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی چل رہا تھا اور بیٹے نے باپ کے ہاتھ پر تکیہ کیا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر والد علیہ السلام اتنے رنجیدہ ہوئے کہ اس سے پوری زندگی کبھی بات نہ کی۔

عن النبی قال انّ موسیٰ بن عمر ان قال یارب ابن صدیقی فلان شہید قال تعالیٰ فی النّار قال الیس قد وعدت الشھداء الجنّة قال بلیٰ ولکن کان مصرا علی حقوق الوالدین وانالا اقبل مع الحقوق عملا۔

"لباب الالباب قطب راوندی"

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ خدایا میرا فلاں شہید دوست کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ دوزخ میں ہے۔

موسیٰؑ نے عرض کی پروردگار! کیا تو نے شہداء سے جنت کا وعدہ نہیں فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں میں نے شہداء سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر وہ ماں باپ کی نافرمانی پر اصرار کرتا تھا۔ اور میں حقوق والدین کی موجودگی میں، میں کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔

قال علی بن موسیٰ الرضاؑ امایکرہ احدکم ان ینفی عن ابیہ وامہ الذین ولداہ قالوابلی قال فلیجھد ان لاینفی عن ابویہ اللذین ھما افضل من ابوی نفسہ۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ بات تمہارے لئے ناگوار نہ ہو گی کہ تمہارے والدین تمہارے لئے یہ کہیں کہ یہ ہماری اولاد نہیں ہے؟

سب نے کہا۔ جی ہاں یہ بات ہمارے لئے ناگوار ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر کوشش کرو تمہارے وہ والدین (محمدؐ و علیؑ) جو تمہارے جسمانی والدین سے افضل ہیں کہیں وہ تمہاری روحانی فرزندی کا انکار نہ کر دیں۔

باب پنجم

صلہ رحمی

امام صادق اور منصور دوانقی

علامہ مجلسیؒ الانوار میں یونس بن ابی یعفور کی زبانی امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا۔ جب ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ باخمرا میں شہید ہوئے تو منصور دوانقی نے ہم سب کو کوفہ طلب کیا اور کسی کو بھی مدینہ رہنے کی اجازت نہ دی۔ ہم ایک ماہ کوفہ میں قید رہے دن رات اپنے قتل ہونے کا انتظار کرتے تھے۔

ایک دن اس کا وزیر ربیع حاجب ہمارے پاس آیا اور کہا کہ سادات و علویین کہاں ہیں؟

تم میں سے ایک دانا شخص منصور کے پاس جائے۔ چنانچہ میں (امام صادق علیہ السلام) اور حسن بن زید اس کے دربار میں گئے۔

مجھے دیکھتے ہی منصور نے کہا۔ ان میں سے غیب جاننے کا دعویٰ تو کرتا ہے؟

میں نے کہا۔ "لا یعلم الغیب الاهو" اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔

اس نے کہا۔ تمہارے لئے دور دراز سے خراج لایا جاتا ہے؟

میں نے کہا۔ نہیں خراج آپ کے لئے ہی لایا جاتا ہے۔

منصور نے کہا۔ آپ کو علم ہے کہ میں نے آپ کو کیوں بلایا؟

میں نے کہا۔ نہیں۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہارے مکانات گرا دیئے

جائیں اور تمہارے پانی دینے والے چشموں اور کنوؤں کو ختم کرادوں اور تمہارے تمام باغات کو اجاڑدوں اور "شراہ" کی طرف تمہیں جلاوطن کردوں۔ (۱)

اور کسی بھی عراقی و حجازی کو تم سے ملنے نہ دوں۔ کیونکہ تمہاری ملاقات فتنہ و فساد کا موجب ہے۔

میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ پیغمبر کو سلطنت دنیا عطا فرمائی تو انہوں نے شکر کیا۔ اور ایوبؑ کو مصائب میں مبتلا کیا انہوں نے صبر کیا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان پر ستم کیا۔ انہوں نے معاف کردیا اور تمہارا بھی اسی خاندان سے تعلق ہے۔

یہ سن کر منصور نے تبسم کیا اور کہا اس بات کو دوبارہ بیان کرو۔

اور جب میں نے ان کلمات کو دہرایا تو منصور نے کہا۔ جس قوم کا رہبر و رہنما آپؑ جیسا ہو وہ قوم واقعی خوش بخت ہے۔ میں نے آپؑ کو معاف کیا اور آپؑ کی وجہ سے اہل بصرہ کو بھی معاف کیا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے صلہ رحم کی وہ حدیث سنائیں جو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔

میں نے کہا۔ میرے بزرگوں نے اس حدیث کو میرے دادا امیر المؤمنین سے نقل کیا اور انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ صلہ رحمی سے شہر آباد ہوتے ہیں اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔ رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگرچہ صلہ رحمی کرنے والا کافر بھی کیوں نہ ہو۔

منصور نے کہا نہیں میں ایک اور حدیث سننا چاہتا تھا۔

میں نے کہا۔ میرے آباء نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن ارحام عرش سے معلق

۱۔ شراہ، عسفان کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے

ہوں گے اور ندا کریں گے بارالہا! جس نے ہمیں جوڑا تو اس پر رحمت فرما اور جس نے ہمیں جوڑا تو اس پر رحمت فرما اور جس نے ہمیں قطع کیا تو اس سے اپنے رحمت قطع فرما۔

منصور نے کہا۔ نہیں یہ حدیث میرا مقصود نہ تھی۔

میں نے کہا۔ میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ فرماتا ہے میں رحمٰن ہوں اور رحم کو میں نے پیدا کیا اور اس کے نام کو بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ جو بھی صلہ رحمی کرے گا، میں بھی اس سے اپنے رحمت کا تعلق قائم کروں گا اور جو کوئی قطع رحمی کرے گا میں اس سے اپنے رحمت قطع کرلوں گا۔

منصور نے کہا۔ نہیں یہ حدیث بھی میرا مقصود نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ میرے والد نے اپنے آباء کی سند سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی زندگی فراموش کردی جائے (یعنی اس کی عمر لمبی ہو) اور اس کے بدن کو سلامتی نصیب ہو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

منصور نے کہا۔ میں یہ حدیث اس وقت آپ سے سننا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے کہا۔ میرے والد ماجد نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص صلہ رحمی کیا کرتا تھا جب اس کی موت کا وقت آیا اور ملک الموت اس کے سرہانے پہنچا۔ اس کے پڑوس میں قطع رحمی کرنے والا شخص رہتا تھا۔ پروردگار عالم نے ملک الموت کو حکم دیا کہ قاطع رحم کی کتنی عمر باقی ہے؟

ملک الموت نے عرض کی تیس سال اس کی عمر باقی ہے۔

خداوند عالم نے فرمایا۔ قاطع رحم کی زندگی کے تیس سال اس کو دے دو۔ اور قاطع رحم کی روح قبض کرلو۔

منصور نے کہا۔ میرا مقصود یہ حدیث بھی نہ تھی۔

میں نے کہا۔ میرے آباء نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک بادشاہ کی عمر تین سال باقی رہتی تھی۔ اس نے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر کو تین سال کے بجائے تیس سال میں بدل دیئے۔

منصور نے کہا۔ میں بھی یہی حدیث سننے کا مشتاق تھا۔ خدا کی قسم میں آپؑ سے صلہ رحمی کرنا چاہتا ہوں۔ منصور نے کہا آپ کو کون سی زمین پسند ہے؟

میں نے کہا۔ ہمیں مدینہ کی سرزمین ہی سب سے زیادہ پیاری ہے۔

اس نے ہمیں مدینہ روانہ کیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مصائب سے نجات دی۔ (۱)

پیغمبر اسلام کی صلہ رحمی

جنگ بدر میں ابو بشر انصاری نے عباس بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابوطالب کو گرفتار کرکے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ان کی گرفتاری میں کسی نے تمہاری مدد کی تھی؟

ابوبشر انصاری نے کہا۔ جی ہاں ایک سفید لباس والے شخص نے ان کی گرفتاری میں میری مدد کی تھی۔

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۲ ص ۱۹۶

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ فرشتہ تھا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس کی جانب رخ کر کے فرمایا۔ اپنا فدیہ اور خون بہا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کرو۔

عباس نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں تو مسلمان ہو چکا تھا مکہ والے مجھے اپنے ساتھ جبراً لائے تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تمہارے اسلام سے بخوبی واقف ہے اگر اس میں حقیقت ہوئی تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان کا بدلہ دے گا۔ مگر تم نے ظاہری طور پر ہمارے خلاف چڑھائی کی اور تم نے خدا سے جنگ کی اور تم نے خدا کو اپنا مخالف بنایا۔

پھر آپ نے دوسری مرتبہ فرمایا کہ تم اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کرو، اس جنگ میں مسلمانوں نے مالِ غنیمت کے طور پر عباس سے چالیس اوقیہ سونا حاصل کیا تھا۔ (۱)

عباس نے کہا۔ آپ اس چالیس اوقیہ کو ہمارا فدیہ قرار دیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عباس! یہ ناممکن ہے وہ تو مال غنیمت تھا جو اللہ نے ہمارے لئے مباح فرمایا ہے۔ تمہیں اپنا اور عقیل دونوں کا فدیہ دینا ہوگا۔

عباس نے کہا۔ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عباس اس دولت کو تم کیوں فراموش کر رہے ہو جو تم نے روانہ ہوتے وقت اپنے بیوی ام الفضل کے حوالہ کی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اسے تقسیم کر لینا۔

۱۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم اٹھارہ چنوں کے برابر ہوتا ہے

عباس نے کہا۔ آپ مجھے اس حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے یہ آیت مجیدہ نازل فرمائی "یاایھا النبی قل عن فی ایدیکم من الاسریٰ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا ممّا اخذ منکم و یغفر لکم واللہ غفور رحیم"۔

"اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو۔ جو تمہارے پاس قید ہیں اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کوئی خیر و خوبی ملاحظہ کی تو وہ تمہیں اس فدیہ سے بہتر عطا کرے گا جو تم سے لیا گیا ہے۔ اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

بعد ازاں رسول خداؐ نے عباس کے متعلق حکم دیا کہ اسے بھی دوسرے اسیران قریش کے ساتھ قید کردیا جائے۔ جیسے ہی رات گزری تمام مجاہدین اسلام سوگئے اور بعض مجاہدین جو کہ جاگ رہے تھے انہوں نے دیکھا حضور اکرم کو نیند نہیں آرہی۔ اور بے چین ہو کر کبھی دائیں اور کبھی بائیں کروٹیں بدل رہے ہیں۔

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی آپ جنگ سے تھکے ماندے واپس آئے ہیں آپ کو آرام کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "کیف انام واستقروانا اسمع اینن عمی العباس فی الحبل و نشیجه" میں کیونکر نیند کرسکتا ہوں جبکہ میں اپنے چچا عباس کے گریہ و نالہ کی صدا سن رہا ہوں۔

مسلمان عباس کے پاس گئے۔ اور اس کی رسیاں کھول دیں اور اسے بتایا کہ تمہارے گریہ و نالہ کی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہیں۔

عباس کی آہیں جیسے ہی خاموش ہوئی رسول خدا کو نیند آگئی۔ (۱)

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۱ ص ۸۲

اعمال بندگان امام کے سامنے پیش ہوتے ہیں

داؤد رقی کہتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ داؤد! تمہارے عمل جمعرات کی دن میرے سامنے پیس کیے گئے۔ میں نے تمہاری صلہ رحمی کو ملاحظہ کیا جو تو نے اپنے فلاں چچازاد کے ساتھ کی تھی۔ میں تمہارے اس عمل سے خوش ہوا۔ اور میں یہ جانتا ہوں کہ تیری یہ صلہ رحمی اس کی جلد سوت کا سبب بنے گی۔

داؤد رقی بیان کرتا ہے کہ میرا ایک چچازاد انتہائی بدسیرت لور خاندان نبوت کا دشمن تھا۔ میں نے اس کے متعلق سنا کہ وہ سخت تنگدستی کا شکار ہے۔ اسی لئے مکہ جانے سے پہلے میں نے اس کی مدد کی تھی۔ (۱)

میسرد (راوی حدیث) امام باقر یا امام صادق میں سے کسی امام کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ مجھے انہوں نے فرمایا۔ میرا گمان ہے تم اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک روا رکھتے ہو۔

میں نے کہا۔ جی ہاں یہ تو میری بچپن سے عادت رہی ہے۔ جب میں بچہ تھا اور بازار میں جاکر مزدوری کیا کرتا تھا تو اس وقت مجھے دو درہم مزدوری ملا کرتی تھی تو میں ایک درہم اپنے خالہ کو دیتا تھا اور ایک درہم اپنے پھوپھی کو دیا کرتا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی قسم! رشتہ داروں سے حسن سلوک کی وجہ سے دو مرتبہ اللہ نے تمہاری موت کو تم سے دور کیا ہے۔ (۲)

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۱ص ۸۲

۲۔ حار الانوار ج ۱۶ ص ۲۹

رشتہ داروں سے مت جھگڑو

الکافی میں صفوان جمال سے روایت ہے کہ امام صادقؑ اور عبداللہ بن حسن میں ایک مرتبہ جھگڑا ہوا۔ یہاں تک کہ لوگ جمع ہوگئے اور دونوں بزرگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

جب میں صبح کے وقت کام کے لئے گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا امام صادق علیہ السلام عبداللہ بن حسن کے دروازے پر کھڑے ہیں اور کنیز سے کہہ رہے ہیں کہ عبداللہ بن حسن کو باہر بھیجو۔

عبداللہ بن حسن جیسے ہی باہر نکلا تو اس نے پوچھا کہ اتنی صبح سویرے آپؑ نے آنے کی زحمت کیسے فرمائی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ رات میں نے قرآن مجید کی یہ آیت مجیدہ تلاوت کی

"الذین یصلون ما امر اللہ به ان یوصل و یخافون سوء الحساب"۔

"وہ لوگ اسے ملاتے ہیں جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے
اور روز حساب کی سختی سے ڈرتے ہیں"

یہ آیت پڑھ کر میں ساری رات بے چین رہا۔ اسی لئے صبح سویرے تمہارے پاس آگیا۔

عبداللہ بن حسن نے کہا۔ آپ سچ کہتے ہیں اور میں بھی یہ آیت بھول چکا تھا۔ اس وقت دونوں ایک دوسرے کے گلے ملے اور رونے لگے۔ اس واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ مجلسی بحار الانوار کی سولہویں جلد کے صفحہ ۳۷ پر رقم طراز ہیں۔ امام صادق علیہ السلام کی طرف سے درحقیقت عبداللہ بن حسن کو یاد دہانی کرانا مقصود تھی۔ امام صادق علیہ السلام عبداللہ بن حسن سے قطع رحمی پسند نہیں کرتے تھے۔

بلکہ امام عالی مقام اس کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ عبداللہ اپنے بیٹے کے لئے بیعت امامت کا خواہش مند تھا۔ اور ہر وہ امر جس میں امام کی مخالفت ہو وہ شرک کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ اسی لئے امام علیہ السلام کی شفقت کا تقاضا تھا کہ انہیں اس غلط اقدام سے باز رکھا جائے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امام عالی مقام آیت مجیدہ سے کبھی بھی غافل نہ تھے ایسا ہرگز نہیں ہے کہ انہیں تلاوت کے دوران حکم خدا یاد آیا ہو۔

اس عمل سے امام علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ عبداللہ بن حسن کو عقوبت الٰہی سے خبردار کیا جائے اور اسے امام زمانہ کی مخالفت اور قطع رحمی سے بچایا جائے۔

قطع رحمی سے عمر کم ہو جاتی ہے

علامہ کلینی الکافیؒ میں رقم طراز ہیں کہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی۔ مولا! میرے چچا کی اولاد نے مجھ پر زندگی تنگ کردی ہے۔ اور مجھے اتنا مجبور کردیا ہے کہ اب میں صرف ایک کمرے میں رہنے پر مجبور ہوگیا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں حاکم کے پاس جاکر ان کی شکایت کروں اور ان سے اپنا حق وصول کروں؟

آپؑ نے فرمایا۔ صبر سے کام لو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اس مشقت سے رہائی دلائے گا۔ بس چند دن گزرے کہ ۱۳۱ھ کی وبا پھیل گئی اور میرے چچازاد بھائیوں میں سے کوئی بھی زندہ باقی نہ بچا اور سب کے سب ہلاک ہوگئے۔

چند دنوں بعد وہ شخص خدمت امام علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارے رشتہ داروں کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا۔ وہ سب کے سب مرگئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ان کی موت

اسی لئے واقع ہوئی کہ انہوں نے تجھ سے قطع رحمی کی تھی۔ اور کیا تم یہ پسند نہیں کرتے چاہے وہ تم پر ظلم کریں پھر بھی زندہ رہیں؟

اس نے کہا۔ جی ہاں میں ان کی موت پر خوش نہیں ہوں۔ (۱)

قاطع رحم کو دوست نہ بناؤ

الکافی میں ابوحمزہ کی زبانی حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے والد نے اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹا پانچ قسم کے لوگوں کو دوست نہ بنانا ان کے ساتھ انس و الفت کے روابط نہ رکھنا اور انہیں کبھی اپنا رفیق سفر نہ بنانا۔

میں نے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ (۱) جھوٹے کو دوست نہ بنانا۔ کیونکہ جھوٹا آدمی سراب کی طرح ہے جو دور سے تو پانی نظر آتا ہے لیکن جب پیاسا اس کے قریب جائے تو اسے گرم ریت کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ (۲) فاسق کو دوست نہ بنانا وہ تجھے ایک لقمہ یا لقمہ سے بھی کم قیمت پر فروخت کردے گا (نہج البلاغہ میں ہے کہ وہ تجھے ایک کوڑی کے بدلہ فروخت کردے گا)۔ (۳) بخیل کو دوست نہ بنانا کیونکہ جب تجھے اس کے مال کی شدید ضرورت ہوگی تو وہ تجھے محروم رکھے گا۔ (۴) احمق کو دوست نہ بنانا کیونکہ وہ تجھے فائدہ پہنچانا چاہے گا اور اپنے حماقت کی وجہ سے تمہیں نقصان پہنچائے گا (نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے)۔ (۵) قطع رحمی کرنے والے کو دوست نہ بنانا۔ میں نے قرآن مجید کی تین آیات میں اسے ملعون پایا ہے۔

"فھل سیتم ان تولّیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطّعوا ارحامکم اولئک

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۹

"الّذین لعنهم الله فاصمهم و اعمیٰ ابصارهم"

"قریب ہے کہ تم حاکم بن جاؤ زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی کرو، ایسے لوگوں پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں بہرہ بنایا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا"

"الّذین ینقضون عهداللّٰه من بعد میثاقه ویقطعون ماامراللّٰه به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئك لهم اللعنة ولهم سوء الدر"

"وہ لوگ جو پہچان کے بعد اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اور جسے اللہ نے ملانے کا حکم دیا اسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ انہی کے لئے لعنت ہے اور انہی کے لئے (دوزخ کا) بُرا گھر ہے"

"الّذین ینقضون عهداللّٰه من بعد میثاقه ویقطعون ماامر اللّٰه به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئك هم الخاسرون"

"جو میثاق کے بعد خدا کے عہد کو توڑتے ہیں اور جسے اللہ نے ملانے کا حکم دیا اسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں"۔

صلح رحمی کا زندگی سے براہ راست واسطہ

شعیب عقر قوقی، امام کاظم علیہ السلام کے معتمد ساتھیوں میں ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایام حج تھے۔ اور ہم حج کے لئے گئے ہوئی تھے ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ شعیب! کل تم سے ایک شخص ملاقات کرے گا جس کا تعلق مراکش کے علاقہ سے ہوگا۔ اور تجھ سے وہ میرے متعلق دریافت کرے گا تو تم اسے جواب میں کہنا۔ خدا کی قسم موسیٰ بن جعفر امام ہیں اور امام صادق علیہ السلام نے ان کی امامت پر نص فرمائی ہے۔ اور اگر وہ تم سے حلال و حرام کے مسائل دریافت کرے تو میری طرف سے اسے جواب دینا۔

میں نے عرض کی مولا! میں آپ پر قربان جاؤں اس مغربی شخص کی کیا علامت ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ وہ بلند قامت اور درشت خدوخال کا مالک ہے اس کا نام یعقوب ہے۔ اور جب تمہاری اس سے ملاقات ہو تو بالکل نہ گھبرانا اور تم سے وہ جو چیز بھی پوچھے اس کا جواب دینا اور اگر وہ میرے پاس آنا چاہے تو اسے میرے پاس لے آنا۔

شعیب کہتا ہے۔ خدا کی قسم دوسرے دن میں مصروف طواف تھا کہ ایک لحیم شحیم شخص نے میری طرف رخ کیا اور کہا میں تجھ سے تیرے آقا و مولا کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا۔ آپ میرے کس آقا و مولا کی بات پوچھنا چاہتے ہیں؟

اس نے کہا۔ میں موسیٰ بن جعفر کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔

میں نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو اور تم نے مجھے کیسے پہچانا؟

اس نے کہا۔ میرا نام یعقوب ہے اور میں مغرب کا رہنے والا ہوں اور مجھے عالم خواب مین ایک شخص نے حکم دیا تھا کہ شعیب سے ملاقات کرو اور جو کچھ پوچھنا ہو اس سے پوچھو۔ اور جب میں بیدار ہوا تو میں نے تمہیں تلاش کرنا شروع کیا۔ اور آخر کار تمہیں ڈھونڈ نکالا۔

میں نے کہا۔ آپ یہاں کچھ دیر انتظار کریں تاکہ میں طواف مکمل کرلوں پھر آپ سے گفتگو کروں گا۔ طواف مکمل کرنے کے بعد میں نے اس سے ملاقت کی اور اس سے گفتگو ہوئی تو وہ شخص مجھے دانا اور عاقل نظر آیا۔ اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔

امام علیہ السلام نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ تو کل سرزمین مکہ میں وارد ہوا اور فلاں مقام پر تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جھگڑا ہوا اور تم نے ایک دوسرے کو

گالیاں دیں۔ یاد رکھو یہ ہمارا کردار نہیں ہے۔ میرے آباء و اجداد اور میرا دین اس چیز کا مخالف ہے اور ہمارا دین ہمیں ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ خدا سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ اور عنقریب موت تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جدائی ڈال دے گی۔ اور تمہارا بھائی اس سفر میں مر جائے گا۔ اور اسے وطن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ تم نے چونکہ قطع رحمی کی ہے اسی لئے اللہ نے تمہاری عمر قطع کردی ہے۔

اس شخص نے پوچھا۔ مولا! تو میں کب مروں گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہیں بھی موت آنے ہی والی تھی کہ تم نے فلاں منزل پر اپنے پھوپھی سے مہربانی کی اور صلہ رحمی کی۔ اسی لئے تمہاری عمر میں بیس سال کا اضافہ کردیا گیا۔

شعیب عقر قوقی بیان کرتے ہیں کہ ایک سال بعد مکہ کے راستے میں میری یعقوب سے ملاقات ہوئی اور میں نے اس سے پچھلے سال کی سرگزشت دریافت کی تو اس نے بتایا کہ پچھلے سال میرا بھائی وطن پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا تھا اور راستے میں میں نے اسے دفن کیا تھا۔ (۱)

رشتہ داروں کو ملنے سے جذباتِ محبت کو تحریک ملتی ہے

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جب میں ہارون الرشید کی مجلس میں وارد ہوا تو میں نے سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا موسیٰ! دنیا میں ایک نئی صورت حال نے جنم لیا ہے۔ ایک ملک میں دو خلیفہ بیک وقت رہتے ہیں اور عوام دونوں کو خراج دیتے ہیں۔

۱۔ منتہی الامال ج ۲ ص ۱۳۸

میں نے کہا۔ رحلتِ پیغمبر کے بعد سے لوگ مسلسل ہمارے خلاف دروغ گوئی کرتے آئے ہیں اور پہلی مرتبہ ایسا نہیں ہوا۔ خلیفہ کو اصل حالات کا بخوبی علم ہے۔ مجھے امید ہے کہ خلیفہ ہمارے دشمنوں کی باتوں پر یقین نہیں کرے گا۔ اور اگر تم مجھے اجازت دو تو میں پیغمبرؐ خدا کی تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں۔

ہارون الرشید نے کہا۔ ہاں میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔

میں نے کہا۔ میرے آبائے طاہرین نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا۔ انّ الرحم امست الرحم تحرکت واضطربت جب دو رشتہ دار ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو محبت کے جذبات و احساسات متحرک ہوتے ہیں۔

تم میرے رشتہ دار ہو آؤ ہم دونوں ایک دوسرے سے ملیں اور دیکھیں کہ ہماری محبت کے جذبات بھی برانگیختہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ (۱)

یہ سن کر ہارون الرشید میرے پاس آیا۔ اور ہم نے ایک دوسرے کو کافی دیر تک گلے لگائے رکھا۔ ہارون نے کہا۔ آپ مت گھبرائیں اور جب میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں رواں تھیں۔

ہارون الرشید کہنے لگا۔ موسیٰؑ! آپ نے بالکل درست کہا ہے اور پیغمبرؐ خدا نے بھی بالکل بجا فرمایا ہے۔ جب میں نے تمہیں گلے لگایا تو میری رگوں اور شریانوں میں خون تیزی سے دوڑنے لگا اور بے ساختہ میرے آنسو بہنے لگے۔

اگر تم اجازت دو تو میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ اور وہ سوال مدتِ دراز سے میرے دل میں کھٹک رہا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم جواب میں تقیہ سے کام نہ لوگے۔

میں نے کہا میں ضرور جواب دوں گا لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مجھ پر کسی طرح

۱۔ منتہی الامال ج ۲ ص ۱۳۸

کا ظلم و ستم روا نہ رکھو گے۔

اس نے پوچھا کہ آپؑ یہ بتائیں کہ ہمارے دادا عباس اور تمہارے دادا ابو طالب دونوں بھائی تھے۔ اور دونوں کا باپ عبدالمطلب تھا۔ تمہیں ہم پر کونسی فضیلت حاصل ہے؟

میں نے کہا۔ یہ درست ہے ہم سب کا دادا ایک تھا۔ لیکن ہمیں پیغمبرؐ خدا سے خصوصی قربت حاصل ہے اور وہ تمہیں حاصل نہیں ہے۔ جناب رسول خداؐ کے والد حضرت عبداللہ اور ہمارے دادا جناب ابو طالب ایک دوسرے کے سگے بھائی تھے۔ جب کہ عباس دوسری ماں سے تھے۔

ہارون الرشید نے پھر پوچھا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ تمہیں اولاد رسولؐ کیوں کہتے ہیں۔ جب کہ تم رسول خداؐ کی اولاد نہیں ہو۔ حضرت علیؑ کی اولاد ہو۔ یہ سچ ہے کہ تمہاری دادی رسالت مآبؐ کی دختر تھیں لیکن سلسلۂ نسب تو باپ سے چلا کرتا ہے ماں سے نہیں چلتا۔

میں نے کہا۔ بادشاہ! مجھے یہ بتاؤ اگر پیغمبرؐ خدا زندہ ہوتے اور وہ تم سے تمہاری لڑکی کا رشتہ طلب کرتے تو بتاؤ تم ان کو رشتہ دیتے یا نہ دیتے؟

ہارون نے کہا۔ یہ رشتہ میرے لئے باعثِ افتخار ہوتا۔

یہ سن کر میں نے کہا۔ بادشاہ! یہی ہمارا اور تمہارا فرق ہے۔ تم حبیبؐ خدا کو اپنی لڑکی کا رشتہ دے سکتے ہو اور رسول خداؐ مجھ سے میری بیٹی کا رشتہ طلب نہیں کر سکتے اور میں انہیں رشتہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میری بیٹیاں حضور اکرمؐ کی نواسیاں ہیں۔

یہ سن کر ہارون نے کہا۔ آپ نے بہت اچھا استدلال کیا ہے۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۲۶۹

قاطع رحم کو یہ سزا بھی مل سکتی ہے

ہارون الرشید کے چودہ بیٹے تھے۔ اس نے اپنے ولی عہدی کے لئے ان میں سے تین بیٹوں کا انتخاب کیا۔ اور اپنے تمام عمال کو مکہ طلب کیا اور اپنے تینوں بیٹوں امین، مامون اور مؤتمن کو بالترتیب اپنا ولی عہد نامزد کیا۔

امین کی ماں زبیدہ تھی۔ اور اس کا اتالیق جعفر بن محمد بن اشعث تھا اور وہ ساتویں امام کا عقیدت مند تھا۔

مامون کا اتالیق یحیٰ بن خالد برمکی تھا۔ اس نے سوچا کہ ہارون کے بعد خلافت امین کو منتقل ہو جائے گی اور اس کے نتیجہ کے طور پر اس کے معلم و اتالیق کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اسی لئے اس کی ہر ممکن کوشش تھی کہ امین کے اتالیق جعفر بن محمد کو کسی طرح سے ہارون کی نظروں سے گرایا جائے۔

یحیٰ برمکی جانتا تھا کہ جعفر شیعہ ہے۔ اس نے جعفر کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کئے اور اسے بتایا کہ میں بھی امام موسیٰ کاظمؑ کا ارادت مند ہوں اور اس طرح سے اس نے بہت سے اسرار سے آگاہی حاصل کرلی۔

اسی نے ہارون کے سامنے جعفر بن محمد پر کئی مرتبہ تنقید کی لیکن ہارون نے کوئی توجہ نہ دی۔ آخرکار ایک مرتبہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ امام موسیٰ کاظم کے متعلقین میں سے کسی ایسے فرد کو تلاش کیا جائے جو امام علیہ السلام کی مخالفت کرے اور ہارون کے سامنے ان کی شکایت کرے۔

جعفر کے دوستوں نے کہا کہ یہ کام محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق سر انجام دے سکتا ہے۔ اور اس کام کے لئے وہی موزوں ترین شخص ہے۔ کیونکہ وہ امام علیہ السلام کا بھتیجا ہے۔

یحییٰ بن خالد برمکی نے محمد بن اسماعیل کو خط لکھ کر بغداد طلب کیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے بھتیجے پر ہمیشہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔

اور جب امام عالی مقام نے سنا کہ وہ بغداد جارہا ہے تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ تم بغداد جارہے ہو؟

اس نے کہا۔ جی ہاں

آپؑ نے فرمایا۔ تم بغداد کیوں جانا چاہتے ہو؟

اس نے کہا کہ میں اس وقت قرض اور تنگ دستی میں مبتلا ہوں۔ ممکن ہے بغداد جانے کی وجہ سے میرا قرض ادا ہوسکے۔

آپؑ نے فرمایا۔ میں تمہارا قرض ادا کردیتا ہوں مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ اس کے باوجود آپ نے اسے تین ہزار دینار اور چار ہزار درہم عطا فرمائے۔

جب وہ آپ کے بیت الشرف سے نکلنے لگا تو آپؑ نے فرمایا۔ میرے بچوں کو یتیم بنانے کی کوشش نہ کرنا اور میرے خون میں ہاتھ رنگین نہ کرنا۔

جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تو آپؑ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں یہ بغداد جاکر مجھ پر چغل خوری کرے گا اور میرے لئے مصائب کا سامان فراہم کرے گا۔

آپؑ کے ساتھیوں نے عرض کی تو پھر آپ نے ایسے شخص کی مدد کیوں فرمائی؟

آپؑ نے فرمایا۔ میرے آبائے طاہرین نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ان الرحم اذا قطعت فوصلت قطعھا اللہ جب ایک رشتہ دار دوسرے پر جفا کرے اور دوسرا اس سے نیکی کرے تو ستم گار تباہ ہوجاتا ہے۔ اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

علی بن اسماعیل مدینہ سے بغداد گیا۔ یحییٰ بن خالد نے اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ علی بن اسماعیل نے امام موسیٰ کاظم کی شکایتیں کیں۔

یحییٰ برمکی اسے ہارون الرشید کے پاس لے گیا۔ جاتے ہی علی بن اسماعیل نے ہارون سے کہا۔ مجھے تعجب ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ موجود ہیں۔ مدینہ میں موسیٰ کاظمؑ خلیفہ ہیں، مشرق و مغرب سے ان کے پاس خراج آرہا ہے۔ اور ادھر بغداد میں آپ خلیفہ ہیں۔

ہارون الرشید نے بیس ہزار درہم کی اسے رسید لکھ کردی اور علی بن اسماعیل نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ رقم کا خط مشرقی علاقے کے کسی حکمران کے نام لکھ کر دیا جائے تاکہ مجھے وہاں سے لے جانے میں آسانی رہے۔

ابھی اسے انعام کی رقم نہیں ملی تھی کہ وہ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گیا۔ بیت الخلا سے اس کی زور دار چیخیں سنائی دیں۔ لوگ اسے وہاں سے اٹھا کر لائے تو اس کی انتڑیاں اور ہاضمہ کا نظام باہر آچکا تھا۔

طبیبوں نے اس کے بچانے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ وہ بستر پر تڑپ رہا تھا کہ حکومت کے ملازمین اس کے انعام کی رقم لیکر آئے اور کہا کہ تمہارا انعام حاضر ہے۔ اس نے کہا۔ اب میں اس انعام کو لے کر کیا کروں گا میں تو چند لحات میں مرنے والا ہوں۔ چند ساعات بعد وہ مر گیا۔

اسی سال ہارون الرشید حج کے بہانے مکہ آیا اور وہاں سے مدینہ آیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! مجھے معاف کرنا میں تیرے بیٹے موسیٰ کاظمؑ کو گرفتار کر رہا ہوں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے میرا آرام و سکون ختم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو گرفتار کر لیا گیا اور زندان میں ہے امام علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۳۰۲

چند روایات

قال رسول اللهؐ من ضمن لی واحدة ضمعت له اربعة یصل رحمه فیحیه اهله ویوضع علیه رزقه ویزید فی عمره ویدخله الله تعالیٰ الجنه الّتی وعده

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ جو ایک کام کرنے کی مجھے ضمانت دے میں اسے چار چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں۔ اور وہ عمل صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے حقوق کی نگہداشت ہے۔

۱۔ اس کا خاندان اس سے محبت کرے گا۔

۲۔ اسے فراخیِ رزق نصیب ہوگی۔

۳۔ اس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے جس بہشت کا وعدہ فرمایا ہے، اسے اس بہشت میں داخل فرمائے گا۔ (کتاب مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۴۱)

عن ابی عبدالله قال انّ صله الرحم تزکی الاعمال وتنهیٰ الاحوال وتیسر الحساب وتدفع البلویٰ وتزید فی العمد

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے صلہ رحمی سے نیک اعمال میں اضافہ ہوتا ہے اور دولت میں فراوانی پیدا ہوتی ہے۔ اور قیامت کے دن کے حساب کی آسانی نصیب ہوتی ہے۔ اور صلہ رحمی سے سختیاں دور ہوتی ہیں۔ اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۳۹)

عَن ابی الحسن الرضا عن اباًله قال رسول اللهؐ لمّا اسریٰ بی اِلی اسماء رایست رحما متعلقه بالعرش نسکو رحمهما اِی ربها فقلت لها بینكَ وبینها من اب فقالت زُلتقی فی اربعین اباً

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے شب معراج ایک شخص کو دیکھا۔ جس نے عرش الٰہی کے سامنے اپنے ایک رشتہ دار کو پکڑ کر اس کی شکایت کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ تیرے اور اس کے درمیان کتنی پشتوں کا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا۔ ہم ایک دوسرے سے چالیسویں پشت میں جاکر ملتے ہیں۔ (الصدوق فی الخصال)

عن رسول اللّٰہؐ انه قال مامن ذنب اجور ان یجعل اللّٰہ یصاحبه العقوبة فی الدنیا مع مارفده فی الاخده من البقی وقطیعة الرحم

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ دو گناہ ایسے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں جن کی بہت جلدی سزا دے دیتا ہے۔ اور آخرت کی سزا دنیاوی سزا کے علاوہ ہے اور وہ گناہ یہ ہیں۔ (۱) ستم گری (۲) قطع رحمی۔ (۱)

عن ابی جعفرؑ فی کتاب امیر المومنین ثلاث خصال لایموت صامبهن حتیٰ یریٰ وبالهن البغی وقطیعة والیمن الکاذبة

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ امیر المومنین نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ تین عادات و خصائل ایسی ہیں کہ ان عادات کا مالک مرنے سے پہلے ان کا وبال دیکھ لیتا ہے۔ ظلم، قطع رحمی اور جھوٹی قسم۔ (مالی شیخ مفید)

قال رسول اللّٰہؐ صلّو ارحامکم فی الدنیا ولوباسلام

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا میں رشتہ داروں سے بھلائی کرو اگرچہ سلام کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ (مستدرک الوسائل نقلاً عن البحار)

۱۔ مستدرک الوسائل ص ۶۲۹

باب ششم

احترامِ سادات

ایک تاجر اور حسابِ سادات

کتاب شرائع کا مؤلف جن کا شمار مشہور شیعہ فقہاء و علماء کے زمرہ میں کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب فضائل علیؑ بن ابی طالبؑ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن مہران راوی ہیں کہ کوفہ شہر میں ایک تاجر تھا۔ جس کا نام ابو جعفر تھا اور وہ انتہائی نیک دل تاجر تھا۔ اس کا مقصد اپنی تجوری کو پر کرنا نہ تھا بلکہ وہ ہمیشہ رضائے الٰہی کو مد نظر رکھتا تھا۔

اور جب بھی کوئی سیدؑ اس سے کوئی سودا لیتا اور اس کے پاس سودے کی رقم نہ ہوتی تو وہ بڑی خوشی سے انہیں سودے دیا کیا کرتا تھا۔ اور اپنے غلام سے کہتا تھا کہ اس رقم کو علیؑ بن ابی طالبؑ کے کھاتے میں لکھ دو۔ اسی طرح سے کچھ عرصہ گزرا کہ اس کی دکان آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی۔

ایک دن اس نے غلام کو آواز دے کر کہا کہ دکان کا بہی کھاتہ لاؤ اور قرض کا حساب کرو۔ اور ہمارے جو مقروض وفات پاگئے ان کا نام کاٹ دو اور جو زندہ ہیں ان سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرو۔ مگر ایسا کرنے سے بھی اس کی دکان کا خسارہ پورا نہ ہو سکا۔

ایک دن وہ اپنے گھر کے دروازے پر حیران و پریشان بیٹھا تھا کہ اس کے ایک

ہمسائے نے اس سے مذاق کرتے ہوئے کہا۔ اس مقروض سے رقم کیسے وصول کرو گے۔ جس کا نام اپنے رجسٹر میں تم لکھ کر خوش ہوا کرتے تھے؟ تاجر یہ طعنہ سن کر غمگین ہوا اور سارا دن مغموم رہا۔ رات کو جیسے ہی بستر پر سویا تو عالم خواب میں اسے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہارے والد کہاں ہے؟ اتنے میں علی علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ علیؑ! تم اس شخص کا ادھار واپس کیوں نہیں کرتے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی۔ مولا! میں ابھی اور اسی وقت اس کا ادھار واپس کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر مولائے کائنات نے ایک سفید تھیلی اس کے حوالے کی۔ جس میں ایک ہزار اشرفی تھی۔ اور فرمایا یہ تمہارا حق ہے تم مجھ سے لے لو اور لینے سے انکار نہ کرو۔ اور اس کے بعد میری اولاد میں سے جو بھی غریب سیّد تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے دینا۔ انشاء اللہ تم پھر کبھی مفلس نہیں ہوگے۔

ابو جعفر خواب سے بیدار ہوا اور دیکھا کہ سفید تھیلی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے اپنی بیوی کو جگا کر تمام واقعہ سنایا۔ اس کی بیوی کو اعتبار نہ آیا اور کہا۔ بندہ خدا! خدا کا خوف کر اور کسی طرح کی چالاکی اور مکاری نہ دکھا۔

تاجر نے قسم کھا کر اسے یقین دلانے کی کوشش کی تو بیوی نے کہا میں اس صورت میں یہ بات تسلیم کروں گی کہ تم اپنے رجسٹر منگاؤ اور مولا کے نام کے کھاتے کی رقم گنو۔ جب رجسٹر منگایا گیا تو قرض کی رقم ایک ہزار اشرفی کے برابر تھی۔ اور

کھاتے کے نیچے لکھا ہوا تھا کہ یہ رقم علی بن ابی طالب نے ادا کر دی۔

نصرانی اور اعانتِ اہل بیت

بلا دربیعہ میں ایک قادر الکلام اور دولت مند نصرانی رہتا تھا جس کا نام یوسف بن یعقوب تھا۔ متوکل عباسی کے پاس کسی نے اس کی چغل خوری کی۔ متوکل نے اسے اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

یوسف حکم حاکم مرگ مفاجات کے تحت ناچار ہو کر سامرا کی جانب چل پڑا اور سامرا وارد ہونے سے پہلے اس نے دل میں منت مانی کہ اگر میں متوکل کے شر سے محفوظ رہا تو میں ایک سو اشرفی امام محمد تقیؑ کی خدمت میں نذر کروں گا۔ اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام سامرا میں نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور مالی طور پر پریشان تھے۔ یوسف جیسے ہی سامرا شہر کے دروازہ پر پہنچا تو دل میں سوچا کہ متوکل کے پاس جانے سے پہلے ہی اگر میں فرزند رضاؑ سے مل لیتا تو زیادہ بہتر تھا۔ لیکن اس کے لئے پریشانی یہ تھی کہ وہ امام محمد تقی علیہ السلام کے مکان سے لاعلم تھا اور پوچھنے میں یہ اندیشہ تھا کہ ممکن ہے اس ملاقات کی اطلاع متوکل کو ہو گئی تو وہ اور زیادہ ناراض ہو جائے گا۔

اس نے ایک عجیب فیصلہ کیا اس نے اپنی سواری کی رسی اپنے ہاتھ سے چھوڑ دی۔ اور سواری کو اس کے حال پر جانے دیا اور دل میں کہا اگر اللہ کو میری اعانت مطلوب ہو گی تو میری سواری خود بخود امام کے دروازے پر جا پہنچے گی۔ یوسف کی سواری جیسے ہی آزاد ہوئی اس نے بازاروں اور کوچوں کو عبور کیا اور ایک دروازے پر آکر رک گئی۔

اس نے سواری کو چلانے کیلئے جتنی بھی کوشش کی سواری اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

یوسف کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے؟ اس نے مجھے بتایا یہ رافضیوں کے نویں امام ابن الرضا علیہ السلام کا گھر ہے۔ میں نے دل میں سوچا یہ امامؑ کی عظمت کی پہلی نشانی ہے۔ کہ میں کسی سے پوچھے بغیر ان کے دروازے پر پہنچ گیا۔

ابھی میں یہ بات دل میں سوچ رہا تھا کہ ایک سیاہ رنگ کا غلام اس گھر سے بر آمد ہوا اور کہا۔ تو یوسف بن یعقوب ہے؟

میں نے کہا۔ جی ہاں۔ غلام نے کہا سواری سے اترو اور وہ مجھے لے کر ایک مکان میں داخل ہوا اور وہ مجھے باہر صحن میں کھڑا کر کے خود اندر چلا گیا۔

میں نے دل میں سوچا یہ عظمتِ امامؑ کی دوسری نشانی ہے۔ اس غلام نے مجھے کیونکر پہچان لیا کہ میں یوسف بن یعقوب ہوں۔ جبکہ میں اس سے پہلے کبھی سامرا نہیں آیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہی غلام دوبارہ آیا۔ اور کہا تم نے جو ایک سو اشرفی اپنی آستین میں رکھی ہیں وہ مجھے دے دو۔

میں نے دل میں کہا یہ عظمتِ امامؑ کی تیسری نشانی ہے۔

غلام اشرفیاں لے کر روانہ ہوا اور تھوڑی دیر بعد میرے پاس آیا۔ اور مجھ سے کہا تم اپنی سواری کو یہاں باندھ دو۔ اور میرے ساتھ میرے آقا و مولا کی خدمت میں حاضری دو۔

میں غلام کے ساتھ اندر داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک باوقار شخصیت کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور انہوں نے مجھے کہا یوسف! اتنے دلائل دیکھ کر بھی تم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے؟

میں نے کہا۔ جی ہاں میں کافی دلائل مشاہدہ کر چکا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے تو مسلمان نہیں ہوگا اور تیرا بیٹا اسحاق عنقریب مسلمان ہوگا اور وہ ہمارا جاں نثار شیعہ بنے گا۔

یوسف سنو! کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہماری محبت اور دوستی فائدہ نہیں دیتی۔ خدا ایسا ہرگز نہیں۔ جو بھی ہم سے محبت اور دوستی کرے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اسے اس محبت کا اجر ضرور ملے گا۔

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا۔ یوسف! تم مطمئن رہو۔ متوکل کی جانب سے تمہیں کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔ جس وقت تو شہر سامرا میں داخل ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا تھا۔ جو تمہاری سواری کی باگ تھام کر ہمارے دروازے پر تمہیں لایا تھا۔ روز قیامت تیرا یہ جانور باغِ بہشت میں داخل ہوگا۔

اسحاق بن یوسف کچھ عرصہ بعد مسلمان ہوگیا۔ اس نے امام علیہ السلام سے اپنے باپ کے انجام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے باپ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اسی لئے اسے دوزخ میں ڈالا گیا۔ لیکن اس نے اپنی زندگی میں میری مدد کی تھی اسی لئے دوزخ کی آگ اس پر اثر انداز نہیں ہوئی۔ (۱)

جب ایک سیدہ سے سیادت کی گواہی طلب کی گئی

سبط بن جوزی مشہور مؤرخ ہیں۔ وہ تذکرۃ الخواص میں رقم طراز ہیں کہ ایک سید زادہ بلخ شہر میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کی ایک بیوی اور چند بیٹیاں تھیں۔ قضائے الٰہی سے وہ سید زادہ فوت ہوگیا اور پسماندگان مالی پریشانی کا شکار ہوگئے۔

اپنی غربت و تنگدستی کی وجہ سے وہ بلخ میں رہنے کے قابل نہ رہے۔

اس کی بیوی جو کہ خود بھی سیدانی تھی۔ اپنی بیٹیوں کو ساتھ لے کر سمرقند شہر

۱۔ مجمع النورین منقول از خرائج و بحار ج ۱۲

آگئی۔ یہاں آکر اس نے اپنی بیٹیوں کو ایک مسجد میں بٹھایا۔ اور خود نان و نفقہ کی جستجو میں شہر میں آئی۔

ایک جگہ آکر سیدانی نے دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور اس کا بے حد احترام کر رہے ہیں۔

سیدانی نے اس کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ شہر کا سردار ہے۔ یہ سن کر سیدانی اس کے قریب گئی اور اپنی غربت و افلاس کا حال سنایا۔

اس نے کہا۔ اگر آپ واقعی سیّدہ ہیں تو اپنی سیادت کے گواہ پیش کریں۔

پھر اس نے اس سیدانی کی طرف کوئی توجہ تک نہ کی۔

بے چاری سیدانی وہاں سے مایوس ہو کر چل پڑی۔ ایک اور جگہ پہنچ کر اس نے دیکھا کہ ایک شخص کو لوگوں نے گھیرا ہوا ہے۔

سیدانی نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟

کسی نے بتایا یہ شہر کا داروغہ ہے اور مجوسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔

سیّدہ اس کے پاس گئی۔ اور اپنا حال اسے کہہ سنایا۔ اس نے ایک خادم کو بلا کر کہا۔ جاؤ میری بیوی سے کہو کہ وہ یہاں آجائے۔

تھوڑی دیر بعد اس کی بیوی کنیزوں کے جھرمٹ میں باہر آئی۔

اس کے شوہر نے کہا۔ اس سیّدہ کے ہمراہ فلاں محلّہ کی مسجد میں جاؤ وہاں اس کی بیٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں، انہیں بڑے احترام سے اپنے گھر لے آؤ۔

مجوسی کی بیوی سیدانی کے ہمراہ اس ویران مسجد میں آئی اور یتیم بچیوں کو بڑی شفقت سے اپنے گھر لے آئی۔

انہوں نے سیّد زادیوں کو رہنے کے لئے کمرہ دیا۔ اور انہیں نہلایا اور عمدہ لباس

پہنایا گیا اور بہترین کھانوں سے انکی تواضع کی گئی۔ اور سید زادیاں آرام سے سو گئیں۔

جب آدھی رات گزری تو اس شہر کے مسلمان سردار نے خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اطہر پر پرندہ پھڑ پھڑا رہا ہے اور سبز زمرد کا عظیم الشان محل بھی وہاں موجود ہے۔

اس مسلمان سردار نے عالمِ خواب میں کسی سے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟

اس نے کہا یہ محل کسی مسلمان اور خدا پرست انسان کو ملے گا۔

یہ سن کر وہ رسالت مآب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب گیا۔ اور آپؐ سے محل میں داخلہ کی اجازت طلب کی۔ مگر آپؐ نے اس سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا۔

اس نے عرض کی یارسول اللہؐ! آپؐ مجھ سے روئے مبارک نہ پھیریں میں مردِ مسلمان ہوں۔

یہ سن کر رسول خدا خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہے تو اپنے مسلمان ہونے کے گواہ پیش کر۔ وہ یہ سن کر پریشان ہو گیا۔ حضور اکرم خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے سیدّزادی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا تو کیا تم اتنی جلدی سے اپنا سلوک بھول چکے ہو؟

یہ محل اس کا ہے جس نے آج رات اس سیدّہ کو پناہ دی ہے۔

یہ شخص نیند سے بیدار ہوا اور بے ساختہ رونے لگا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ پورے شہر میں پھر کر یہ پتہ چلائیں کہ اس سیدانی کو کس نے پناہ دی ہے۔

کچھ دیر بعد غلاموں نے آکر اسے اطلاع دی کہ اس سیدانی کو شہر کے مجوسی داروغہ نے پناہ دی ہے۔

یہ شخص مجوسی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سیدانی کی کوئی خبر ہے؟

داروغہ نے کہا۔ جی ہاں وہ سیدّہ اپنی بچیوں سمیت میری مہمان ہے اور میرے گھر میں ہے۔

سردارِ شہر نے کہا۔ تم وہ بی بیاں میرے حوالے کرو۔ تمہیں ان کے رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

مجوسی نے کہا آپ بھی مجھ سے اس طرح کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

سردار نے کہا۔ میں تمہیں ایک ہزار دینار دیتا ہوں تم وہ سیّد زادیاں میرے حوالے کر دو۔

داروغہ نے کہا۔ ناممکن ہے اگر تم مجھے ایک لاکھ دینار بھی دینا چاہو تو بھی میں نہیں لوں گا۔ جب سردار نے زیادہ اصرار کیا تو داروغہ نے کہا۔ جو خواب دیکھ کر تو یہاں آیا ہے میں بھی وہی خواب دیکھ چکا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے زمرد کا وہ محل عطا کیا ہے جس سے تجھے روکا گیا تھا۔

جس وقت میں نے یہ خواب دیکھا تو اپنے تمام اہل خانہ کو بیدار کیا اور ہم سب نے اس سیدہ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ہے۔ اسی سیدہ کی برکت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ زمرد کا محل مجھے اور میرے اہل خانہ کو دیا ہے۔ (۱)

ایک سیدہ اور عبداللہ بن مبارک

سبط بن جوزی تذکرۃ الخواص میں نقل کرتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن مبارک کا اصول تھا کہ وہ ہر دوسرے سال حج پر جاتا تھا۔ اور یوں اس نے پچاس برس میں پچیس حج ادا کئے۔

ایک سال وہ حج کے لئے جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے دیکھا۔ کہ ایک عورت مردہ مرغی کے پر جدا کر رہی ہے۔

یہ دیکھ کر عبداللہ بن مبارک اس عورت کے قریب گئے اور کہا۔ بی بی اس کا کھانا

۱۔ کشکول بحرانی نقل از منہاج الیقین و شجرہ طوبیٰ

شریعتِ اسلام میں حرام ہے۔

عورت نے کہا۔ آپ جائیں جس چیز کا آپ سے کوئی تعلق نہیں آپ اس کے متعلق کیوں گفتگو کرتے ہیں۔

عبداللہ نے جب زیادہ اصرار کیا تو اس عورت نے کہا۔ اب جب تم اتنا اصرار کر رہے ہو تو سنو میں سیّد زادی ہوں اور میری چار بیٹیاں ہیں۔ میرے شوہر کی وفات ہوچکی ہے۔ اور آج ہمیں فاقہ کئے چوتھا دن ہے۔ اس وقت ہم مضطر ہیں اور ہمارے لئے مردار حلال ہوچکا ہے، آج اتفاق سے یہ مردہ مرغی میرے ہاتھ لگی ہے۔ میں اسے صاف کر کے خود بھی کھاؤں گی اور اپنی بچیوں کو بھی کھلاؤں گی۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے دل میں کہا۔ عبداللہ! وائے ہو تجھ پر اگر تو نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیا۔

میں نے اس سیّد زادی کو اشارہ کیا کہ وہ اپنا دامن پھیلائے۔ جب اس نے اپنا دامن پھیلایا تو میں نے حج کے زادِ راہ کے طور پر جو درہم ساتھ لئے ہوئے تھے وہ سب کے سب اس کی جھولی میں ڈال دیئے۔ سیّدہ نے مجھ سے وہ رقم لے لی مگر اس کے چہرے پر شرمندگی اور ندامت کے آثار ظاہر تھے۔

سیّد زادی رقم لے کر اپنے گھر روانہ ہوئی اور میں حج کئے بغیر اپنے گھر آگیا۔ اور اللہ نے اس سال میرے دل سے مکہ جانے کی خواہش اٹھالی۔

جب حاجی مکہ سے واپس آئے تو میں اپنے اہل شہر کو مبارک دینے کے لئے گیا۔ اور جو بھی حاجی مجھے ملتا تو وہ بھی مجھے حج کی مبارک دیتا تھا اور کہتا تھا کہ تم فلاں مقام پر میرے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حج بھی قبول فرمائے۔

میں حجاج کی یہ باتیں سن کر انتہائی غمگین ہوا۔ اور اس رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ عالمِ خواب میں جناب رسالت مآب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عبداللہ! تو نے میری اولاد میں سے ایک بچی کی مدد کی ہے۔ میں نے اللہ سے تمہارے لئے دعا مانگی تو اللہ نے تیری شکل و صورت کا ایک فرشتہ پیدا کیا۔ جو ہر سال قیامت تک تیرے لئے حج کرتا رہے گا۔ اب تمہاری مرضی حج پر جاؤ یا نہ جاؤ۔ (۱)

متوکل عباسی کی ماں کا سادات سے سلوک

فضائل السادات میں ابن جوزی نے اپنے دادا ابو الفرج سے نقل کیا ہے احمد بن خصیب کہتا ہے کہ میں متوکل عباسی کی ماں کا خزانچی تھا۔

ایک دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک غلام آیا۔ اس نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں ایک ہزار اشرفی تھی۔ اور کہا کہ خلیفہ کی ماں نے کہا ہے کہ یہ میرا حلال ترین مال ہے جو میں تیرے پاس بھیج رہی ہوں۔ اسے غرباء و مساکین میں تقسیم کرو۔

میں نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا کہ وہ مجھے غرباء و مساکین کی ایک فہرست بنا کر دیں تاکہ میں اس رقم کو ان میں تقسیم کر سکوں۔

دوستوں نے مجھے چند غرباء کے نام لکھوائے میں نے ان میں تین سو اشرفیاں تقسیم کیں۔ سات سو اشرفی میرے پاس باقی تھیں۔

رات کا ایک حصہ گزرا کہ کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا اور اس کے آنے کا مقصد دریافت کیا۔

اس نے کہا میں ایک بے نوا اور مفلس سید زادہ ہوں اور ضرورت مند ہوں میں نے ان اشرفیوں میں سے اسے ایک اشرفی دی۔ اور جب میں واپس اپنے بستر پر آیا تو میری بیوی نے پوچھا۔ دستک دینے والا کون تھا؟

۱۔ شجرہ طوبیٰ ص ۱۱۔ ریاحین الشریعہ میں پانچ سال لکھا ہے۔

میں نے بتایا کہ ایک غریب سید زادہ تھا اور معاونت کا طالب تھا۔ میں نے اسے ایک اشرفی دے کر رخصت کردیا۔

میری بیوی نے جیسے ہی میرے الفاظ سنے زارو قطار رونے لگی۔ اور مجھ سے کہنے لگی۔ تجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرم نہ آئی کہ اس کی اولاد میں سے ایک شخص تیرے دروازے پر آیا اور تو نے اسے صرف ایک اشرفی دے کر رخصت کردیا؟

جلدی کرو۔ اس سید زادے کو تلاش کرکے باقی رقم اس کے حوالے کردو۔ میں بیوی کے کہنے پر اٹھا اور اس سیدزادہ کو پکڑ کر باقی تمام رقم بھی اس کے حوالی کردی۔

جب میں گھر آیا تو سخت پریشان ہوا۔ اگر متوکل کو کسی طرح سے اس بات کا پتہ چل گیا تو وہ مجھے سخت اذیت دے گا۔

بیوی نے کہا۔ مت گھبرا اس سید زادے کا نانا تمہاری خود حفاظت فرمائے گا۔ ابھی میں جاگ ہی رہا تھا اور میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی کہ اسی دوران زور زور سے میرے دروازے پر دستک ہوئی اور میں گھبرا کر اٹھا باہر نکل کر میں نے دیکھا کہ بہت سے شاہی غلام اپنے ہاتھوں میں مشعلیں لئے کھڑے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اس وقت تجھے خلیفہ کی ماں نے یاد کیا ہے۔ یہ سن کر میرے دل میں ہزاروں وسوسے اٹھنے لگے۔ میں ان کے ساتھ روانہ ہونے لگا۔

ابھی ہم جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ خلیفہ کی ماں کا ایک اور قاصد آگیا کہ جلدی کرو احمد بن خصیب کو خلیفہ کی ماں یاد کر رہی ہے۔

جب میں پہنچا تو پردے کی اوٹ سے متوکل کی ماں کی صدا بلند ہوئی۔ مجھے مخاطب کرکے اس نے کہا۔

احمد بن خصیب! اللہ تعالی تجھے اور تیری بیوی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں نے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے کہا۔ مگر ہم نے ایسا کون سا نیک کام کیا ہے؟
مادرِ متوکل نے کہا۔ یہ تو میں بھی نہیں جانتی کہ تم نے کون سی نیکی کی ہے۔ ابھی ابھی میں جب بستر پر سوئی تو عالمِ خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تجھے اور احمد بن خصیب کی بیوی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں نے تمہیں اس لئے بلایا کہ تم مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا کیا ہے؟

میں نے اسے غریب سیّد زادے کی ساری داستان سنائی۔ متوکل کی ماں یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور مجھے ایک لاکھ درہم اور قیمتی لباس دے کر کہا کہ اس میں سے کچھ حصہ تم اپنی اور اپنی بیوی کیلئے رکھ لو اور باقی تمام رقم اس سیّد زادے کے گھر پہنچاؤ۔

میں یہ تمام رقم لے کر سیّد زادے کے مکان پر گیا۔ اور دروازے پر دستک دی تو اندر سے سیّد کی آواز ائی احمد بن خصیب جو کچھ تمہارے پاس ہے۔اسے لے کر اندر آجاؤ۔ اور وہ سیّد زادہ روتے ہوئے باہر آیا۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ اس وقت تمہارے دروازے پر میں کھڑا ہوں اور یہ بھی بتاؤ کہ تم کیوں رو رہے ہو؟

سیّد زادے نے کہا۔ جب میں اشرفیاں لے کر اپنے گھر آیا تو میری بیوی نے پوچھا اتنی ڈھیر ساری اشرفیاں تم کہاں سے لے کر آئے ہو؟

میں نے اسے تمام واقعہ سنایا۔ میری بیوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ہم نماز شکرانہ پڑھ کر احمد بن خصیب کی بیوی کی لئے دعا کریں۔

چنانچہ ہم نے نماز پڑھ کر تمہاری بیوی کے لئے دعا مانگی اور پھر ہم سوگئے۔ خواب میں مجھے جناب رسول خداؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے فرمایا۔ تم نے اس نعمت کا شکر ادا کیا ہے لہذا وہی شخص تمہارے لئے ایک بڑی عطا لے کر آرہا ہے۔

اسی وجہ سے مجھے تمہارے آنے کا یقین تھا۔ اور جیسے ہی تم نے دستک دی میں سمجھ گیا کہ اس وقت ہمارے دروازے پر آنے والے تم ہی ہو۔ (۱)

سادات کے ساتھ بھلائی

سبط بن جوزی تذکرۃ الخواص میں ابن ابی الدنیا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے اسے فرمایا۔ فلاں مجوسی کے پاس جاؤ اور اسے جاکر کہو کہ وہ دعا قبول ہوچکی ہے۔ خواب دیکھنے والا شخص بیدار ہوا۔ مجوسی کے پاس جانے سے اسے حیاء محسوس ہوئی کیونکہ مجوسی دولت مند شخص تھا اور خواب دیکھنے والا غریب تھا اور سوچنے لگا کہ مجھ جیسے مفلس کی بات کا اس پر کیا اثر ہوگا۔

دوبارہ اسے خواب میں یہی حکم ملا لیکن وہ نہ گیا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے پھر حکم دیا کہ فلاں مجوسی کے پاس جاؤ اور اسے جاکر کہو کہ وہ دعا قبول ہوچکی ہے۔

وہ شخص صبح کے وقت اس مجوسی کے پاس گیا اور اسے کہا۔ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ انہوں نے مجھے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا کہ وہ دعا قبول ہوگئی ہے۔

مجوسی نے کہا۔ تم مجھے اور میرے دین ومسلک کو بھی جانتے ہو؟

اس نے کہا۔ جی ہاں

مجوسی نے کہا۔ میں اب تک دین اسلام اور پیغمبر اسلام کا منکر تھا اور اب دل کی گہرائیوں سے (کلمہ اشهد ان لا اله إلاّ الله واشهد انّ محمداً عبده ورسوله) پڑھ رہا ہوں۔

۱۔ ریاحین الشریعہ ج ۲ ص ۱۳۹

پھر اس نے تمام خاندان کو جمع کیا اور کہا۔ میں اب تک گمراہ تھا، اور اب اللہ نے مجھے صحیح راستے کی ہدایت فرمائی ہے۔ میرا جو رشتہ دار مسلمان ہوتا جائے گا تو اس کے ہاتھ میں میرا جتنا مال ہے۔ میں اسے اس کے حوالے کردوں گا۔ اور جو مسلمان نہ ہوگا میں اس سے ایک ایک پائی وصول کروں گا۔ اسکے تمام رشتہ دار بھی مسلمان ہوگئے۔ اس نے دین مجوسی کے تحت اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کردی تھی۔ انکے درمیان اس نے جدائی کرادی پھر اس نے قاصد سے کہا۔ جانتے ہو وہ دعا کیا تھی؟

قاصد نے کہا۔ خدا کی قسم مجھے علم نہیں ہے۔

اس نو مسلم نے بتایا کہ چند روز قبل جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تھی تو بہترین ولیمہ کا انتظام کیا اور اپنے تمام دوستوں کو اس ولیمہ میں شریک کیا۔

میرے گھر کی دیوار کے ساتھ ایک گھر سادات کا بھی ہے جو انتہائی قلاش اور مفلس ہیں۔ میں نے نوکروں سے کہا کہ وہ قالین پر دسترخوان لگادیں۔ جب میں دسترخوان پر بیٹھا تو ایک سید زادی کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی وہ اپنی ماں سے کہہ رہی تھی۔ امی جان! مجوسی کے کھانوں کی خوشبو نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے۔

جیسے ہی میں نے بچی کے یہ الفاظ سنے تو فوراً اچھے کھانے اور نئے کپڑے اور کچھ درہم و دینار ان کے گھر روانہ کئے۔

اس بچی نے جب تمام چیزیں دیکھیں تو باقی افراد خانہ سے کہا غذا کھانے سے پہلے میں اس کے لئے دعا مانگتی ہوں اور تم آمین کہو۔

اس وقت بچی نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور کہا خدایا! اس شخص کو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محشور فرما۔ اور باقی افراد نے آمین کہا۔ اور اب تم جو پیغمبر اسلام کا پیغام لے کر آئے ہو وہ اسی دعا کے متعلق ہے۔ (۱)

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۱۵ و بحار الانوار

نصر اللہ بن عنین و سادات بنی داؤد

ابو المحاسن نصر اللہ بن عنین ایک قادر الکلام شاعر تھے وہ مکہ جارہے تھے اور ان کے پاس کچھ کپڑے اور دیگر سامان بھی تھا۔ راستے میں سادات بنی داؤد نے اس کا راستہ روکا اور اس کا تمام سامان لوٹ لیا اور وہ خود بھی مقابلہ میں زخمی ہوا۔ اس زمانے میں حجاز کے علاقہ کا انتظام اور انصرام بادشاہ یمن عزیز بن ایوب کے پاس تھا۔ اور اس کے بھائی ناصر کی خواہش تھی کہ وہ یمن کو چھوڑ کر ساحل کے علاقہ کو سنبھالے۔ کیونکہ ساحل کا علاقہ تازہ فتح ہوا تھا اور وہاں شورش کا زیادہ خطرہ تھا۔

ابوالمحاسن نے عزیز بن ایوب کو خط لکھا کہ اسے یمن چھوڑ کر ساحل نہیں جانا چاہئے اور اسے سادات بنی داؤد کی سرکوبی کرنی چاہئے۔ اور اس نے اپنے خط میں ایک نظم بھی لکھی جس میں اس نے یہ اشعار بھی لکھے تھے۔

وان اردت جهاداً فارق سيفك من — قوم رضاعوا فروض الله والنسنا

ولا تقل انهم اولاد فاطمة — لوادركوا آل حرب جاربو الحسنا

اگر آپ نے جہاد کرنا ہے تو اس قوم سے جہاد کریں جس نے فرائض و سنن کو ضائع کردیا ہے۔

یہ نہ کہو کہ یہ لوگ اولاد فاطمہؑ ہیں۔ اگر یہ معاویہ کے دور میں ہوتے تو حسن علیہ السلام سے بھی جنگ کرتے۔

جس دن اس نے یہ قصیدہ لکھا۔ اسی رات اس نے حضرت فاطمہؑ زہرا کو خواب میں دیکھا۔ آپ مشغول طواف تھیں۔ ابوالمحاسن نے انہیں سلام کیا تو سیدہ سلام اللہ علیہا نے جواب نہ دیا۔ اور ابو المحاسن نے رو کر جناب سیدہؑ سے اس بے اعتنائی کا سبب پوچھا تو جناب سیدہؑ نے جواب میں اس کے قصیدہ کے وزن پر یہ شعر پڑھے۔

حاشا بني فاطمه كلّهم　　من حسة تعرض او من خنا

وانّما الآيام فی عذدها　　وفعلها السوء اسائت بنا

فرزندان فاطمہ پستی اور بدزبانی سے منزہ ہیں۔ گردش روزگار نے آج ہمیں اس حال پر پہنچا دیا ہے۔ اور میری اولاد کو تنگدستی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اگر ہماری اولاد میں سے ایک نے غلطی سے یہ کام کیا تو تم نے جان بوجھ کر ہماری طرف اس کی نسبت کی ہے۔ تم اپنے اس فعل سے توبہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ گناہ کرنے والوں کو ہمارے واسطہ سے بخش دیتا ہے۔ تم ان کے جدنامدار محمد مصطفیٰ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ان کا احترام کرو اور کسی کی توہین نہ کرو اور اولاد فاطمہؑ کی طرف سے تمہیں جو بھی تکلیف ملی ہے۔ قیامت میں ہم تجھے اس کا اجر دلائیں گے۔

ابو المحاسن نصر اللہ بن عنین کہتے ہیں کہ میں خواب سے بیدار ہوا تو انتہائی نادم تھا اور میں نے اپنے جسم کے زخموں کو دیکھا تو زخم بھر چکے تھے اور میں مکمل طور پر شفایاب ہو چکا تھا۔

میں نے اپنے سابقہ قصیدہ کو پھاڑ ڈالا اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے معذرت کے لئے یہ شعر کہے۔

عوذ الى بنت بنی الهدیٰ　　تصفح عن ذنب سيئى حنا

والله لو قطبعنی واحد　　منهم بسيف البغی او بالقنا

لم أرما يعطه سيأ　　بل اره فی اتفعل قد احسنا

پیغمبر اکرمؐ کی دختر سے میں اپنی غلطی کی معذرت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم آج کے بعد آپؑ کی اولاد میں سے کوئی فرد مجھے تلوار یا نیزے سے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو میں ایسے اپنے حق میں برا نہ سمجھوں گا۔ بلکہ اسے اپنے حق میں نیکی تصور کرونگا۔ (۱)

۱۔ بیت الاحزان ص ۷

سادات سے کیسا سلوک کرنا چاہئے؟

حسین بن حسن بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ قم میں رہتا تھا۔ اور کھلم کھلا شراب نوشی کیا کرتا تھا۔

ایک دن وہ وکیلِ اوقاف احمد بن اسحاق کے پاس اپنے احتیاج کے سلسلہ میں گیا۔ وکیلِ اوقاف نے ملنے سے انکار کر دیا اور وہ انتہائی مغموم ہو کر اپنے گھر آیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد احمد بن اسحاق حج کے لئے روانہ ہوا اور جب وہ سامرا پہنچا تو امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کے لئے آپؑ کے بیت الشرف گیا۔ اور امام سے ملاقات کی درخواست کی۔ امام علیہ السلام نے ملنے انکار کر دیا۔

اس نے درِ اطہر پر بیٹھ کر کافی دیر تک گریہ کیا۔ آخر کار امام علیہ السلام نے اسے اجازت دے دی۔

جب وہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو عرض کی مولا! مجھ سے ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ جب کہ میں تو آپ کا دوست اور شیعہ ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے میرے چچا زاد کو اپنے دروازے سے لوٹایا تھا۔

احمد نے رو کر کہا۔ خدا کی قسم وہ شرابخوار ہے میں نے اسی لئے اس سے ملاقات نہیں کی تھی تاکہ اسے کچھ تنبیہ ہو سکے۔

امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس کا احترام پھر بھی ضروری تھا۔ اور خبردار کبھی بھی سادات کی اہانت اور ہتک نہ کرنا ورنہ تم خسارہ اٹھاؤ گے۔ کیونکہ ان کی نسبت ہماری طرف ہے۔

احمد قم آئے تو قم کے معززین ان کو ملنے کے لئے آئے اور ملنے والوں میں حسین بن حسن بھی تھا۔ احمد کی نگاہ جیسے ہی اس سید زادے پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھا اور اس

کا شایان شان احترام کیا اور اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔

اس احترام کو دیکھ کر حسین بن حسن متعجب ہوا اور اس کا سبب پوچھا تو احمد نے بتایا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

جب حسین بن حسن نے یہ واقعہ سنا تو اپنے کردار پر بے حد نادم ہوا فوراً تمام برے کاموں سے توبہ کی۔ اور اپنے گھر آکر تمام شراب انڈیل دی اور شراب کے تمام برتن توڑ ڈالے اور اس کے بعد اس کی تمام عمر مسجد اور حرم معصومہ میں گزری اور جب اس نے وفات پائی تو معصومہ قم کے حرم میں اسے دفن کیا گیا۔ (۱)

سادات بزرگوں کے لئے باعثِ ننگ نہ بنیں

علی بن یحییٰ وزیر کہتا ہے سادات سے نیکی اور بھلائی کیا کرتا تھا۔ اور مدینہ میں ہر سیّد کو ہر سال ایک معقول وظیفہ اور لباس دیتا تھا اور میرا اصول یہ ہوتا تھا کہ ماہِ رمضان کے آغاز سے ہی سادات میں وظیفہ دینا شروع کرتا تھا اور رمضان کے آخری ایام تک میں اپنے اس کام کو مکمل کر لیتا تھا۔

انہی سادات میں سے ایک موسوی سیّد تھا جسے میں ہر سال پانچ ہزار درہم دیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ موسم سرما میں میں نے اسے سڑک کے کنارے اوندھا پڑا ہوا دیکھا جب میں اس کے قریب گیا۔ تو وہ اس وقت شراب کے نشہ میں دھت تھا۔ اور تمام لباس اس کا خاک آلود ہو چکا تھا۔ اور پاس گزرنے والے اس کی حالت پر مذاق اڑا کے وہاں سے چلے جاتے۔

میں نے یہ منظر دیکھ کر اپنے دل میں کہا۔ ایسے فاسق شرابی کی مدد نہیں کرنی

۱۔ مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۵۰۰

چاہیئے۔ میں اسے سالانہ پانچ ہزار درہم دیتا ہوں مگر وہ میری رقم کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کر دیتا ہے۔

الغرض ماہ مبارک آگیا میں نے اپنے دستور کے مطابق سادات کرام کے وظیفے دینے شروع کئے۔ ایک دن وہی سید میرے دروازے پر اپنا وظیفہ لینے کے لئے آیا۔ میں نے کہا۔ میں تجھے کچھ نہیں دوں گا کیونکہ تو میری رقم کو معصیت خداوندی میں صرف کرتا ہے۔ میں شرابخواری کے لئے تیرا مددگار بننا پسند نہیں کرتا۔

رات ہوئی مجھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کا شرف حاصل ہوا میں نے دیکھا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے۔ میں بھی آپؐ کے قریب گیا لیکن آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ اور مجھ سے اپنے چہرے کو موڑ لیا۔

میں نے عرض کی۔ حضور! آپؐ مجھ سے چہرہ نہ موڑیں میں آپؐ کی اولاد کی تکریم کرتا ہوں اور ان کے سالانہ اخراجات کے لئے وظائف دیتا ہوں۔ میری اس بھلائی کا اجر یہی ہے کہ آپ مجھ سے منہ موڑ رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے میرے فلاں بیٹے کو ذلیل کر کے اپنے دروازے سے محروم کیوں لوٹایا؟

میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ فاسق و فاجر ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اسے شراب کے نشے میں مدہوش دیکھا ہے۔ اسی لئے میں نے اس کی مدد نہیں کی تاکہ اس کے گناہ میں شریک نہ ہوں۔

آپؐ نے فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ تم جو اس کی مدد کرتے تھے اس کی وجہ سے کرتے تھے یا میری وجہ سے کرتے تھے؟

میں نے عرض کی۔ آپ کی وجہ سے۔

آپؐ نے فرمایا۔ تو اسے میری اولاد سمجھتے ہوئے اس کی کوتاہیوں سے درگزر کردو تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کی۔ بسرو چشم مجھ سے جتنا ممکن ہوااس کی مدد کروں گا۔

میں خواب سے بیدار ہوااور ایک نوکر سے کہا کہ آج شام تک فلاں سیّد کو تلاش کرکے میرے پاس لاؤ۔

شام کے وقت وہ سیّد میرے پاس آئے تو میں نے ان کا احترام کیا اور دس ہزار درہم ان کی نذر کئے۔

اب جو سیّد نے دیکھا کہ وظیفہ دگنا دیکھا تو اس نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ میں نے اسے خواب سنایا۔ خواب سننے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سیّد زور زور سے آنسو بہا رہا ہے اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم آئندہ میں کوئی غلط کام نہیں کروں گا تاکہ رسالت مآبؐ کو تم سے جھگڑے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اس طرح سیّد نے گناہوں سے توبہ کی اور چند عرصہ بعد اس کا شمار مشہور صالحین میں ہونے لگا۔ (۱)

ہم ان سطور کے ذریعہ سے سادات کرام سے بھی عرض کرتے ہیں کہ خدارا وہ بھی اپنے آپ پر رحم کریں اور غلط کردار سے باز رہیں۔ اور اپنے بزرگوں کے لئے باعثِ ننگ و عار نہ بنیں۔ سادات کو دینی اعتبار سے لوگوں کی رہنمائی کرنی چاہئے۔ اور تمام غلط حرکتوں سے باز رہنا چاہئے۔ بالخصوص اس دور میں جب کہ ائمہ کرام کے مخالف پوری دنیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہ سادات کے غلط اعمال کو پیش کرکے پوری نسلِ سادات کو بدنام نہ کریں۔ لہذا سادات کو چاہئے کہ وہ اپنی قدر و قیمت کو پہچانیں اور بزرگوں کے لئے باعثِ عار نہ بنیں۔

۱۔ منتہی الآمال ص ۲۶۸ ج ۲

سادات پر جسارت کا نتیجہ

۱۲۲۹ ہجری قمری کا واقعہ ہے۔ کہ حکومت کے واجبات وصول کرنے والے ایک تحصیلدار نے ایک سیّد کو بلایا اور اس سے سرکاری واجبات کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔

سیّد بے چارہ غریب انسان تھا۔ اس نے فوری ادائیگی سے معذرت کی اور تحصیلدار سے درخواست کی کہ اسے چند دن کی مہلت دی جائے۔ مگر تحصیلدار نے سختی سے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا اپنے واجبات فوراً ادا کرو۔

غریب سیّد نے کہا۔ میں سیّد ہوں تمہیں خدا اور رسول سے شرم کرنی چاہیئے؟

تحصیلدار نے کہا اگر تمہارا نانا تمہاری مدد کر سکتا ہے تو اسے اپنی مدد کے لئے بلاؤ اور اسے کہو کہ وہ تجھے میرے شر سے محفوظ رکھے۔ تجھے آج رات کی مہلت دیتا ہوں اگر کل صبح تو نے رقم کی ادائیگی نہ کی تو تیرے حلق میں نجاست ڈالوں گا۔ اور اپنے نانا سے کہنا وہ جو کچھ بھی کر سکتے ہوں کرلیں۔

تحصیلدار رات کو اپنے گھر آیا اور گرمی کا موسم تھا۔ سونے کیلئے چھت پر آگیا۔ آدھی رات کے وقت پیشاب کی غرض سے پرنالے کے قریب گیا رات تاریک تھی اسکا پاؤں پھسلا اور اتفاق یہ ہوا کہ وہ غلاظت کے کنوئیں میں الٹا جاگرا۔ اسکے گرنے کا کسی کو علم نہ ہوا۔ صبح ہوئی اسے تلاش کیا گیا تو وہ غلاظت کے کنوئیں میں الٹا کھڑا تھا۔ اسے وہاں سے نکالا گیا تو منہ سے لے کر ناف تک اسکے اندر غلاظت چلی گئی تھی اور اس کا پیٹ پھول کر چکا تھا۔ (۱)

امام باقر علیہ السلام سے سنیں

زرارہ عبدالملک سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام باقر علیہ السلام اور فرزندان امام

۱۔ خزائن نراقی

حسنؑ میں کچھ تلخی ہوئی۔ میں نے چاہا کہ میں اصلاح کے لئے کچھ بولوں تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا تم ہمارے درمیان کچھ نہ کہو۔ تمہاری مثال بنی اسرائیل کے اس شخص کی سی ہے جس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی ایک کسان سے بیاہی گئی اور دوسری بیٹی کی شادی کوزہ گر (کمہار) سے ہوئی۔ ایک دفعہ وہ بیٹیوں سے ملنے گیا تو کسان کی بیوی نے کہا میرے شوہر کے کافی کھیت ہیں اگر ان ایام میں بارش ہو جائے تو ہم خوش حال ہو جائیں گے۔ پھر وہ دوسری بیٹی کے ہاں گیا۔ اس نے کہا۔ میرے شوہر نے مٹی کے بہت سے برتن بنا کر سوکھنے کے لئے رکھے ہیں، خدا کرے کہ چند روز تک بارش نہ آئے ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔

یہ حال دیکھ کر باپ نے کہا خدایا تو ہی اپنی مصلحت کو بہتر جانتا ہے میں کسی کے لئے درخواست نہیں کروں گا۔

اسی طرح سے تم بھی ہمارے درمیان مداخلت سے باز رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کی بے ادبی کر بیٹھو۔ تمہارا کام صرف یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمارا احترام کرو۔

چند روایات

عن ابی عبداللہؑ قال رسول اللہؐ اناشافع یوم القیامة لاربعة اصناف ولو جاؤ بذنوب اهل الدنیا رجل ذریتی بذل ماله یذدینی عندرا الصیق ورجل احبّ ذریتی باللسان والقلب ورجل سعیٰ فی حوائج دنیا اذاطردو اوشردو

"کتاب وسائل باب الامر بالمعروف ص ۵۶۰"

امام صادق علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ انہوں

نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کروں گا اگرچہ وہ روئے زمین کے گناہ کے مرتکب ہوں۔

۱۔ وہ شخص جو میری اولاد کی مدد کرے۔

۲۔ وہ شخص جو تنگی کے وقت اپنے مال سے میری اولاد کی مدد کرے۔

۳۔ وہ شخص جو دل و زبان سے میری اولاد سے محبت کرے۔

۴۔ وہ شخص جب میری اولاد ظالموں کے ہاتھوں جلاوطن ہو، تو ان کی ضروریات کو پورا کرے۔

قال الصادقؑ اذاکان یوم القیامة نادیٰ منادٍ ایها الخلائق انعتوا فان محمداً یکلّمکم فتنصت الخلائق فیقوم النبیؐ فیقول۔ یا معشر الخلائق من کانت له عندی یداومنة اومعروف فلیقم حتّٰی اکافیه فیقولون بابائنا وامهاتنا وای یدومنة وای معروف لنابل الید والمنة والمعروف للّٰه ولرسوله علی جمیع الخلائق فیقول لهم بلی من اویٰ احدامن اهل بیتی اوبرهم اوکساهم من عری اواشبع جائهم فلیقم حتی اکافیه فیقوم اناس قدفعلو اذلك فیأتی النداء من عنداللّٰه تعالیٰ یا محمّدؐ یاحبیبی قدجعلت مکافاتهم الیك فأسکنهم من الجنة حیث شئت قال۔ فیسکنهم فی الوسیلپ حیث لایحجبون عن محمد واهل بیته

"وسائل الشیعہ ص ۵٦۰"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا۔ اے مخلوق خدا خاموش ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

تمام مخلوق خاموش ہو جائے گی۔ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے۔ اے گروہ مخلوقات! تم میں سے کسی کا مجھ پر کوئی احسان ہو تو وہ کھڑا ہو جائے

آج میں اسے اس کے احسان کا بدلہ دوں گا۔

لوگ کہیں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ہمارا آپ پر کوئی احسان نہیں ہے بلکہ ہم پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے۔ جی ہاں جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی ایک کو پناہ دی ہو یا بھلائی کی ہو۔ یا کسی برہنہ کو لباس پہنایا ہو یا ان میں سے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا ہو۔ تو وہ کھڑا ہو جائے میں اسے اس کے احسان کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر کافی لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ جنہوں نے ایسا کیا ہوگا۔

اس وقت اللہ کی طرف سے ندا آئے گی۔ محمدؐ میرے حبیب! میں نے ان تمام لوگوں کی جزا کا آپ کو مالک و مختار بنایا ہے۔ آپؐ جہاں پسند کریں انہیں جنت میں ٹھہرائیں۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کو جنت کے مقام وسیلہ میں ٹھہرائیں گے جہاں انہیں ہر وقت محمد وآل محمد کا دیدار نصیب ہوگا۔

قیل للرضاؑ ألا نخبرك بالخاسر المتخلّف قال من هو قالو افلان باع دنانیره بدراهم فرد ماله من عشرة الاف دینار الی عشره الاف درهم قال بدرپ باعها بالف درهم ألم یكن اعظم تخلّفا و اعظم من هذا تخلفا وحسرة قالو ابلی قال أفلا انبئكم باشد من هذا حسرة قالو ابلیٰ قال من اثرفیالبرو المعروف قرابه ابوی نسبه علی قرابة ابوی دینه محمدؐ و علیؑ صلوات اللّٰه علیهما لأنّ فضل قرابات محمد و علیؑ علی قرابات ابوی نفسه افضل من فضل الف جبل ذهب علیٰ الف حبة ذائف

"مستدرک الوسائل ج ۲۔ ص ۴۰۱"

رضا علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے کہا کہ فلاں شخص سخت خسارے میں رہا۔ آپؑ نے فرمایا کس نے خسارہ اٹھایا؟

لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص نے دینار کو درہم کے بدلے میں فروخت کردیا۔ اس نے ایک ہزار دینار کی تھیلی کا ایک ہزار درہم سے تبادلہ کرلیا۔

آپؑ نے فرمایا۔ میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خسارہ اٹھانے والے شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟

لوگوں نے کہا جی ہاں ضرور بتائیں تو آپؑ نے فرمایا۔ وہ شخص اس سے بھی زیادہ خسارے میں رہا۔ جس نے نیکی اور بھلائی کے لئے اپنے قرابت داروں کو محمدؐ و علیؑ کے قرابت داروں پر ترجیح دی۔ کیونکہ سادات کے ساتھ بھلائی کرنا ایک ہزار سونے کے پہاڑ کے برابر ہے۔ جب کہ اپنے رشتہ داروں سے بھلائی کرنا گندم کے ہزار فاسد دانوں کے برابر ہے۔

باب ہفتم

کمزوروں اور یتیموں پر شفقت

ائمہ علیہم السلام اس طرح سے مدد کیا کرتے تھے

مؤلفِ کتاب کلمہ طیبہ نے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے۔ ایک دن امام علی نقی علیہ السلام کسی کام کے سلسلہ میں شہر سامرا سے باہر گئے۔ آپؑ کے جانے کے بعد ایک اعرابی آپؑ کے بیت الشرف پر حاضر ہوا اور مولا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

اسے بتایا گیا کہ آپؑ شہر سے باہر فلاں مقام پر گئے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے اس جگہ پر پہنچا۔ اور عرض کی میرا تعلق اعرابِ کوفہ سے ہے۔ اور میں آپؑ کے خاندان کا ارادت مند ہوں۔ اور میں نے بھاری قرض دینا ہے۔ آپؑ کے علاوہ مجھے کسی سے ادائگیِ قرض کی امید نہیں تھی۔ لہذا میں آپکی خدمت میں چلا آیا۔

آپؑ نے فرمایا۔ مت گھبراؤ اور یہاں میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں ایک سند لکھ دیتا ہوں جس میں میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اسکا مقروض ہوں اور جب میں شہر پہنچ جاؤں تو تم میرے دروازے پر آنا اور اپنے قرض کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور میں تم سے جتنی بھی مہلت طلب کروں تم مجھے مہلت نہ دینا اور ادائگی پر اصرار کرنا۔ اور خبردار میری بات کی ہرگز مخالفت نہ کرنا۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس طرح سے تمہارا قرض ادا کردے۔

جب آپؑ واپس سامرا تشریف لائے تو کچھ دیر بعد وہ اعرابی بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت امامؑ کے پاس بہت سے عقیدت مند اور خلیفہ کے معتمد موجود تھے۔

اس نے آتے ہی قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپؑ اس سے مہلت طلب کرتے رہے لیکن وہ سختی سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا رہا۔ خلیفہ کے معتمد افراد نے خلیفہ کو اس واقعہ کی خبر سنائی۔ اس نے تیس ہزار درہم آپ کے پاس روانہ کئے اور آپ نے تمام درہم اس شخص کے حوالے کر دیئے۔

اعرابی نے کہا مولا! مجھے اتنی رقم کی ضرورت ہر گز نہیں ہے۔ میرے لئے تو اس مال کی تہائی بھی کافی ہے آپ ایک تہائی (1/3) حصہ مجھے عطا فرمائیں اور باقی اپنے پاس رکھ لیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ نہیں یہ ساری رقم تمہاری ہے۔ آپ کا یہ سلوک دیکھ کر وہ بے ساختہ چلا اٹھا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ خود بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔

سید جواد عاملی اور غریب ہمسایہ

کتاب مفتاح الکرامہ کے مولف سید جواد عاملی کہتے ہیں کہ میں ایک شب کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ کہ کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں سمجھ گیا کہ دستک دینے والا سید بحر العلوم کا نوکر ہے۔ میں نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ تو نوکر نے کہا کہ بحر العلوم کا نوکر ہے۔ میں نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ تو نوکر نے کہا بحر العلوم کھانے پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نوکر کے ہمراہ ان کے گھر گیا انہوں نے مجھے دیکھتے ہی غصہ سے کہا۔ تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا؟

میں نے کہا کہ آقا جان! آخر کیا بات ہے؟

انہوں نے فرمایا۔ تمہارا ایک ہمسایہ جو کہ تمہارا ہم مذہب بھی ہے روزانہ شام کے وقت کھجوریں ادھار پر لے کر گھر جاتا ہے۔ اس کے مالی حالات کسی اور خوراک کی اسے اجازت نہیں دیتے۔ اور پورا ایک ہفتہ وہ بے چارہ ادھار پر کھجوریں لے کر کھاتا رہا۔ اور آج جب وہ دکاندار سے کھجور لینے گیا تو دکاندار نے کہا تمہارے ذمے اتنا

ادھار ہو چکا ہے۔ شرمندگی کی وجہ سے اس نے کھجوریں نہ لیں اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔ اور آج شب ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ آج رات وہ اپنے خاندان سمیت فاقہ کرے گا۔

وہ تمہارا ہمسایہ اور ہم مذہب ہے۔ وہ تو فاقہ سے رہے اور تمہیں اس کی خبر تک نہیں اور تم خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ یاد رکھو اسلام ہمیں اس غفلت کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ ما امن بی من بات شبعان و جارہ جائع "وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے شکم سیر ہو کر رات گزاری ہو اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو"۔

یہ برتن کھانے سے بھرے ہوئے ہیں۔ نوکر کے ساتھ تم اس کے دروازے پر جاؤ۔ اور اسے کہو کہ آج رات کا کھانا ہم مل کر کھائیں۔ اور یہ کچھ رقم ہے۔ اس رقم کو چٹائی کے نیچے رکھ کر آؤ کھانا کھالینے کے بعد یہ برتن اسی کو دے دینا۔ سیّد جواد عاملی کہتے ہیں۔ میں نے نوکر کے ساتھ غذا کے برتن اٹھائے اس شخص کے دروازے پر پہنچا اور اس کو صدا دی۔ وہ شخص باہر آیا تو میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آج رات کا کھانا ہم دونوں اکٹھے کھائیں۔

جیسے ہی اس نے برتنوں کو کھولا تو اس میں انواع و اقسام کے کھانے پکے ہوئے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا۔ یہ غذا تمہارے گھر کی مجھے نہیں لگتی۔ کیونکہ اس طرح کے امیرانہ کھانے کے تم عادی نہیں ہو۔ مجھے بتاؤ کہ یہ غذا کہاں سے لائے ہو۔

میں نے اسے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ تو اس نے کہا خدا کی قسم! ابھی تک میں نے کسی کو بھی اپنی حالت سے آگاہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ میرے قریبی ہمسائے تک بھی اس بات سے بے خبر ہیں۔ یہ سیّد بحر العلوم کا روحانی کرشمہ ہے کہ انہیں میری حالت کا علم ہو گیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں نے سیّد کی دی ہوئی تھیلی اس کی چٹائی کے نیچے رکھی۔ اس

نے میرے سامنے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں ایک سو پچاس ریال تھے۔ (۱)

اسلام غریب کو بڑی اہمیت دیتا ہے

ابوبصیر کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ آپؑ کا ایک شیعہ ہے جو بڑا پرہیز گار ہے اس کا نام عمر ہے۔

ایک دن وہ عیسیٰ بن اعین کے پاس امداد کی درخواست لے کر گیا۔

عیسیٰ نے کہا۔ میرے پاس زکوۃ کی رقم موجود ہے۔ لیکن میں اس میں سے تجھے کچھ نہیں دوں گا۔ کیونکہ میں نے چند دن قبل تمہیں گوشت اور خرما خریدتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ سراسر اسراف ہے۔

اس شخص نے کہا۔ معاملہ یہ ہے کہ چند روز قبل مجھے ایک درہم ملا۔ میں نے ایک تہائی (1/3) کا گوشت دوسری تہائی (1/2) کی کھجوریں خرید لیں اور ایک تہائی (1/3) کو اپنی دیگر ضروریات میں خرچ کیا۔

حضرت صادقؑ یہ سن کر افسردہ ہوئے۔ اور کئی دن تک اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دولت مندوں کی دولت میں غریبوں کا حصہ رکھا ہے تاکہ وہ اچھے طریقہ سے زندگی بسر کر سکیں۔ اور اگر اس حصہ سے ان کی کفالت نہ ہو تو انہیں اس سے بھی زیادہ دینا چاہئے۔ تاکہ ان کی خوراک و پوشاک، شادی اور تصدق اور حج کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ غرباء پر سختی نہیں کرنی چاہئے خاص کر عمر جیسے افراد پر تو بالکل سختی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ پرہیز گار انسان ہے۔ (۲)

۱۔ کلمہ طیبہ ص ۱۱۱

۲۔ شرح من لا یحضرہ الفقیہ۔ کتاب زکوۃ ص ۳۶

بھوکے کتے پر رحم

ایک سال قحط پڑا۔ جس سے لوگوں کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی۔ ایک دینی طالب علم جو کہ راستے سے گزر رہا تھا۔ اس نے ایک کتیا کو دیکھا۔ جس کے پلے اس کے پستانوں سے چمٹے ہوئے تھے۔ کتیا اٹھنا چاہتی تھی۔ لیکن بھوک کی وجہ سے اس پر قدر نقاہت طاری تھی کہ وہ اٹھ تک نہ سکتی تھی۔ طالب علم کو اس بے زبان پر ترس آیا اور اس کے پاس کوئی رقم بھی نہیں تھی کہ جس سے کوئی روٹی خرید کر اسے کھلاتا۔ آخر کار اس نے اپنی ایک کتاب فروخت کر دی۔ اس کی قیمت سے اس نے روٹی خرید کر کتیا کو ڈالی۔ کتیا نے روٹی کھائی اور اپنا رخ آسمان کی طرف کیا۔ گویا اس کے لئے دعا کر رہی ہو۔ اور اس کی آنکھوں سے شکریہ کے دو آنسو بھی گرے۔

رات کو وہ طالب علم سویا۔ تو اسے خواب میں یہ آواز سنائی دی۔ تم نے ایک کمزور مخلوق پر رحم کیا اب تجھے کتابوں کے پڑھنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں رہی انّا اعطیناک من لدنا علما ہم نے تجھے اپنی طرف سے علم عطا کیا ہے۔ (۱)

مقدس اردبیلی اور سالِ قحط

سیّد نعمت اللہ جزائری اپنے استاد محترم مقدس اردبیلی کے متعلق کہا کرتے تھے کہ جب قحط ہوا تو مقدس اردبیلی کے پاس جتنی گندم تھی۔ انہوں نے فقراء میں تقسیم کر دی اور اپنے گھر کے لئے بھی اتنا ہی حصہ رکھا۔ جتنا کہ انہوں نے ایک ایک غریب کو دیا تھا۔

قحط کی سختی میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ایک دن استادِ محترم کی بیوی نے ناراض

۱۔ مجمع النورین ص ۲۷

ہو کر کہا آپ نے اپنے بچوں کی پرواہ نہیں کی اور جو کچھ بھی آپ کے پاس تھا فقراء میں تقسیم کر دیا۔

بیوی کی اس گفتگو سے استادِ محترم کو صدمہ پہنچا اور تین روز کی نیت سے مسجد کوفہ میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھ گئے۔

آپ کو اعتکاف میں بیٹھے دوسرا دن تھا کہ کسی نے آکر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ مقدس اردبیلی نے آٹے اور گندم کی چند بوریاں مجھے دے کر روانہ کیا ہے آپ یہ اپنے گھر میں رکھ لیں۔

مقدس اردبیلی کی زوجہ نے گندم اور آٹے کی بوریاں اپنے گھر میں رکھیں۔ اور بوریوں کو کھول کر دیکھا۔ تو ان میں بہترین آٹا اور گندم موجود تھی۔

مقدس اردبیلی اعتکاف سے واپس آئے۔ تو بیوی نے خوش ہو کر شوہر کا شکریہ ادا کیا تو وہ حیران رہ گئے اور فرمایا خدا کی قسم میں نے یہ بوریاں نہیں بھیجیں اور نہ ہی بھیجنے والے کو پہچانتا ہوں۔ (۱)

علامہ مجلسیؒ کا مقبول عمل

سیّد نعمت اللہ جزائری فرماتے ہیں۔ کچھ علم حاصل کرنے اور سیر سیاحت کرنے کے بعد دل میں خواہش ہوتی کہ کہیں بہت بڑے عالم دین سے کسبِ فیض کرنا چاہئے۔

میں مسلسل اس جستجو میں رہا۔ یہاں تک کہ اصفہان میں علامہ مجلسیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے ان سے شاگردی کی درخواست کی جو کہ خوش قسمتی سے انہوں نے قبول فرمائی۔

۱۔ روضات الجنات ص ۳۷

میں ایک طویل عرصہ تک ان کی خدمت میں رہا۔ اور ان کے انوارِ علم سے کسبِ ضیاء کرتا رہا۔ اور آپ مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور مجھے اپنے گھرانے کا ایک فرد سمجھتے تھے۔

علامہ موصوف ہمیشہ بہترین لباس پہنا کرتے تھے۔ اور اپنے اہل خانہ کو بھی بہترین لباس سلوا کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے نوکر اور خادمائیں بھی کشمیری دوشالے پہنتے تھے۔

مجھے یہ دیکھ کر انتہائی صدمہ ہوا۔ کہ اتنا بڑا عالم زاہدانہ زندگی پر عمل کیوں نہیں کرتا اور آرائش دنیا کو اس قدر اہمیت کیوں دے رہا ہے؟

جب کہ ائمہ ہدیٰ علیھم السلام پیوند لگے کپڑے پہنا کرتے تھے۔

میں اس وقت کے انتظار میں رہا جب کبھی فرصت اور خلوت کے لمحات میسر ہوں تو میں ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کروں۔

ایک روز اتفاق سے مجھے ایسا موقع مل ہی گیا۔ ہم کافی دیر تک مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ اور میں نے اس مسئلہ پر بھی گفتگو کی۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا میں علامہ سے بحث کرنے کے لائق نہیں۔ اور علامہ موصوف دلائل سے مجھے خاموش کرادیں گے۔

میں نے ان سے گزارش کی۔ میں آپ سے مناظرہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی میری یہ حیثیت ہے۔ اگر آپ آمادہ ہوں تو ہم دونوں ایک دوسرے سے عہد و پیماں کر لیتے ہیں کہ ہم میں جو بھی پہلے فوت ہو وہ عالم خواب میں آکر دوسرے کو پیش آنے والے حالات سے باخبر کرے۔

استاد محترم نے قبول کرلیا۔ چند دن بعد اتفاق سے استاد محترم بیمار ہوئے اور اسی بیماری کی وجہ سے انہوں نے رحلت فرمائی۔

علامہ صاحب کی رحلت سے ہر شخص مغموم ہوگیا۔ اور اصفہان شہر ان کے سوگ میں پورے ایک ہفتہ بند رہا۔ لوگ علامہ مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی اور دعا میں مصروف رہے۔

استاد محترم کی بے وقت موت نے مجھ سے تو میرے ہوش و حواس تک چھین لئے۔ وفات کے ایک ہفتہ بعد میں ان کے فراق میں بیٹھ کر تلاوت قرآن کر رہا تھا کہ مجھے اونگھ آگئی۔ میں نے علامہ مرحوم کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر کے قریب بہترین لباس زیب تن کئے بیٹھے ہیں۔

اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ آپ تو وفات پاچکے ہیں۔ میں ان کے سامنے گیا سلام کیا اور ان کے ہاتھ کا بوسہ لے کر کہا۔

عالم برزخ میں آپ سے کیا سلوک ہوا اور آپ نے موت کو کیسا پایا؟

انہوں نے فرمایا۔ پیارے فرزند! جیسے ہی میری بیماری میں شدت آئی اور درد میں ناقابل برداشت اضافہ ہوا۔ تو میں نے اس درد والم کی اللہ کے پاس شکایت کی اور عرض کی۔

پروردگار! تو نے قرآن مجید میں خود فرمایا ہے۔ لایکلّف اللہ نفسا الاّوسعھا۔ کہ اللہ کسی کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

خدایا! درد سے میرا برا حال ہے۔ اور میں اس درد کو برداشت کرنے کے لائق نہیں۔ مجھ پر اپنی رحمت فرما اور مجھے اس مرض کی شدت سے نجات عطا فرما۔ اس وقت میں نے ایک جلیل القدر شخص کو دیکھا۔ جو آکر میری پائنتی کے پاس بیٹھ گیا اور مجھ سے میرا حال پوچھا۔ میں نے اس کے سامنے بھی شدت درد کی شکایت کی۔

اس نے اپنا ہاتھ میرے پاؤں پر رکھا۔ اور پوچھا کہ اب اس میں درد ہے؟

میں نے کہا جہاں آپ نے ہاتھ رکھا وہاں سے درد ختم ہوگیا لیکن اس سے اوپر

والے حصے میں درد کی شدت میں اضافہ ہوگیا۔ وہ شخص پھر باری باری اوپر ہاتھ رکھتا آیا جہاں جہاں وہ ہاتھ رکھتا وہاں درد ختم ہوجاتا۔ یہاں تک کہ اس نے میرے دل پر ہاتھ رکھا۔ پھر اچانک میں نے محسوس کیا کہ میں اس بدنِ خاکی کی قید سے آزاد ہوچکا ہوں۔ میں کمرے کی ایک سمت میں کھڑا ہوگیا۔ اور میرا بے جان جسم زمین پر پڑا تھا۔ میں نے بڑے تعجب سے اس جسم کو دیکھا۔

اس وقت کمرے میں میرے جتنے بھی رشتہ دار کھڑے تھے۔ سب نے رونا شروع کر دیا اور شدت غم سے میرے جسم سے چمٹنے لگے۔

میں نے ان سے اصرار کیا۔ تم لوگ مت روؤ مجھے درد و الم سے چھٹکارا حاصل ہوگیا ہے مگر کسی نے بھی میری بات نہ سنی۔ میرے جسد خاکی کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا، اور جنازہ پڑھایا گیا۔ اس پورے عرصہ میں یہ سب مناظر میں خود دیکھتا رہا۔ اور یہ دیکھنے کے لئے میرے جنازے کو کس طرح سے دفن کرتے ہیں۔ میں خود اپنے جنازے کے آگے چلتا رہا۔

قبر تیار ہوگئی اور اب انہوں نے دفن کرنے کا ارادہ کیا۔ تو میں اپنے آپ سے کہنے لگا کہ میں قبر میں داخل ہوں گا۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے میرے جسم کو لحد میں داخل کیا تو اس وقت کچھ سجھائی نہیں دیا۔ میں خود اس قبر میں کیسے داخل ہوگیا۔ بس یہی سمجھو کہ قبر بند ہوگئی اور میں نے اپنے آپ کو اس تنگ مقام میں پایا۔ پھر میں نے اس وقت ایک آواز سنی۔

میرا بندہ محمد باقر! آج کے دن کے لئے تو کونسا زادِ راہ لے کر آیا ہے؟

میں نے اپنے تمام نیک اعمال بتائے لیکن کوئی بھی عمل قبول نہ ہوا۔ اور میری وحشت میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا گیا اور مجھے کوئی راہِ فرار نظر نہ آتی تھی۔

آخر میں نے یہ عرض کیا۔ پروردگار! ایک دن میں گھوڑے پر سوار ہوکر اصفہان

کے مرکزی بازار سے گزر رہا تھا وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور ایک شخص کو مار پیٹ رہے ہیں اور اسے بے تحاشا گالیاں دے رہے ہیں پتہ چلانے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص ان کا مقروض ہے۔ اور وہ ان کے قرض کی ادائیگی سے قاصر ہے۔ وہ بے چارہ مہلت مانگتا تھا۔ لیکن کوئی بھی اسے مہلت دینے پر آمادہ نہ تھا۔ اسی اثنا میں ایک دکاندر نے اس کے سر پر جوتا دے مارا اور کہا مجھے علم ہے کہ تجھے قرض ادا کرنے کی سکت نہیں ہے۔ مگر اس طرح سے میرے دل کو ایک گونہ تسلی مل رہی ہے۔

میں نے دل میں کہا مجھے ان لوگوں سے ڈرنے کی بجائے خدا سے ڈرنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ میں نے کہا جس شخص نے اس سے قرض لینا ہے۔ وہ میرے پاس آجائے میں اسکا قرض ادا کردوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس بے چارے کو چھوڑ دیا جائے۔ میں اس شخص کو لیکر اپنے گھر آگیا میں نے اسکی دلجوئی کی اور اس کا تمام قرض ادا کیا۔

اس وقت میں نے قبر میں یہ آواز سنی کہ ہم نے تیرے اس عمل کو قبول کیا پھر مجھ سے مزید کوئی سوال جواب نہیں ہوا۔

اسکے بعد میری قبر میں جنت کا دریچہ کھل گیا۔ جس سے نسیم جنت میری قبر میں آنے لگی اور میری قبر تا حد نظر وسیع ہوگئی۔ جہاں مجھے ہر قسم کی نعمات میسر ہیں۔

جو شخص میری زیارت کیلئے آتا ہے۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور میرے لئے جو قرآن پڑھا جاتا ہے یا دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کا ثواب عطا کرتا ہے۔

پھر علامہ مجلسیؒ نے مجھے خطاب کرکے فرمایا۔ سیدّ! اب تم ہی بتاؤ اگر دنیا میں میرے پاس مال و دولت نہ ہوتی تو میں اس مقروض کا قرض کیسے ادا کرتا؟

مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ استاد محترم اپنی زندگی میں جو کچھ کرتے تھے اس میں مصلحت ہوتی تھی اور استادِ معظم ہمیشہ اسلام و مسلمین کے فائدہ کیلئے کام کرتے تھے۔ (۱)

۱۔ روضات الجنات ص۔ ۱۲۳

تیرہ روزان جہاں راچراغی دریاب
کہ پس از مرگ ترا شمع مزاری باشد

ضرورت مند کی امداد درخواست سے پہلے کرنی چاہئے

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک شخص کے گھر پانچ اونٹ خرما روانہ فرمائے۔

ایک شخص نے کہا امیر المومنینؑ آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس شخص نے آپ سے مدد کی درخواست نہیں کی تھی۔ اور اگر اس کی مدد کرنی مقصود تھی تو اس کیلئے ایک خرما کا اونٹ ہی کافی تھا۔ بیک وقت پانچ اونٹ روانہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپؑ نے فرمایا۔ مومنین میں خدا کرے تجھ جیسے اور پیدا نہ ہوں۔ میں سخاوت کرتا ہوں اور تو بخل کرتا ہے۔ اگر میں کسی شخص کے سوال کے بعد ہی اسے کچھ عطا کروں تو یہ اس کی اس آبرو کی قیمت ہوگی جو اس نے میرے سامنے ضائع کی ہے۔ تمہیں مومن کے سوال کا منتظر نہیں رہنا چاہئے۔ سخاوت وہ ہے جو سوال سے پہلے ہو اور سوال کے بعد دینا تو اپنے آپ کو شرمندگی سے بچانا ہے۔

جو شخص اپنے مومن بھائی کی مالی مدد نہیں کرتا تو وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ ہر مومن اپنی دعا میں اکثر اوقات یہ کہتا ہے۔ اللّٰھم اغفر للمومنین والمؤمنات

خدایا مومن مرد اور عورتوں کی مغفرت فرما۔ مقصد یہ ہے کہ عذاب سے انہیں محفوظ رکھ اور انہیں جنت عطا فرما۔

ایسی دعا مانگنے والے شخص کی گفتار و کردار میں تضاد پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص مومن بھائی کو چند درہم دے کر راضی نہیں وہ اس کی جنت پر راضی کیسے ہو سکتا ہے۔ (۱)

۱۔ انوار نعمانیہ ص۔ ۳۴۳

قابل رحم افراد

غزوہ حنین کے بعد بنی طے کے افراد قید ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئے۔ اور انہی قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی۔ لوگ اس کے حسن و زیبائی سے متاثر ہوئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب اس نے بولنا شروع کیا تو لوگ اس کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر اس کے حسن کو بھول گئے۔ سفانہ دختر حاتم طائی نے کہا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ مر گیا ہے۔ اور بھائی وطن چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اگر تم مجھے آزاد کردو تاکہ دشمن سرزنش نہ کریں اور قبائل عرب طعنہ زنی نہ کریں تو یہ بہت ہی بجا اور بہتر سلوک ہوگا۔ کیونکہ میرا باپ اخلاقِ عالیہ کا طرفدار تھا۔ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا اور برہنوں کو لباس پہنایا کرتا تھا۔ اس کے پاس جو بھی ضرورت مند جاتا وہ اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا تھا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی تم نے جو صفات بیان کیں ہیں۔ یہ مومن کی صفات ہیں۔ اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ہم اس کے لئے بخشش و رحمت کی دعا مانگتے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ اس بچی کو اس کے باپ کی شرافت کی وجہ سے آزاد کردیا جائے۔

دخترِ حاتم نے عرض کی۔ میں درخواست کرتی ہوں کہ میرے قبیلہ کے تمام قیدیوں کو بھی آزاد کیا جائے۔

رسول کریمؐ نے فرمایا۔ ہم نے تیرے باپ کی شرافت کی وجہ سے تجھے آزاد کیا۔ اور تیری شرافت کی وجہ سے تیری قوم کو آزاد کیا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ تین قسم کے لوگ قابل رحم ہیں۔

۱۔ وہ معزز شخص جو عزت کے بعد خوار ہو جائے۔

۲۔ دولتمند جو غریب ہو جائے۔

۳۔ وہ عالم جو جاہلوں میں ضائع ہو جائے۔

سفانہ نے عرض کی آپؑ اجازت دیں میں آپ کے لئے دعا مانگتی ہوں۔

آپؐ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔

سفانہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی مدد اور نصرت کو حاجت مندوں کے ہمیشہ شاملِ حال رکھے۔ اور جس قوم اور گروہ سے بھی اللہ کوئی نعمت واپس لے لے تو اللہ آپؐ کو اس نعمت کی واپسی کا ذریعہ بنائے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین کہی۔

بعد ازاں آپ نے حکم دیا کہ درہ حنین میں مال غنیمت کے طور پر جو لونٹ اور بھیڑ بکریاں پکڑی گئیں ہیں وہ بھی دختر حاتم کو واپس کردی جائیں۔

دختر حاتم یہ حسن سلوک دیکھ کر بڑی متاثر ہوئی اور کہنے لگی۔ اس طرح کی سخاوت صرف وہی کر سکتے ہیں جو فقر و پریشانی سے نہ گھبرائیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پروردگار نے میری تربیت ہی ایسی کی ہے۔

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ تم ہماری مہمان ہو جب تک تمہارا قابل اعتماد کوئی رشتہ دار نہیں آتا۔ تم ہمارے پاس رہو گی۔

دختر حاتم چند دن آپ کے پاس رہی اس کے رشتہ دار اس کو لینے کے لئے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سواری کے لئے محمل تیار کروائی جس پر ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے۔

یوں دختر حاتم کو اس کے رشتہ دار بڑی عزت کے ساتھ لے کر گئے۔ اور جب بھی حاتم کی بیٹی محمل سے سر اٹھا کر دیکھتی۔ تو اسے برہنہ شمشیریں لئے نوجوان نظر آتے۔ جو اس کی حفاظت پر مامور تھے۔

سفانہ بنت حاتم جب اپنے گھر پہنچی تو اپنے بھائی عدی بن حاتم سے کہا کہ تم فوراً مدینہ جاؤ۔ اور پیغمبر خدا سے ملاقات کرو۔ جب تم ان سے ملاقات کرو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اللہ کے نبیؐ ہیں۔

عدی بن حاتم مدینہ آئے اور مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟

انہوں نے کہا۔ میں عدی بن حاتم ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے استقبال کے لئے اپنی مسجد چھوڑ دی۔ اور اس کے بیٹھنے کے لئے اپنی عبا بچھائی۔ اسے عبا پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ کا بلند اخلاق دیکھ کر عدی مسلمان ہو گئے۔ (۱)

امام علی علیہ السلام سے سبق حاصل کریں

درر المطالب کے مؤلف لکھتے ہیں کہ راستے میں علی علیہ السلام کو ایک مفلس عورت نظر آئی۔ اس کے بچے بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے۔ اور عورت نے بچوں کو بہلانے کے لئے ایک دیگچی کو چولہے پر رکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے آگ جلادی تھی۔ تاکہ بچے یہ سمجھیں کہ ان کی ماں ان کے لئے کچھ پکا رہی ہے۔ جب کہ دیگچی میں پانی کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے یہ رقت آمیز منظر دیکھا۔ فوراً گھر تشریف لائے کچھ

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۲۔ ص ۲۲۲

چاول، آٹا اور گھی کی مقدار کو اٹھایا اور اس عورت کے گھر کی طرف چلنے لگے۔ آپ علیہ السلام کے غلام قنبر نے عرض کی آپ وزن نہ اٹھائیں۔ آپ علیہ السلام کی طرف سے میں یہ وزن اٹھالوں گا۔

مولا علی علیہ السلام نے وہ بوری قنبر کے حوالے نہ فرمائی۔ اور اپنے کاندھے پر رکھ کر اس عورت کے دروازہ پر پہنچ گئے۔

دروازہ پر دستک دی۔ اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت ملی تو آپ علیہ السلام نے وہ سامان اس عورت کے حوالے فرمایا۔ عورت نے فوراً غذا تیار کی اور بچوں کو بیدار کر کے انہیں کھانا کھلایا۔

جب بچے سیر ہوگئے۔ تو علی علیہ السلام نے ان بچوں کے ساتھ کھیلنا شروع کیا بچے خوب ہنسے۔

بعد ازاں آپ واپس تشریف لائے۔ قنبر نے عرض کی مولا! آپ نے دو کام کئے ہیں ایک کام کی وجہ تو میری سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن دوسرے کام کی وجہ میں نہیں سمجھا۔

آپؑ نے جو بوری خود اٹھائی تو میں سمجھ سکتا ہوں۔ کہ آپؑ کا مقصد ثواب میں اضافہ تھا۔ لیکن آپؑ آج بچوں کے ساتھ کھیلتے رہے اور انہیں ہنساتے رہے آخر اس کا مقصد کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا قنبر! میں نے بچوں کی دو حالتیں دیکھیں تھیں۔ (۱) انہیں بھوکا دیکھا۔ (۲) انہیں روتا ہوا دیکھا۔

غذا کے ذریعہ سے انکی بھوک دور ہوئی۔ اور میں بچوں کے ساتھ اس لئے کھیلا کہ میں انہیں روتے ہوئے دیکھ چکا تھا اور چاہتا تھا کہ انہیں ہنستے ہوئے بھی دیکھ لوں۔ (۱)

۱۔ شجرہ طوبیٰ ج ۲ ص ۲۲۲

یتیم پروری کا ثمر

شیخ بہائی کشکول میں لکھتے ہیں۔ کہ بصرہ کے اطراف میں ایک شخص فوت ہوگیا۔ اور وہ معصیت خداوندی کی شہرت رکھتا تھا۔ اور وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اتنا بدنام ہوگیا تھا کہ اس کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے بھی کوئی تیار نہ ہوا۔

اس کی بیوی نے مجبور ہوکر چار مزدور مقرر کئے۔ کہ وہ اس کا جنازہ اٹھا کر جنازہ گاہ لے جائیں۔ لیکن کسی نے وہاں اس کی نماز جنازہ تک نہ پڑھی اس کے جسم کو دفن کرنے کے لئے شہر سے باہر لے گئے۔

اس علاقے میں عابد و زاہد شخص رہتا تھا۔ اور علاقے کے تمام لوگ اس کے صدق و صفا اور نیک نیتی کے قائل تھے۔

لوگوں نے دیکھا کہ زاہد اس کے جنازہ کا منتظر ہے۔ میت کو جیسے ہی زمین پہ رکھا گیا تو وہ زاہد آیا۔ اور کہا جنازہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہاں تو کوئی موجود ہی نہ تھا لہذا اس نے تنہا اس کی نماز ادا کی۔

زاہد کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج آکر اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے۔

زاہد سے پوچھا گیا۔ کہ یہ شخص مشہور بدکار تھا۔ پورے شہر میں سے کسی نے اس پر نماز جنازہ ادا نہیں کی آپ کو اس کی کیا ضرورت تھی؟

زاہد نے جواب دیا۔ مجھے خواب میں حکم ملا تھا کہ تم فلاں مقام پر جاؤ وہاں ایک جنازہ آئے گا۔ اور اس کے ساتھ صرف ایک عورت ہوگی۔ اس کا جاکر نماز جنازہ پڑھو۔ اس کے گناہ رب العزت نے معاف کردیئے ہیں۔

زاہد نے اس شخص کی بیوی سے پوچھا کہ اس نے کونسا کام کیا۔ جو اس کی بخشش کا ذریعہ بن گیا؟

عورت نے جواب دیا میرے شوہر کا زیادہ وقت برائی اور شراب نوشی میں صرف ہوتا تھا۔

زاہد نے پوچھا تو کیا کبھی وہ کوئی نیک کام بھی کرتا تھا؟

بیوی نے کہا۔ رات کو جب وہ ہوش و حواس میں آتا تو روتا تھا اور رو رو کر کہتا تھا بار الہا! تو مجھے دوزخ کے کس حصہ میں ڈالے گا۔

جیسے ہی صبح ہوتی وہ اٹھ کر نہاتا اور صاف لباس پہن کر نماز فجر ادا کرتا تھا۔

اس کا گھر دو یا تین یتیموں سے کبھی خالی نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے بچوں سے بھی زیادہ یتیموں پر شفقت کرتا تھا۔ (۱)

امام حسین علیہ السلام اور یتیمانِ مسلمؑ

جب امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سنی۔ تو آپ اپنے مخصوص خیمہ میں تشریف لائے۔ اور مسلمؑ کی بیٹی کو طلب کیا۔ اس وقت دخترِ مسلم کی عمر تیرہ برس تھی۔ اور وہ ہمیشہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹیوں کے ساتھ رہتی تھیں۔

جب مسلمؑ کی بچی آئی۔ تو آپ نے اس پر نوازش فرمائی اور سابقہ نوازشات کی بہ نسبت آپؑ نے بچی پر خصوصی شفقت فرمائی۔

خداندان طاہرین کی بچی تھی رو کر کہنے لگی ۔ ماموں جان! آج آپ خصوصی شفقت فرمارہے ہیں اور مجھ سے یوں پیار کر رہے ہیں جیسے یتیموں سے کیا جاتا ہے یہ بتائیں کہ میرے والد تو خیریت سے ہیں، کیا انہیں شہید تو نہیں کردیا گیا؟

امام حسین علیہ السلام رو دیئے اور فرمایا۔ میری بیٹی غم نہ کر مسلم کی جگہ میں

۱۔ شجرۂ طوبیٰ ج ۲ ص ۲۷۸

تیرا باپ ہوں اور میری بہن تیری ماں ہے۔ اور میری بیٹیاں تمہاری بہنیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائی ہیں۔

مسلم کی شہزادی یہ سن کر رونے لگی۔ اور مسلم کے بیٹے سر برہنہ رونے لگے۔ خاندان حسینؑ بھی اس عزاداری میں ان کے ساتھ شریک تھا۔ (۱)

اسے بھی پڑھیں

ایک شخص روٹی لئے جارہا تھا۔ کہ اس نے ایک فقیر کو گلی میں بیٹھ کر روتے ہوئے پایا۔ اسے اس پر رحم آیا اور اسکے قریب بیٹھ کر رونے کا سبب دریافت کیا۔

فقیر نے کہا میں کئی دن سے متواتر بھوکا ہوں۔ اب بھوک نے مجھے بے تاب کردیا ہے۔ اسی لئے رو رہا ہوں۔

یہ سن کر دوسرے آدمی نے بھی رونا شروع کردیا۔ فقیر نے کہا بندہ خدا! تو کس لئے روتا ہے؟

اس نے کہا میں تیری بے چارگی اور غربت پر رو رہا ہوں۔ کہ تو نے کئی دن سے متواتر روٹی نہیں کھائی۔

فقیر نے کہا تمہیں رونے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے پاس روٹی موجود ہے۔ اس میں سے مجھے کچھ حصہ کھلا دو۔ میری بھوک دور ہو جائیگی۔

اس شخص نے کہا جناب میں آپ کے ساتھ رو سکتا ہوں لیکن روٹی کا ایک لقمہ نہیں دے سکتا۔

اس واقعہ کی طرح بعینہ آج ہمارے معاشرے کی بھی یہ کیفیت ہے۔ کسی کی پریشان حالی پر صرف ٹسوے تو بہادیں گے لیکن عملی مدد نہیں کریں گے۔ آنسو بھی

۱۔ بحار الانوار۔ ج ۱۰، منتہی الامال۔ج ۱ص۔ ۲۳۸

وہی کار آمد ہوتے ہیں جن کے ساتھ جذبہ ہمدردی ہو ورنہ یہ سب دکھاوا ہے۔ اور یہ آنسو دراصل مگرمچھ کے آنسو ہیں۔

شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

بنی آدم اعضای یک دیگر ند
کہ در آفرینش زیک گوہر ند
چو عضوی بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار
توکز محنت دیگراں بے غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

بنی آدم ایک دوسرے کے اعضاء کی طرح ہیں۔ ان کی تخلیق ایک ہی جوہر سے ہوئی ہے۔

جب زمانہ کسی عضو کو درد میں مبتلا کرے۔ تو دوسرے اعضاء کو قرار نہیں آتا۔ اگر دوسروں کی تکلیف دیکھ کر بھی تجھی اس پر رحم نہیں آتا۔ تو تجھے آدمی کہنا ہی مناسب نہیں ہے۔

کسی نانہجار شاعر نے سعدیؔ کے اس شعر کے تضاد میں یہ قطع لکھا تھا۔

بنی آدم اعداء یک دیگرند
کہ در آفرینش بداز بدترند
چو عضوی بدرد آورد روزگار
جہنم، دیگر عضوہا راچکار
توکز محنت دیگراں بی غمی
حقیقت کہ تو نطفہ آدمی

بنی آدم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اور خلقت میں بد سے بدتر ہیں۔ جب زمانہ کسی عضو کو درد پہنچائے۔ تو بے شک وہ عضو جہنم میں چلا جائے۔ دوسرے اعضاء کا اس سے کیا واسطہ؟ تو کہ دوسرے کی تکالیف دیکھ کر بھی بے غم ہے تو حقیقت یہ ہے کہ تو آدمی کا نطفہ ہے۔

خاندانی روایت کا احیاء

کلمہ طیبہ کے مؤلف لکھتے ہیں کہ سیّد حیدر کا تعلق مشاہیر علمائے لامیہ سے تھا۔ ان کی زوجہ نیک سیرت سیّد زادی تھیں۔

ماہ رجب و شعبان میں مسلسل روزہ رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ ماہ رجب یا شعبان میں ان کے ہاں بہت سے مہمان آگئے۔

خاتون خانہ نے ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ اور اس وقت گھر میں آٹا اتنا ہی تھا جس سے مہمانوں کا کھانا تیار ہوا۔ خاتونِ خانہ نے پانی سے روزہ افطار کیا اور مہمانوں کے کھانے سے تھوڑا سا طعام بچ کر آیا تو خاتونِ خانہ نے اسے اپنی سحری کے لئے رکھ لیا۔

ان کا ایک ہمسایہ انتہائی غریب تھا۔ کچھ دیر بعد اس کی بیوی آئی اور کہا کہ ہمارے بچے بھوکے ہیں اگر ممکن ہو تو ان کے لئے کچھ خوراک عنایت کریں۔

بی بی نے اپنی سحری کی خوراک اٹھا کر ان کی حوالے کردی۔ صبح اٹھ کر پانی سے سحری کی اور نماز شب ادا کی۔ کمرے میں چراغ جلا کر سوگئیں۔

ابھی پوری طرح سے انہیں نیند نے اپنی لپیٹ میں نہیں لیا تھا۔ کہ اس کو دو جلیل القدر خواتین نظر آئیں۔

ایک جلیل القدر خاتون نے بی بی سے پوچھا میری بیٹی اس پیری کے عالم میں افطار و سحر کے بغیر کیسے روزہ رکھ رہی ہو؟

بی بی نے کہا غریب ہمسائی آئی تھی میں نے سحری کی خوراک اس کے حوالے کردی تھی۔ پھر اس جلیل القدر خاتون نے پوچھا کیا چاہتی ہو؟

بی بی نے کہا۔ مجھے اس وقت آلو، مصری اور کچھ چینی کی ضرورت ہے۔

اس وقت اس عظیم القدر بی بی نے اسے سبز رنگ کے دو تھیلے دیئے ایک میں آلو تھے اور دوسرے میں مصری اور چینی تھی۔ اس کے بعد دونوں خواتین اس کے گھر سے روانہ ہوگئیں۔

بی بی جیسے ہی نیم خواب کی حالت سے اٹھیں تو ان بی بیوں کے پیچھے دوڑیں مگر ان بی بیوں کا وہاں کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔ اور دروازہ بدستور بند تھا بی بی نے جلدی سے دروازہ کھولا تو سیّد حیدر نے جو دوسرے کمرے میں بیٹھے تھے، آواز دے کر کہا کیا بات ہے؟

خاتونِ خانہ نے انہیں تمام واقعہ سنایا۔ اور دو تھیلے جا نماز پر موجود تھے وہ انہیں دکھائے۔

سیّد حیدر نے آلو کا تھیلا دوستوں اور ہمسایوں میں تقسیم کردیا۔ اور مصری کا تھیلا اپنے پاس رکھا اور پھر انہیں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ دونوں تھیلے حضرت سیّدہ النساء العالمین سلام اللہ علیھا نے عطا فرمائے ہیں۔

اس وقت فقیہ عالی قدر ملّا زین العابدین سلماسی بیمار تھے۔ سیّد حیدر نے انہیں تھوڑی سے مصری بطور تبرک دی۔ جسے کھا کر وہ فوراً صحت یاب ہوگئے۔ اور اس وقت نجف اشرف میں نواب غلام محمد خان ہندی رہتے تھے۔ اور وہ بے نظیر انسان تھے۔ اتفاق سے وہ بھی بیمار تھے اور کسی دوا سے انہیں افاقہ نہیں ہورہا تھا۔

سیّد حیدر نے انہیں بھی تھوڑی سے مصری بطورِ تبرک دی۔ جس سے وہ بھی شفا یاب ہوگئے۔

اس واقعہ کی خبر دور دور تک پھیل گئی۔ لوگ دور دراز کا سفر کر کے وہاں آئے۔ اور اپنے بیماروں کے لئے تھوڑی سی مقدار میں مصری حاصل کرتے۔ اور اللہ کے حکم سے مریض شفایاب ہوجاتے۔ اور سیدہؑ کی برکت یہ تھی کہ اتنی مقدار میں تقسیم کرنے کے باوجود قند ختم نہ ہوئی۔

اور جو دو تھیلے انہیں ملے تھے۔ انہوں نے ایک تھیلا اپنے کفن میں رکھ دیا تھا اور دوسرا تھیلا بیوی کے کفن میں رکھا تھا۔

چند روز بعد ایک معزز شخص فوت ہوا تو اس کے ورثاء نے سیّد حیدر سے اس تھیلے کی درخواست کی۔ سیّد حیدر نے اپنا کفن کھولا تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کفن میں وہ تھیلا موجود نہ تھا۔ اور بیوی کے کفن کو کھول کر دیکھا تو اس میں سے بھی تھیلے کو غائب پایا۔

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن پرانا ہوگیا۔ ایک شخص نے بارہ درہم آپ کی خدمت میں نذر کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ رقم لے کر بازار جائیں اور میرے لئے ایک پیراہن لائیں۔

حضرت علی علیہ السلام بازار گئے اور بارہ درہم کا پیراہن خرید کر لائے۔ جب آپ نے پیراہن دیکھا تو فرمایا۔ علیؑ یہ تو بہت قیمتی پیراہن ہے۔ اگر دوکاندار رقم واپس کرنے پر آمادہ ہو۔ تو یہ پیراہن اسے واپس کر کے رقم لے آئیں۔

حضرت علیؑ اسی دوکاندار کے پاس گئے اور فرمایا۔ میرے آقا و مولا کو یہ پیراہن پسند نہیں ہے۔ تم پیراہن واپس لے لو اور رقم مجھے واپس کردو۔

دوکاندار نے پیراہن رکھ لیا۔ اور رقم واپس لوٹا دی۔ حضرت علیؑ وہ رقم لے کر

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رقم لی۔ اور علی کو ساتھ لے کر بازار گئے راستے میں ایک کنیز کو روتے ہوئے دیکھا۔ رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میرے مالک نے مجھے چار درہم دے کر بازار سے سودا لانے کے لئے بھیجا۔ لیکن وہ رقم میرے ہاتھوں سے گم ہوگئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار درہم اس کنیز کو دیئے اور پھر بازار آئے۔ اور چار درہم کا پیراہن خریدا ایک مفلس شخص آپ کے پاس آیا اور کہا یا رسولؐ اللہ! میرے پاس پہننے کے لئے قمیض نہیں ہے۔ آپؐ نے وہ قمیض اسے دے دی۔ پھر آپؐ نے چار درہم کی ایک اور قمیض خرید کر پہنی۔

جب واپس آرہے تھے تو اسی کنیز کو اسی جگہ پر پھر روتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رونے کی وجہ دریافت کی۔ تو اس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے گھر سے نکلے ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے۔ اب اندیشہ ہے کہ گھر والے مجھے سزا دیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم ہمارے آگے چلو اور ہمیں اپنے مالک کا گھر دکھاؤ، ہم تمہاری سفارش کریں گے۔

کنیز آپؐ کے آگے چلتی ہوئی اپنے مالک کے گھر داخل ہوگئی۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دروازے پر تشریف لائے۔ اور سلام کیا لیکن گھر والوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے تین بار انہیں سلام کیا۔

صاحبِ خانہ باہر آیا آپؐ نے سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا یا رسولؐ اللہ! دراصل میں یہ چاہتا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ ہم پر سلام کریں۔ کیونکہ

آپؐ جتنی بار سلام کریں گے۔ اللہ کی رحمتوں کا ہم پر اضافہ ہوگا۔

پھر آپؐ نے اس کنیز کی سفارش کی۔ صاحبِ خانہ نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! جب آپ اس کی سفارش بن کر آئے ہیں تو میں نے اسے راہ خدا میں آزاد کردیا۔ چنانچہ کنیز کو آزادی مل گئی۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے ان بارہ درہموں سے زیادہ پر برکت اور درہم نہیں دیکھے۔ کیونکہ ان دراہم سے دو اشخاص نے اپنا جسم ڈھانپا اور ایک کنیز کو آزادی ملی۔ (۱)

جناب زہرا سلام اللہ علیھا سے سخاوت کا درس لیں

جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کا وقت وفات قریب آیا۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے ان کے بستر کے قریب ایک صندوقچی رکھی ہوئی دیکھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت سیدہؑ سے پوچھا یہ کیا ہے؟

جناب سیدہ سلام اللہ علیھا نے عرض کی یہ حریر سبز کی بنی ہوئی صندوقچی ہے اس میں ایک سفید صفحہ ہے اور اس صفحہ پر چند سطریں لکھی ہوئی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟

جناب سیدہ سلام اللہ علیھا نے عرض کی۔ میں اپنی عروسی کی شب عبادت کی جگہ پر بیٹھی تھی کہ ایک ضرورت مند فقیر آیا۔ اور اس نے اپنے اہل و عیال کے لئے مجھ سے لباس کا سوال کیا۔

اس وقت میرے پاس دو پیراہن تھے ایک نیا تھا اور دوسرا پرانا تھا۔ اور میں نے اس وقت نیا پیراہن پہنا ہوا تھا۔ میں نے نیا پیراہن اتار کر پرانا پیراہن لیا اور نیا

۱۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۔ ۱۱۶

پیراہن اس ضرورت مند کے حوالے کردیا۔

جب صبح ہوئی تو والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ملاقات کے لئے تشریف لائے اور فرمایا۔ تمہارے پاس نیا پیراہن نہیں تھا؟

میں نے عرض کی جی ہاں ابو جان! موجود تھا۔

والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ پھر تم نے وہ کیوں نہ پہنا؟

میں نے عرض کی آپ کا ہی فرمان ہے انسان جو چیز ضرورت مند کو بطور صدقہ دے تو اسکا اجر ہمیشہ کیلئے باقی رہتا ہے۔ اسی لئے میں نے نیا لباس ایک ضرورت مند کو دے دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جان پدر! اگر تم فقیر کو پرانا لباس دے دیتیں اور نیا خود پہنتیں تو یہ تمہارے شوہر کیلئے بہتر ہوتا اور ایک غریب کو بھی پوشاک مل جاتی۔

میں نے عرض کی۔ اس کام میں میں نے آپ کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ جب آپؐ نے میری ملیکۃ العرب ماں سے شادی کی تھی۔ اور میری والدہ نے اپنی تمام دولت آپؐ کے دستِ تصرف میں دی تھی تو آپؐ نے بھی تو ساری دولت راہِ خدا میں قربان کردی تھی۔ اور معاملہ یہاں تک آپہنچا کہ ایک سائل نے آپؐ سے قمیض کا سوال کیا تو آپ نے اپنی قمیص اتار کر اسکے حوالے کردی تھی اور خود کمبل اوڑھ کر گھر تشریف لائے تھے۔ سخاوت میں آپؐ کی برابری کوئی نہیں کرسکتا۔ تاہم میں نے آپ کی پیروی کا شرف حاصل کیا ہے۔

یہ سن کر والد محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ اور فرمایا۔ جبریلؑ آئے ہیں اور پروردگار کی طرف سے تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اور یہ پیغام لائے ہیں کہ رب العزت فرماتا ہے۔ فاطمہؑ ہم سے جو کچھ مانگے گی ہم اسے عطا کریں گے۔ ہم فاطمہؑ کو دوست رکھتے ہیں۔

میں نے عرض کی یا ابتاه قدشغلتنی عن المسئلة لذة خدمته لاماجة لی غیر لقاء ربی الکریم فی دارالسلام مجھے خدمت کی لذت نے سوال سے بے نیاز کردیا ہے پروردگار کی ملاقات کے علاوہ میری کوئی حاجت نہیں ہے۔

میرے والد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ بلند فرمائے۔ اور مجھے بھی ہاتھ بلند کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا (اللّھم اغفرلامتی) خدایا میری امت کی مغفرت فرما۔

اس وقت جبریل آئے۔ اور عرض کی آپ کا پروردگار فرماتا ہے آپ کا جو بھی امتی فاطمہؑ زہرا، ان کے شوہر اور ان کی اولاد سے محبت کرے گا۔ میں اسے بخش دوں گا۔

جبریل حریر سبز کی صندوقچی لائے جس میں ایک سفید ورق پر یہ تحریر تھی۔ (کتب ربّکم علی نفسه الرحمة) تمہارے رب نے اپنے ذمہ رحمت لے لی ہے اور اس تحریر پر جبریل و میکائیل کی گواہی درج تھی۔

میرے والد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی حفاظت کرنا۔ اور اپنی وفات کے وقت وصیت کرنا۔ کہ اسکو بھی تمہارے ساتھ تمہاری قبر میں دفن کردیا جائے۔

یا علیؑ ! میں یہ چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن جب کہ آتش دوزخ شعلہ ور ہو میں یہ تحریر دکھا کر اپنے گناہ گار محبوں کی شفاعت کروں۔ (۱)

سیدہؑ کے گلوبند کی برکت

عمادالدین طبری اپنی کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر پڑھا کر

۱۔ ریاحین الشریعہ نقل ازابن جوزی ص ۱۰۶

صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک بوڑھا اور کمزور شخص مسجد میں آیا اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور پیدل چلنے کی وجہ سے اس کے پاؤں سوجے ہوئے تھے۔

اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ میں پریشان حال شخص ہوں آپ مجھے بھوک اور برہنگی سے نجات دلائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت میرے پاس دینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ البتہ میں ایک دروازے کی طرف تیری رہنمائی کرتا ہوں جہاں سے تیری حاجات پوری ہوسکتی ہیں۔ اور نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی مانند ہوتا ہے۔ میں تمہیں اس دروازے پر بھیج رہا ہوں جو کہ اللہ اور رسول کا محبوب اور محب ہے۔

پھر آپ نے بلالؓ کو حکم دیا۔ کہ وہ اس پیر مرد کو درِ فاطمہؑ پر لے جائے۔ جب بوڑھا علیؑ کے دروازہ پر آیا تو سلام کر کے کہا السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ۔ خاندانِ نبوت آپ پر سلام ہو۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیھا نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اور پوچھا کون ہو؟

اس نے کہا۔ میں ایک عربی ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا۔ اور ان سے مدد کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے مجھے آپؑ کے دروازے کی رہنمائی فرمائی۔ ادھر اتفاق سے علیؑ اور بتولؑ کا گھرانہ بھی تین دن سے بھوکا تھا اور پیغمبر خدا کو بھی اس کا علم تھا۔

دختر پیغمبرؑ نے گوسفند کی کھال اٹھا کر اسے دی۔ جس پر حسنؑ اور حسینؑ سویا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالٰی اس سے تمہاری مشکلات حل فرمائے گا۔

بوڑھے عربی نے کہا۔ سیدہ میں اس وقت بھوک کی وجہ سے بے تاک ہوں۔ اور

آپؐ نے مجھے بھیڑ کی کھال تھمادی ہے؟

پھر حضرت سیدہؑ نے اپنا گلوبند اتارا جو عبدالمطلب کی بیٹی نے انہیں ہدیہ کیا تھا۔ وہ گلوبند آپؑ نے عربی کو دیا۔

عربی وہ گلوبند لے کر مسجد میں آیا۔ اور کہا یا رسول اللہ! آپؐ کی دختر نے مجھے یہ گلوبند عنایت فرمایا ہے۔ اور کہا ہے کہ میں اسے فروخت کردوں تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ میری مشکل آسان بنادے۔

یہ سن کر رسولؐ اکرم رو دیئے۔ اور فرمایا تمہاری مشکل کیونکر آسان نہ ہوگی۔ جبکہ تجھے اولین و آخرین کی بہترین عورت نے گلوبند عطا کیا ہے۔

عمار یاسرؓ نے عرض کی۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں یہ گلوبند خریدلوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اس گلوبند کے خریدار کو عذاب نہ دے گا۔

عمار نے عرب سے پوچھا اس گلوبند کو کتنے میں فروخت کروگے؟

عرب نے کہا اس کی قیمت یہ ہے کہ مجھے سیر ہوکر کھانا کھلایا جائے اور ایک یمنی چادر دی جائے۔ اور اتنے دینار بھی دیئے جائیں جس سے میں گھر پہنچ سکوں۔

عمار نے کہا۔ میں اس گلوبند کی قیمت میں تجھے دو سو درہم دوں گا اور تجھے گوشت سے سیر کردوں گا اور تجھے پوشاک پہناؤں گا۔ اور اپنے اونٹ پر تجھے تیرے گھر تک چھوڑ آؤں گا۔ اس وقت عمار کے پاس خیبر کی غنیمت کا حصہ موجود تھا۔ وہ بوڑھے کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اس سے کیا ہوا وعدہ وفا کیا۔

عربی دوبارہ حضور کی خدمت میں مشرف ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں لباس مل گیا اور گوشت کھا کر سیر ہوگئے؟

عربی نے کہا جی ہاں۔ پھر آپؐ نے مسجد میں بیٹھ کر فضائل فاطمہؑ بیان فرمائے جنہیں ہم بقصد اختصار ترک کر رہے ہیں۔

فضائل فاطمہؑ بیان کرتے ہوئے آپؐ نے یہ جملے بھی فرمائے۔ جب میری بیٹی کو لحد میں اتارا جائے گا اور اس سے سوال ہوگا تیرا رب کون ہے؟ فاطمہؑ کہیں گی اللہ میرا رب ہے۔ پھر سوال ہوگا۔ تیرا پیغمبرؐ کون ہے؟ فاطمہؑ جواب دیں گی۔ میرا باپ میرا نبی ہے۔ پھر اس سے سوال ہوگا۔ تیرا امامؑ اور ولی کون ہے؟ میری بیٹی کہے گی ھذا القائم علی شفیر قبری۔ تو میرا امام ہے جو میری قبر کے کنارے کھڑا ہوا ہے۔

عمار نے گلوبند کو خوشبو لگائی اور ایک یمنی پوشاک اپنے غلام سہم کو دے کر کہا کہ تم یہ گلوبند اور پوشاک لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا۔ میں نے تجھے فاطمہؑ زہرا کی غلامی میں دیا۔ تم یہ چیزیں لے کر ان کی دروازے پر جاؤ۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیھا نے گلوبند لے لیا اور غلام کو آزاد کر دیا۔

غلام ہنسنے لگا۔ سیدہؑ نے غلام سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں اس گلوبند کی برکت پر ہنس رہا ہوں اسکی وجہ سے بھوکے کو کھانا ملا۔ ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوئی۔ برہنہ کو لباس ملا۔ غلام کو آزادی ملی۔ اور پھر اپنے مالک کے پاس بھی پہنچ گیا۔ (۱)

چند روایات

قال رسول اللّٰہؐ مرعیسیٰ بن مریم بقبر یعذّب صاحبه ثم مرّبه من قابل فاذا هولیس یعذّب فقال یاربّ مررت بهذا القبر العام الآول وهویعذّب و مررت به العام وهولیس یعذّب فاوحی الله جل جلاله یا روح الله قدادرك له ولد صالح فاصلح فاصلح طریقاواویٰ یتیماً فغفرت له بما عمل ابنه

"وسائل امربالمعروف ص ۵٦۱"

۱۔ ریاحین الشریعہ ص ۱۸۰

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کا ایک قبر سے گزر ہوا تو اس مردے کو عذاب ہو رہا تھا۔ اور جب وہ دوسرے سال اسی قبر سے گزرے تو صاحبِ قبر کو عذاب نہیں ہو رہا تھا۔

حضرت عیسیٰ نے عرض کی۔ بارالہا! میں ایک سال قبل یہاں سے گزرا تو اس قبر والے کو عذاب ہو رہا تھا اور اب آیا تو اسے عذاب نہیں ہو رہا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ روح اللہ! اس کا نیک بیٹا جوان ہو گیا۔ اس نے برائی کی اصلاح کی اور ایک یتیم کو پناہ دی۔ میں نے اس کے بیٹے کی نیکی کی وجہ سے اسے معاف کیا۔

قال رسول اللهؐ من اطعم مؤمنا اطعمه الله من ثمار الجنة ومن سقاه من ظمأ سقاه الله من الرحيق المختوم ومن كساه ثو بالم يزل فى ضمان الله عزوجل مادام على ذلك المؤمن من ذلك الثوب سلك والله لقفاء حاجة المؤمن خيرمن صيام شهر و اعتكافه

"وسائل امربالمعروف ۵۶۲"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو مومن کو کھانا کھلائے تو اللہ اسے میوہ ہائے جنت کھلائے گا۔ اور جو کسی پیاسے مومن کو پانی پلائے تو اللہ تعالیٰ اسے بوئے مشک ملا جنت کا پانی پلائے گا۔ اور جو مومن کو پوشاک پہنائے تو جب تک اس لباس کا ایک دھاگہ بھی اس مومن کے جسم پر ہو گا۔ تو وہ اللہ کی امان میں رہے گا۔ خدا کی قسم! مومن کی ایک حاجت پوری کرنے کا ثواب ایک ماہ کے روزے اور اعتکاف سے زیادہ ہے۔

عن مفضل بن عمر عن ابی عبداللهؑ قال ان الله خلق خلقا انتجبهم لقفاء حوائج فقراء شيعتنا ليبيحهم على ذلك الجنة فان استطعت ان تكون منهم فكن

"وسائل امربالمعروف۔ ص ۵۶۳"

مفضل بن عمر کہتے ہیں۔ کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ نے ایک گروہ پیدا کیا۔ جو ہمارے غریب شیعوں کی حاجات پوری کرتا ہے۔ اور اللہ اس گروہ کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور اگر تمہیں طاقت ہو تو کوشش کر کے اس گروہ میں شامل ہو جاؤ۔

فی وصية النبیؐ لعلی علیه السلام قال یا علی اربع من کن فیه بنی اللّٰه له بیتا من الجنة من اوی الیتیم ورحم الضعیف واشفق علی والدیه ورفق مملوکه ثم قال یا علی من کفی یتیماً فی نفقته بماله حتیٰ یستغنی وجبت له الجنة یا علی من مسح یده علی راس یتیم ترحماله اعطاه اللّٰه بکّل شعرة نوراً یوم القیامة

"وسائل امر بالمعروف ص ۵۶۱"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ ان میں یہ بھی فرمایا۔ علیؑ ! جو شخص یہ چار کام کرے اللہ اسے جنت عطا فرمائے گا۔

۱۔ جو یتیم کو پناہ دے گا۔

۲۔ جو کمزور اور ناتواں پر رحم کرے۔

۳۔ جو ماں باپ سے شفقت کرے۔

۴۔ جو اپنے غلام یا ماتحت پر نرمی کرے۔

یا علیؑ ! جو شخص یتیم کی اتنی مالی مدد کرے کہ وہ کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور جو کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے تو۔اس کے ہر بال کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے نور عطا فرمائے گا۔

عن ابی عبداللّٰہؑ انّ النبیؐ قال من اصبح ولا یهتم بأمور المسلمین فلیس منهم ومن سمع رجلا ینادی یاللمسلمین فلم یجبه فلیس بمسلم

"وسائل امر بالمعروف ص ۵۶۱"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص مسلمانوں کے امور کی پرواہ نہ کرتا ہو، وہ مسلمان نہیں۔ اور جس کسی نے کسی فریادی کو یہ فریاد کرتے سنا کہ مسلمانو میری مدد کرو۔ لیکن وہ اس کی فریاد نہ سنے یعنی اس کی مدد کو نہ پہنچے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

باب ہشتم

حقوق العباد

لوگوں کے مال سے پرہیز کرنا
امام زین العابدین کا طرز عمل

امام زین العابدین علیہ السلام نے مدینہ کا اپنا ایک باغ احاطہ کے لئے ایک غلام کے حوالے کیا۔

ایک دن آپؑ باغ کی چار دیواری دیکھنے کے لئے گئے تو انہیں یہ دیکھ کر غصہ آیا کہ غلام نے ان کے کہنے کے مطابق چار دیواری تعمیر نہیں کی تھی۔ بلکہ اس نے کچھ اس طرح سے دیواریں کھڑی کی تھیں۔ کہ پورا احاطہ ہی خراب ہو چکا تھا۔

آپؑ کو یہ دیکھ کر غصہ آیا۔ اور آپؑ نے غلام کو ایک تازیانہ مارا۔

تازیانہ مارنے کے بعد آپؑ سخت پریشان ہوئے۔ اور اپنے گھر پہنچنے کے بعد اس غلام کو طلب فرمایا۔ اور اس کے ہاتھ میں تازیانہ دے کر فرمایا۔ میں نے تمہیں تازیانہ مارا تھا اس کے قصاص میں تم مجھے ایک تازیانہ مارو۔

غلام نے کہا مولا یہ ناممکن ہے آپؑ نے تو غلط کام سر انجام دینے پر تازیانے کے ذریعہ تنبیہ کی تھی۔ آپؑ نے مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ تھا اور آپکے اس اقدام کو میں بالکل حق جانب اور درست سمجھتا ہوں۔ لہذا میں آپؑ سے کوئی قصاص نہیں لوں گا۔ امام علیہ السلام نے کئی مرتبہ اصرار کیا۔ لیکن غلام نے ہر مرتبہ انکار کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ میں نے وہ باغ تجھے بخش دیا۔ (۱)

گلوبند اور علی بن ابی رافع

علی بن ابی رافع حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں بیت المال کے خزانچی تھے۔ بصرہ سے مروارید کا ایک ہار بیت المال میں آیا۔

عید کے دن قریب تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کی ایک صاحبزادی نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کے پاس بیت المال میں مروارید کا ایک ہار موجود ہے۔ آپ مجھے چند دنوں کے لئے عاریۃً عنایت فرماں دیں۔ انشاء اللہ عید گزرنے کے بعد میں آپ کو واپس کر دوں گی۔

علی بن ابی رافع نے عاریت پر ضمانت لی۔ اور وہ ہار انکے پاس بھیج دیا۔ صاحبزادی نے عید کے دن وہ ہار پہنا۔ اتفاق سے مولا علی علیہ السلام کی نظر اس پر جا پڑی۔

آپؑ نے علی بن ابی رافع کو بلا کر فرمایا۔ ابن ابی رافع! کیا تم مسلمانوں کے بیت المال میں خیانت کرتے ہو؟

علی بن ابی رافع نے کہا۔ خدا کی پناہ میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

آپؑ نے فرمایا تو پھر تم نے میری بیٹی کو بصرہ سے آنے والا ہار کیسے دے دیا؟

علی بن ابی رافع نے عرض کی مولا! آپؑ کی بیٹی امین ہے اور میں نے ضمانت پر وہ ہار دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا۔ بہتر ہوا کہ تم نے ضمانت پر عاریۃً ہار دیا ورنہ میری بیٹی پہلی ہاشمیہ خاتون ہوتی جسکے میں ہاتھ قطع کرتا۔ یہی بات صاحبزادی کے بھی گوش گزار ہوئی اس نے بابا کی خدمت میں عرض کی۔ ابو جان! میں آپ کی صاحبزادی ہوں اور کیا بیت المال پر میرا اتنا حق بھی نہیں ہے۔ کہ میں چند دن ایک ہار استعمال کر سکوں۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱۔ احوال امام زین العابدین

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ انسان کو خواہش نفسانی سے مغلوب ہو کر حق کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کیا عید کے دن تمام مہاجرین کی لڑکیاں اس جیسا ہار پہنتی ہیں۔ جو تم نے پہن رکھا ہے؟(۱)

شیر خوار پر دودھ کا اثر

ہمارے قارئین امام الحرمین ابوالمعالی کے نام سے واقف ہوں گے۔

یہ وہی ابو المعالی ہیں۔ جو مکہ و مدینہ میں ایک طویل عرصہ رہنے کے بعد جب نیشاپور آئے۔ تو اس وقت الپ ارسلان سلجوقی کی حکومت تھی۔ اور خواجہ نظام الملک ان کا وزیر باتدبیر تھا۔ خواجہ نظام الملک نے امام الحرمین کے لئے مدرسہ تعمیر کرایا اور خطابت و تدریس کا فریضہ ان کے سپرد کیا۔

ابوالمعالی کے والد شیخ ابو محمد عبداللہ اپنے دور کے فاضل انسان تھے اور بڑے اچھے کاتب تھے۔ کتابت کو انہوں نے ذریعہ معاش بنایا تھا اور رزق حلال جمع کر کے انہوں نے ایک کنیز خریدی تھی۔

کنیز انتہائی پرہیزگار اور خواہش اخلاق تھی۔ جب وہ حاملہ ہوئی۔ تو شیخ رزق حلال کے لئے اور حساس ہوگئے۔ اور خوراک و لباس میں کسی طرح کے مشتبہ مال سے مکمل احتراز کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے بطن سے بچہ پیدا فرمایا۔ تو شیخ نے تاکید کی کہ ماں کے دودھ کے علاوہ بچہ کو کسی دوسری عورت کا دودھ ہرگز نہ پلایا جائے۔

بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا رہا۔ ایک دفعہ جب کہ ماں بیمار تھی اور ایک ہمسائی گھر میں آئی ہوئی تھی۔ بچہ دودھ کے لئے رونے لگا تو ہمسائی نے ازراہِ رحم بچہ کو اپنے سینہ سے لگایا

۱۔ بحار الانوار ج ۹ ص ۵۰۳

اور بچہ نے اس کا دودھ پیا۔

شیخ بھی اتفاق سے اسی وقت گھر آئے۔ انہوں نے یہ منظر دیکھا تو سخت پریشان ہوئے۔ بچے کے منہ میں انگلیاں ماریں۔ کہ کسی طرح سے وہ قے کردے آخر کار بچہ نے قے کی تو شیخ مطمئن ہو گئے۔ یہ بچہ ابو المعالی تھا۔

اور کبھی کبھی ابو المعالی بحث و مناظرہ میں سست ہو جاتا تو کہتا تھا۔ یہ اس دودھ کا اثر ہے جو کوشش کے باوجود بھی نہیں نکل سکا تھا۔ (۱)

اسلام نو مولود کی تربیت کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اور والدین کے لئے لازم قرار دیتا ہے کہ وہ رزق حلال کھائیں تا کہ نطفہ رزقِ حلال سے تیار ہو۔ اور بچے کو ہمیشہ رزقِ حلال کھلائیں تا کہ اس میں رزق حرام کی آمیزش نہ ہو۔ اور ماؤں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی خود پرورش کریں۔ انہیں اپنا دودھ پلائیں تا کہ بچے کے دل میں ماں باپ کی محبت پیدا ہو۔

ماں کا دودھ بچے کی اخلاقی قدروں میں موثر ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سینکڑوں عورتوں کو ٹھکرا کر اپنی امین اور باشرافت ماں کا دودھ پیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار سو عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن آپؐ نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کو ان کی شرافت کی وجہ سے اللہ نے یہ شرف دیا۔ کہ اسی رسول کریمؐ کی دایہ ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ (الرضاع يغيّر الطباع) دودھ بچہ کی طبیعت و فطرت کو بدل دیتا ہے۔ اور ماں کے دودھ کا نو مولود کے اخلاق و کردار سے براہ راست واسطہ ہے۔

ہمیں یہ دیکھ کر انتہائی افسوس ہوتا ہے۔ کہ آج کی مائیں اپنے بچوں کو اپنے دودھ

۱۔ روضات الجنات

سے محروم رکھ رہی ہیں اور اس کیلئے اپنی صحت کی سلامتی کا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ طبی طور پر یہ حقیقت مسلم ہے۔ کہ بچے کو دودھ پلانے والی عورت زیادہ صحتمند ہوتی ہے۔

یا پھر ڈبہ کے دودھ سے بچوں کو پالا جارہا ہے۔ پہلے تو خدا جانے کہ وہ دودھ حلال اجزا سے تیار کیا گیا ہے یا اس میں حرام کی بھی آمیزش ہے۔

اگر ہم اسے حلال و طیب بھی مان لیں۔ تو جو بچہ گائے کا دودھ پی کر جوان ہوگا۔ اس کے دل میں ماں کی محبت کیسے آئے گی۔

ان سطور کے ذریعہ سے ایمان دار خواتین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اپنا ہی دودھ پلائیں۔ بازاری دودھ سے بہر صورت پرہیز کریں۔

ہارون الرشید اور بہلول

ایک دن ہارون کی سر راہ بہلول سے ملاقات ہوگئی۔ ہارون نے کہا مجھے بڑی مدت سے تمہاری ملاقات کی خواہش تھی۔

بہلول نے کہا۔ لیکن مجھے تیری ملاقات کی ہرگز کوئی خواہش نہ تھی۔

ہارون نے بہلول سے فرمائش کی۔ کہ اسے وعظ و نصیحت کرے۔

بہلول نے کہا میں تجھے کیا نصیحت کروں۔ یہ بلند عمارتیں ہیں اور یہ قبرستان ہے۔ بلند و بالا مکان بنانے والے آج تنگ و تاریک قبروں میں ہیں۔ اس دن کو ہمیشہ یاد رکھو جب تم نے احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ جہاں بڑی باریک بینی سے ایک ایک ذرے کا حساب لیا جائے گا۔ جہاں کسی طرح کی سفارش اور فدیہ کام نہ آئے گا۔ بتاؤ اس دن خالی ہاتھ ہو کر خدا کو کیا جواب دو گے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے تہی دامن پر اہل محشر ہنسیں۔

بہلول کی نصیحت سن کر ہارون رونے لگا۔ اور اسکے آنسوؤں سے اسکا دامن بھیگ گیا۔

بہلول کی جرأت و بے باکی

ہارون الرشید سفر حج سے واپس آرہا تھا۔ بہلول راستے میں کھڑے تھے اور اسے دیکھ کر تین مرتبہ زور سے صدا دی۔ ہارون۔ ہارون۔ ہارون۔ ہارون نے پوچھا یہ کون بے ادب ہے۔ جو اس طرح سے ہمیں صدا دے رہا ہے؟ لوگوں نے کہا بہلول دیوانہ ہے۔

ہارون نے بہلول کی طرف رخ کر کے کہا۔ تجھے پتہ ہے کہ میں کون ہوں؟

بہلول نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ تو وہ مظلوم ہے اگر ظلم مشرق میں ہو۔ اور تو اگر اس وقت مغرب میں ہو تو بھی تجھ سے اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔

یہ سن کر ہارون رونے لگا۔ اور کہا تمہاری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔

بہلول نے کہا۔ میری حاجت یہ ہے کہ حکم دو کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں اور مجھے بہشت میں داخل کیا جائے۔

ہارون نے کہا یہ کام تو میرے بس میں نہیں ہے۔ میں تیرا قرض ادا کرسکتا ہوں۔

بہلول نے کہا قرض کی ادائیگی اپنے ذاتی مال سے کرنی چاہیے۔ دوسروں کے مال سے قرض ادا نہیں ہوتا۔ آپ صرف یہی کریں کہ لوگوں کا مال انہیں واپس لوٹا دیں۔

ہارون نے کہا میں تیرے لئے وظیفہ کا حکم جاری کرتا ہوں۔ جو تمہیں پوری زندگی ملتا رہے گا۔

بہلول نے کہا ہم سب خدا کے بندے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تجھے یاد رکھے اور ہمیں بھلادے۔ (۱)

۱۔ زہر الربیع

خلیفہ کا کھانا

ایک دفعہ ہارون الرشید نے اپنا مخصوص کھانا غلام کے ہاتھ بہلول کے پاس روانہ کیا بہلول نے خلیفہ کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اور غلام سے کہا۔ سامنے حمام ہے حمام کے پچھواڑے چلے جاؤ وہاں کتے ہوں گے۔ یہ کھانا جاکر کتوں کو ڈال دو غلام ناراض ہوا اور کہنے لگا۔ احمق! یہ خلیفہ کا کھانا ہے اگر میں یہ کھانا وزراء اور اعیانِ سلطنت کے پاس لے کر جاتا تو وہ مجھے انعام دیتے۔

بہلول نے کہا آہستہ بات کرو۔ اگر کتوں نے سن لیا تو وہ بھی نہیں کھائیں گے۔ (۱)

حقوق العباد کا ایک نمونہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک قبر سے ہوا۔ انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ اس مردہ کو زندہ فرمائے۔ چنانچہ مردہ زندہ ہو کر قبر سے باہر آ گیا۔

حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا قبر میں تمہاری کیسی گزر رہی ہے؟

اس نے کہا۔ میں مزدور تھا اور لوگوں کا وزن اٹھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں کسی شخص کا ایندھن اٹھائے جا رہا تھا۔ میں نے اس سے ایک تنکا خلال کرنے کے لئے نکالا۔ مرنے کے بعد مجھے آج تک اس ایک تنکے کی سزا مل رہی ہے۔ (۲)

مقدس اردبیلی کی احتیاط

حضرت مقدس اردبیلی حقوق العباد کے معاملے میں بڑے محتاط تھے۔ آپ اکثر

۱۔ مجمع النورین ص ۷۷

۲۔ کبریت احمر ص ۲۷

نجف اشرف سے کرایہ کا گدھا یا گھوڑا لے کر کاظمین جاتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص سے کرایہ پر گدھا حاصل کیا۔ اور اسی اثناء میں ایک شخص ایک خط ان کے پاس لایا۔ اور عرض کی کہ آپ یہ خط کاظمین میں فلاں شخص کے حوالے کردیں۔

مقدس اردبیلی نے کہا کہ میں نے گدھے کے مالک سے خط کی اجازت نہیں لی۔ آؤ اس کے مالک سے اجازت لیتے ہیں۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود گدھے کا مالک نہ مل سکا تو مقدس اردبیلی نے تمام راستہ پیدل طے کیا۔ اور خط دینے کے بعد واپسی پر گدھے پر سوار ہوئے۔ (۱)

خداوند عالم بحق امیر المؤمنین تمام اہل ایمان کو ایسا دیانت دار بنائے۔

عقیل کی درخواست

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ عقیل حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ اور ان سے عرض کی میں تنگ دست ہوں مجھے بیت المال سے کچھ عنایت فرمائیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ بھائی صبر کریں میں مسلمانوں میں جیسے ہی ان کے وظائف تقسیم کروں گا تمہیں بھی تمہارا حصہ مل جائے گا۔

عقیل نے جب زیادہ اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا بازار چلے جاؤ۔ اور کسی دکان کا تالا توڑ کر اس کا سامان اٹھالو۔

عقیل نے کہا تو کیا آپ مجھے چور بنا کر اپنی عدالت میں لانا چاہتے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ عقیل تم تو ایک مسلمان کے چور نہیں بنتا

۱۔ روضات الجنات ص ۲۳

چاہتے اور مجھے تمام مسلمانوں کے مال کا چور بنانا چاہتے ہو؟
عقیل نے کہا اگر یہ بات ہے تو میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا۔
آپؑ نے فرمایا۔ تم جانو اور معاویہ جانے۔
چنانچہ عقیل معاویہ کے پاس چلے گئے۔ اور اس سے امداد کا تقاضا کیا۔ معاویہ نے انہیں ایک لاکھ درہم دیئے۔ اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ منبر پر جاکر لوگوں کو بتائیں کہ ان سے علیؑ نے کیا سلوک کیا۔ اور معاویہ نے کیا سلوک کیا؟
عقیل منبر پر گئے اور کہا لوگو! میں نے علیؑ سے اس کا دین چھیننا چاہا مگر علی نے مجھے اپنا دین نہ چھیننے دیا تو میں معاویہ کے پاس چلا آیا اس نے مجھے اپنے دین پر مقدم رکھا۔
روضات الجنات کے مؤلف لکھتے ہیں کہ معاویہ نے ان سے کہا کہ تم منبر پر جاکر علی پر لعنت (نعوذ باللہ) کرو۔
عقیل نے کہا لوگو! مجھے معاویہ نے حکم دیا ہے۔ کہ علی پر لعنت کرو تم لوگ معاویہ پر لعنت کرو۔ (۱)

کیا بہلول واقعی دیوانہ تھے؟

سید نعمت اللہ شوستری اپنی کتاب غرائب الاخبار میں لکھتے ہیں۔ کہ ہارون چاہتا تھا کہ کسی کو بغداد کا قاضی مقرر کرے۔ اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا تو سب نے بہلول کا نام پیش کیا۔
ہارون نے بہلول کو دربار میں طلب کیا اور اسے بغداد کی قضاوت کی پیشکش کی۔ اور کہا کہ اس کام میں آپ میری مدد کریں۔
بہلول نے کہا۔ میں اپنے اندر اس کام کی صلاحیت نہیں پاتا۔

۱۔ روضات الجنات ص ۹۰

ہارون نے کہا۔ بغداد کے تمام لوگ کہتے ہیں۔ کہ تم اس کے حقدار ہو مگر تم انکار کر رہے ہو۔

بہلول نے کہا بادشاہ! میں اپنے متعلق لوگوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ اور میری یہ بات دو حال سے خالی نہیں ہے۔

ا۔ یا تو میں سچا ہوں کہ میرے اندر قاضی بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ تو آپ ایک نااہل شخص کو ایسا اہم عہدہ کیوں دینا چاہتے ہیں۔

۲۔ یا پھر میں اپنے اس قول میں جھوٹا ہوں۔ اگر بالغرض میں جھوٹا ہوں تو آپ ایک جھوٹے شخص کو قاضی بنانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟

ہارون نے کہا۔ مگر تجھے ہر قیمت پر یہ عہدہ قبول کرنا ہوگا۔

بہلول نے اس سے ایک رات کی مہلت طلب کی۔

اور جیسے ہی صبح ہوئی بہلول نے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیا اور لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہو کر بازارِ بغداد میں کہنے لگے لوگو! ہٹو کہیں میرے گھوڑے کے سُموں تلے نہ آجاؤ۔

لوگوں نے کہا ہائے افسوس بہلول تو دیوانہ ہوگیا۔ یہ خبر ہارون کو سنائی گئی۔ کہ بہلول دیوانہ ہوگیا تو ہارون الرشید نے کہا میں بخوبی جانتا ہوں وہ دیوانہ نہیں ہے۔ لیکن اس نے اس بہانے سے اپنے دین کی حفاظت کی ہے۔ (۱)

قاضی کا منصب اور لوگوں کے حقوق

ابو حمزہ ثمالی نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا۔ قومِ بنی اسرائیل میں ایک عالم تھا جو ان کے تنازعات کے فیصلے کیا کرتا تھا۔

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ جب میں

ا۔ روضات الجنات ص ۳۶

مر جاؤں تو مجھے غسل و کفن دے کر میرے منہ پر کپڑا ڈال دینا۔ عورت نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ پھر شوقِ تجسّس سے مجبور ہو کر اس کے منہ سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ اس کے شوہر کی ناک پر ایک کیڑا بیٹھا ہوا ہے اور اس کی ناک کو کھا رہا ہے۔

عورت یہ منظر دیکھ کر خوف زدہ ہوگئی۔ خواب میں اس کے شوہر نے اسے کہا۔ کیڑا دیکھ کر تم ڈر گئیں؟

عورت نے کہا۔ جی ہاں میں کیڑا دیکھ کر خوف زدہ ہوگئی تھی۔ قاضی نے کہا جانتی ہو کہ یہ کیڑا مجھ پر کیوں مسلط ہوا؟

بیوی نے کہا۔ نہیں مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

قاضی نے کہا۔ یہ تیرے بھائی کی محبت و الفت کی وجہ سے ہوا ہے۔

بیوی نے دریافت کیا وہ کیسے ؟

تو اس نے کہا۔ میں قاضی تھا ایک مرتبہ تیرے بھائی اور ایک شخص میں تنازعہ ہوا۔ فیصلہ میں نے کرنا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ خدا کرے تیرا بھائی بچ جائے۔ اور بے گناہ ثابت ہو۔ چنانچہ بعد کی گواہیوں سے بھی تیرا بھائی بے قصور ثابت ہوا۔ مجھے یہ سزا صرف اسی لئے ملی کہ میں نے فریقین میں سے ایک کے لئے اپنے دل میں محبت محسوس کی۔ جب کہ میرے سامنے دونوں فریق برابر ہونے چاہئے تھے۔ (۱)

قاضی کو اس طرح سے فیصلہ کرنا چاہئے

عالم جلیل ملا محمد کذازی قم شہر کے قاضی تھے۔ اور اسی دوران ان کے بھائی نے کسی شخص کو قتل کر دیا۔

مقتول کے ورثاء نے ان کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ اور ان کے بھائی کے

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۱۵

خلاف اپنے شبہات کا اظہار کیا۔ مگر دعویٰ کی سچائی کے لئے وہ کافی گواہ پیش نہ کر سکے۔ قاضی نے شک کا فائدہ دیتے ہوئے اپنے بھائی کو رہا کر دیا۔

کافی دنوں کے بعد جب قاضی کے بھائی نے یہ محسوس کیا کہ اب اس مقدمہ کو خارج ہوئے ایک عرصہ بیت گیا ہے۔ تو اس نے ایک دن اپنے بھائی کے سامنے قتل کا اقرار کیا۔

قاضی صاحب نے جیسے ہی بھائی کی زبان سے قتل جیسے جرم کا اعتراف سنا تو انہوں نے مقتول کے ورثاء کو پیغام بھیجا کہ مجھے تمہارا قاتل مل چکا ہے۔ اور انہوں نے مقتول کے ورثاء کو قصاص کا حق دے دیا۔

مقتول کے وارث قاضی کے فرمان کو لے کر حاکم کے پاس گئے۔ تاکہ وہ اس کے فرمان پر دستخط ثبت کر دے اور قاضی کے فرمان پر عمل ہو سکے۔

حاکم نے کہا ایسے منصف شخص کے بھائی کو قتل کر کے تم اسے صدمہ نہ پہنچاؤ۔ اس نے اپنی دیانت کے تحت تمہارے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ تمہیں بھی ہمت سے کام لیتے ہوئے خون معاف کر دینا چاہیے۔

چنانچہ انہوں نے خون معاف کر دیا۔ (۱)

حقوق العباد میں باریک بینی

سید نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ کے حالات بعد الموت کے باب میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک نیک شخص کی وفات ہوئی۔ لوگوں کی بڑی تعداد نے اس کے جنازے میں شرکت کی۔ ایک شخص کو خواب میں اس کی زیارت ہوئی۔ تو اس نے پوچھا کہ خدا نے تم سے کیا سلوک کیا؟

۱۔ الکلام یجر الکلام ص ۲۲۴

متوفی نے کہا کہ رب العزت نے مجھ پر کرم کیا۔ اور اپنے لطف و احسان سے مجھے نوازا لیکن حساب بہت سخت تھا۔ میں اپنی زندگی میں ایک بار حالت روزہ سے تھا۔ اور میں اپنے ایک گندم فروش دوست کی دوکان پر جابیٹھا۔ اور کچھ دیر وہاں بیٹھ کر باتیں کرتا رہا۔ اسی اثنا میں گندم کا ایک دانہ میں نے اٹھایا اور اپنے دانتوں سے اس کے دو حصے کئے، پھر سوچا کہ گندم میری نہیں ہے۔ میں وہ دانہ گندم کے ڈھیر پر ڈال دیا بعد ازاں گھر چلا گیا۔

مرنے کے بعد قبر میں مجھ سے اس دانے کا بھی حساب لیا گیا۔ اور اس دانے کے نقصان کے برابر میری نیکیاں کم کر دی گئیں۔

سیّد نعمت اللہ جزائری مزید لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو ایک بلند مقام پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اور منادی ندا دے گا لوگو! آج حساب کا دن ہے۔ اس شخص کو دیکھو اور جس نے اس سے کچھ لینا ہو تو مطالبہ کرے۔ عرصہ محشر میں بلند مقام پر کھڑا ہونے والا شخص اپنے ہر واقف کار سے گھبرائے گا۔ کہ مبادا وہ کسی حق کا مطالبہ نہ کرے۔ اور روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر درہم کے چھٹے حصے (1/6) کے بدلہ میں سات سو قبول نمازیں کاٹ کر صاحبِ حق کو دی جائیں گی۔

غریب و بے نوا

ایک دن جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ غریب اور بے نوا کون ہے؟

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ شخص غریب و بے نوا ہے۔ جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔

رسولؐ خدا نے فرمایا۔ ایسا شخص غریب نہیں ہے۔ حقیقی غریب وہ ہے کہ قیامت

کے دن اس حالت میں آئے کہ اسکی گردن پر لوگوں کے حقوق ہوں۔ یعنی کسی کو ناحق مارا پیٹا ہو۔ کسی کو گالیاں دی ہوں اور کسی اور کا حق غصب کیا ہویا کھایا ہو۔ اگر ایسے شخص کے نامۂ اعمال میں نیکیاں ہوں گی تو اسکی نیکیاں دوسروں کے حوالے کردی جائیں گی۔ اگر اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحبانِ حق کے گناہ اسکے نامۂ اعمال میں منتقل کردیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ حقیقی بے نوا اور غریب ہے اور قرآن کریم کی اس آیت کا اشارہ بھی اسی جانب ہے۔ (ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم) وہ اپنے بوجھ کو اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ (۱)

انگشتری کے حساب سے ڈرنے والا

ہارون الرشید عباسی کے بہت سے بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک بیٹے کا نام قاسم مؤتمن تھا۔ اسے دنیا کی رنگینیوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ اکثر اوقات نماز اور تلاوت قرآن میں مصروف رہتا تھا۔ اور نہایت ہی سادہ لباس پہنتا تھا۔

ہارون کے ایک مصاحب نے اسے اس حال میں دیکھا تو ہنسنے لگا۔

ہارون نے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے کہا آپ کا یہ بیٹا اس طرح کا کم قیمت لباس پہن کر لوگوں میں جاتا ہے اور یہ آپ کی بدنامی کا موجب ہے۔

ہارون نے کہا۔ نہیں اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک کسی علاقہ کی ولایت اس کے حوالے نہیں کی ہے اور جب بھی ہم اسے کسی علاقہ کا والی مقرر کریں گے۔ تو یہ بھی سلاطین کا سا لباس زیب تن کرے گا۔

ہارون نے قاسم کو بلا کر کہا۔ فرزند! میں تمہیں کسی علاقے کا والی بنانا چاہتا ہوں تم وہاں جاکر شاہی رعب و دبدبہ سے رہو اور خدا کی عبادت بھی کرو۔

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۹

قاسم نے کہا۔ ابا جان! میرے علاوہ آپ کے بہت سے فرزند ہیں۔ آپ اس خدمت سے مجھے معاف رکھیں۔ اور دوستانِ خدا کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کریں۔

لیکن ہارون نے بیٹے کی ایک نہ سنی۔ اور حکومتِ مصر کی ولایت اس کے نام لکھ دی۔ اور حکم دیا کہ کل صبح تم نے مصر جانا ہے۔

قاسم راتوں رات بغداد سے بصرہ فرار ہوگیا۔ صبح اسے تلاش کیا گیا تو وہ بغداد میں موجود نہ تھا۔ اس کے قدموں کے نشانات سے اس کا تعاقب کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دجلہ کے کنارے تک آیا ہے۔

قاسم نے اس رات بغداد سے فرار کیا۔ اور اپنے آپ کو بصرہ پہنچایا۔

عبداللہ بصری کہتا ہے کہ میرے مکان کی دیوار خراب ہو چکی تھی۔ اور مجھے ایک مزدور کی ضرورت تھی۔ میں مزدور لینے کیلئے بازار آیا۔ میں نے مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان کو دیکھا جو قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ اور اسکے سامنے چھینی اور بیلچہ رکھا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا کام کرو گے؟

اس نے کہا کیوں نہیں اللہ نے ہمیں کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ کہ محنت کر کے رزق حلال کھائیں۔

میں نے کہا۔ پھر آؤ اور میرا کام کر دو۔ اس نے کہا کام سے پہلے آپ میری اجرت کا تعین کر دیں۔ میں نے ایک درہم مزدوری بتائی۔ اور اسے لے کر اپنے گھر آگیا۔ شام ہونے تک اس نے دو مزدوروں جتنا کام کیا۔

میں نے شام کے وقت اسے دو درہم دیئے۔ لیکن اس نے صرف ایک درہم اٹھایا اور دوسرا درہم مجھے واپس کر دیا۔ اور کہا میں طے شدہ مزدوری سے زیادہ رقم نہیں لونگا۔

میں دوسرے دن اسے لینے کے لئے گیا۔ تو وہ وہاں پر موجود نہیں تھا۔ میں نے

ایک شخص سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن مزدوری کرتا ہے۔ اور باقی ایام میں وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ میں نے پورا ہفتہ صبر کیا پھر ہفتہ کے دن میں وہاں گیا تو اسے موجود پایا۔ میں پھر اسے اپنے کام کے لئے لے آیا۔ اس نے بڑی لگن اور محنت سے کام کیا۔ ظہر کے وقت اس نے ہاتھ پاؤں دھوئے اور وضو کر کے نماز ظہر ادا کی۔ اور پھر شام تک اپنے کام میں لگا رہا۔ شام کے وقت اس نے مجھ سے اپنی اجرت لی اور چلا گیا۔

میری دیوار کا کام ابھی نامکمل تھا تیسرے ہفتہ میں پھر اسے لینے کے لئے گیا تو پتہ چلا کہ وہ دو تین دن سے بیمار ہے۔ میں نے اس کے گھر کا پتہ پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ فلاں کھنڈر نما ویران سے گھر میں رہتا ہے۔

میں اس کے پاس گیا بخار سے اس کی حالت غیر ہو رہی تھی اور اس کا پورا وجود شدتِ بخار سے کانپ رہا تھا۔

میں نے اسکے سر کو اپنی گود میں رکھا۔ اس نے آنکھ کھول کر پوچھا کہ تم کون ہو؟

میں نے کہا میں وہی عبداللہ بصری ہوں جس کے پاس تم نے دو دن کام کیا تھا۔

یہ سن کر اس نے کہا کہ ہاں اب میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔

اور کہا۔ تو مجھے بھی پہچانتا ہے؟

میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا تو کیا تم مجھے پہچاننا پسند کرتے ہو؟

میں نے کہا۔ کیوں نہیں۔

اس نے کہا تو پھر سنو۔ میں ہارون الرشید کا بیٹا قاسم ہوں۔

یہ سن کر میرے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور سوچنے لگا اگر ہارون کو پتہ چل گیا کہ اس نے میرے بیٹے سے مزدوری کرائی ہے تو نہ جانے وہ میرے ساتھ کیا سلوک کر بیٹھے۔

قاسم سمجھ گیا کہ میں ڈر گیا ہوں۔ اس نے کہا مت گھبراؤ اس شہر میں ابھی تک

کسی نے مجھے نہیں پہچانا۔ اور اگر اس وقت میری موت کا وقت قریب نہ آیا ہوتا تو میں تجھے بھی اپنے متعلق کچھ نہ بتاتا۔ میری ایک خواہش ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا بیلچہ اور چھینی کسی مزدور کو دینا وہ اس سے میری قبر بنائے گا اور قبر بنانے کی اجرت میں یہ سامان اسے دے دینا۔ میرے پاس قرآن مجید ہے میں اس سے بڑا مانوس تھا میرے مرنے کے بعد کسی ایسے شخص کو یہ قرآن دینا جو اس سے عشق رکھتا ہو۔

پھر اس نے اپنی انگلی سے انگشتری اتار کر مجھے دی اور کہا۔ تم یہ لے کر بغداد چلے جانا وہاں میرا والد ہر پیر کے دن کھلی کچہری لگاتا ہے، وہاں ہر عام و خاص کو جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ تم بھی بلا خوف و خطر چلے جانا اور میرے والد کو یہ انگشتری دینا وہ انگشتری کو فوراً پہچان لے گا کیونکہ اس نے خود یہ انگشتری مجھے دی تھی۔ اور اس سے کہنا کہ تمہارا بیٹا قاسم بصرہ میں فوت ہوگیا ہے۔ اور مجھے یہ وصیت کر کے مرا ہے کہ یہ انگوٹھی میں تمہارے پاس لے جاؤں۔ کیونکہ تمہیں ہمیشہ مال و دولت جمع کرنے کی حرص رہتی ہے۔ اور اس انگوٹھی کو بھی اپنے مال میں شامل کرلینا تاکہ تمہارے مال میں اضافہ ہو جائے۔ میں قیامت کے دن اس انگوٹھی کا حساب دینے سے ڈرتا ہوں۔ وصیت مکمل کرنے کے بعد اس نے اچانک اٹھنا چاہا لیکن کمزوری کی وجہ سے اٹھ نہ سکا۔ پھر اس نے دوبارہ اٹھنا چاہا لیکن اس مرتبہ بھی نہ اٹھ سکا۔ پھر اس نے مجھے کہا مجھے اپنے بازو کا سہارا دے کر کھڑا کرو۔ میرے مولا علی بن ابی طالب آگئے ہیں۔

میں نے اسے سہارا دیا۔ اس کے بعد اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ (۱)

۱۔ خزینۃ الجواہر ص ۱۵۰

حسابِ قیامت کی ایک مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان و ابو ذر رضی اللہ عنہما کو بلا کر انہیں ایک ایک درہم دیا۔ حضرت سلمانؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درہم لے کر ایک غریب کو دے دیا اور حضرت ابوذرؓ نے اس درہم سے گھر کا کچھ سامان خریدا۔

دوسرے دن دونوں صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ایک پتھر گرم کروایا۔ اور سلمانؓ کو حکم دیا کہ وہ اس پتھر پر کھڑا ہو کر ایک درہم کا حساب دے۔ سلمانؓ فوراً پتھر پر چڑھے اور کہا آپؐ نے درہم دیا تھا۔ میں نے خدا کی راہ میں دے دیا۔ یہ کہہ کر سلمانؓ فوراً پتھر سے اتر آئے۔

پھر آپؐ نے ابوذرؓ کو حکم دیا۔ کہ وہ درہم کا حساب دے۔ ابوذرؓ ایک درہم کو متفرق ضروریات میں خرچ کر چکے تھے لہذا جھجکنے لگے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ابوذرؓ اگر تم نہیں کھڑے ہو سکتے تو بے شک مت کھڑے ہو۔ میں تمہیں اس مثال کے ذریعہ سے صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ صحرائے محشر اس پتھر سے زیادہ گرم ہوگا۔ اور وہاں تمہیں حساب دینا ہے۔ لہذا زندگی اس طرح بسر کرو کہ حساب دینا آسان ہو۔ (۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار

رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الموت میں تھے۔ آپؐ نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو مسجد میں جمع کرو۔ بلال نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا۔ آپؐ مسجد تشریف

۱۔ خزینۃ الجواہر ص ۳۵۶

لے گئے۔ اور منبر پر رونق افروز ہوئے۔ پھر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا۔

"کیا میں نے تم سے بنفس نفیس جہاد نہیں کیا؟ اور کیا تم لوگوں نے میرے سامنے کے دانت نہیں توڑے؟ اور میری جبین کو تم نے خاک آلود نہیں کیا؟ اور کیا ضربت کی وجہ سے میرے چہرے پر خون جاری نہیں ہوا؟ اور کیا اس سے میری ریش رنگین نہیں ہوئی؟ اور کیا میں لوگوں کے ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنا؟ اور کیا میں نے لوگوں کو سیر کرنے کے لئے اپنے شکم پر پتھر نہیں باندھے؟"

حاضرین نے کہا بے شک آپؐ سچ کہتے ہیں۔ آپؐ پر بہت زیادہ مصائب آئے اور آپؐ نے صبر کیا اور پوری جانفشانی سے آپؐ نے حق کو پھیلانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی جزائے خیر عنایت فرمائے۔

پھر آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ جو کسی پر ستم کرے اللہ اسے نہیں بخشے گا۔ میں تمام حاضرین کو قسم دیتا ہوں اگر میرے ذمے کسی کا حق ہو تو وہ اٹھ کر اپنے حق کا مطالبہ کرے۔ اگر میں نے کسی پر ستم کیا ہو تو وہ اٹھ کر مجھ سے قصاص کا مطالبہ کرے کیونکہ آج قصاص دینا آسان ہے اور قیامت کے دن انبیاء و ملائکہ کے سامنے حساب دینا بہت مشکل ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان سن کر ایک صحابی جس کا نام سوادہ بن قیس تھا۔ اٹھا اور کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ایک دن طائف سے واپس آرہے تھے۔ اور آپؐ اس وقت ناقہِ عصبا پر سوار تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصائے ممشوق تھا۔

میں اس وقت آپؐ کے استقبال کے لئے آیا تھا۔ آپؐ نے عصاء اٹھا کر اپنے ناقہ کو مارنا چاہا تھا۔ لیکن وہ اتفاق سے مجھے لگ گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسا ارادی طور

پر ہوا تھا یا غیر ارادی طور پر ہوا تھا۔

آپؐ نے فرمایا۔ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں ارادی طور پر ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

پھر آپؐ نے بلال کو حکم دیا کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کے گھر سے وہ عصاء لے کر آئیں۔ بلال حضرت سیدہؑ کے دروازے پر آئے اور عصاء طلب کیا۔

جناب سیدہؑ نے فرمایا۔ اس وقت میرے بابا جان عصاء کیوں طلب کر رہے ہیں؟

بلال نے سیدہؑ کو واقعہ سنایا کہ ایک مسلمان اس وقت آپؐ سے قصاص لینا چاہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت سیدہؑ بہت روئیں اور بلال کو عصا دے دیا۔ بلال عصاء لے کر خدمتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

آپؐ نے سوادہ بن قیس کو آواز دے کر فرمایا اور اس عصاء سے اپنا قصاص لے لو۔ اور مجھ سے راضی ہو جاؤ۔

سوادہ آگے بڑھا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپؐ نے مجھے عصاء مارا تھا تو اس وقت میرے بدن پر قمیض نہ تھی، آپؐ اپنے بدن سے قمیض ہٹائیں۔

آپؐ نے قمیض ہٹائی۔ تو اس نے عرض کی آپؐ اجازت دیں۔ کہ مقام قصاص کو پہلے میں بوسہ دے لوں۔

آپؐ نے اجازت دی۔ سوادہ نے بڑھ کر بدن اطہر کا بوسہ لیا۔ اور کہا میں اپنے لب آپؐ کے جسم سے ملا چکا ہوں اب مجھے امید ہے کہ خدا مجھے عذاب جہنم سے محفوظ رکھے گا۔

آپؐ نے فرمایا۔ قصاص لینا چاہتے ہو یا معاف کرنا چاہتے ہو؟

سوادہ بن قیس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے معاف کیا۔ پھر رسول کریمؐ نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ بلند کئے۔ اور کہا خدایا! جس طرح سوادہ نے تیرے رسولؐ کو معاف کیا تو بھی سوادہ کے گناہ معاف فرما۔

یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اور ام سلمیٰؓ کے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ اور راستے میں یہی کہہ رہے تھے۔ خدایا میری امت کو دوزخ سے شعلوں سے بچا۔ اور روز قیامت کا حساب ان کے لئے آسان فرما۔ (۱)

محبانِ علیؑ کو پہچانیں

علامہ امینی رحمتہ اللہ علیہ نے الفرید کی جلد دہم میں عقد الفرید کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابو سہل تمیمی کہتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ ایک سال حج کرنے آیا، اس نے دارمیہ جونیہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ یہ خاتون مقامِ جون میں قیام پذیر تھی۔ معاویہؓ کے قاصد اس خاتون کو معاویہ کے سامنے لائے۔

اس خاتون کا چہرہ سیاہ تھا۔ اور جسم بے حد موٹا تھا۔

معاویہ نے اس سے کہا اے موٹی دارمیہ تو کس چیز پہ سوار ہو کر میرے پاس آئی ؟

خاتون نے کہا۔ میں اتنی موٹی نہیں ہوں اگر پھر بھی تو مجھے اس موٹاپے پر سرزنش کرنا چاہتا ہے۔ تو میرے لئے یہ کوئی عیب نہیں ہے کیونکہ میرا تعلق بنی کنانہ سے ہے اور میرا پورا قبیلہ ہی موٹا تازہ ہے۔

معاویہ نے کہا۔ تجھے علم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلوایا ؟

خاتون نے کہا۔ غیب کا علم اللہ کے پاس ہے۔ میں لوگوں کے دلوں کی باتیں نہیں جانتی۔

معاویہ نے کہا۔ میں نے تجھے اس لئے یہاں بلایا ہے کہ مجھے بتاؤ کہ تم علیؑ سے محبت اور مجھ سے نفرت کیوں کرتی ہو؟

خاتون نے کہا۔ بہتر ہوگا کہ آپ اس سوال سے مجھے معذور ہی رکھیں۔ لیکن

۱۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۹۱

معاویہ نے اپنا اصرار جاری رکھا۔

خاتون نے کہا۔ میں علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ علیؑ عادل تھے۔ وہ ہمیشہ عدل و مساوات کا خیال رکھتے تھے۔ اور تجھ سے مجھے اس لئے نفرت ہے کہ تو نے اس سے جنگ کی جو تجھ سے خلافت کا زیادہ حقدار تھا۔ اور تو نے اس مقام پر قبضہ کیا جسکے تو لائق نہ تھا۔ میں علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ پیغمبر خدا نے اسے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ اور میری محبت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علیؑ غرباء و مساکین سے محبت کرتے تھے۔ اور خدا کے نیک بندوں کا احترام کرتے تھے۔ میں تجھ سے اس لئے دشمنی رکھتی ہوں کہ تو ناحق خون بہانے کا عادی ہے۔ اور تیرے فیصلے انصاف پر مبنی نہیں ہیں۔ تو خدا کے حکم کی بجائے اپنی خواہشات پر عمل کرتا رہتا ہے۔

خاتون کی یہ کڑوی باتیں سن کر معاویہ نے کہا۔ پھر اسی لئے تیرا پیٹ ہوا۔ اور پھول گیا اور تیرے پستان لڑھکنے لگے۔

دارمیہ نے کہا۔ معاویہ جس چیز کی تو میری طرف نسبت دے رہا ہے۔ ان خصوصیات میں تو تیری جگر خوار ماں ہندہ اپنے دور میں ضرب المثل تھی۔

معاویہ نے پھر کہا خاتون آپ برا مان گئیں۔ میرے کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا۔ جو آپ نے سمجھا۔ اصل بات یہ ہے جب عورت کا پیٹ وسیع ہو تو بچے کامل الخلقت پیدا ہوتے ہیں۔ اگر عورت کے پستان بڑے ہوں تو بچے سیر ہو کر دودھ پیتے ہیں۔ اور جب عورت موٹی ہو تو وہ باوقار ہوتی ہے۔

معاویہ نے پوچھا۔ کیا تو نے علیؑ کو دیکھا ہے؟

خاتون نے کہا۔ ہاں میں نے علیؑ کی زیارت کی تھی۔

معاویہ نے کہا۔ پھر تو نے علیؑ کو کیسا پایا؟

خاتون نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ علیؑ تمہاری طرح سے سلطنت پانے کی وجہ سے

خود فریبی کا شکار نہیں تھے۔ اور اپنے آپ سے علیؑ بے خبر نہ تھے۔ اور نہ ہی دولت کی چمک سے مرعوب تھے۔ جیسا کہ تو مرعوب ہے۔

معاویہ نے کہا۔ کیا تو نے علیؑ کی تقریر بھی سنی تھی؟

خاتون نے کہا۔ جی ہاں علی کی گفتگو بڑی صاف ستھری ہوتی تھی۔ اور سیدھی دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھی۔ علی کی گفتگو دلوں کو جلا بخشتی تھی۔ اور دل کی تشنگی کو صاف کر دیتی تھی۔

معاویہ نے کہا۔ تو نے سچ کہا اور تمہاری کوئی حاجت اور مطالبہ ہو تو بیان کرو۔ میں پورا کروں گا۔

خاتون نے کہا۔ پھر میں چاہتی ہوں کہ مجھے ایک سو مادہ اونٹ اور کچھ نر اونٹ دیدو۔

معاویہ نے کہا یہ سب لے کر کیا کرو گی؟

خاتون نے کہا۔ اسکے دودھ سے ہم اپنے بچوں کی پرورش کریں گے۔ اور غرباء و مساکین کی مدد کریں گے۔ اور قبائل عرب کے تنازعات اسکے ذریعہ سے دور کریں گے۔

معاویہ نے کہا اگر میں ایسا کروں۔ تو کیا تم اپنے دل میں مجھے وہی مقام دو گی۔ جو تم نے علیؑ کو دے رکھا ہے؟

خاتون نے بڑے تعجب سے کہا۔ سبحان اللہ! یہ تو ناممکن ہے اگر تم علیؑ کی محبت کے ہزارویں حصے کا بھی مطالبہ کرو تو بھی میں تمہیں نہیں دے سکتی۔

پھر معاویہ نے دو شعر پڑھے۔ اور کہا اگر آج علیؑ زندہ ہوتے تو وہ تجھے ایک اونٹ بھی نہ دیتے۔

خاتون نے کہا خدا کی قسم یہ سچ ہے "لاواللّٰہ ولا وبرۃ واحدۃً من مال المسلمین" خدا کی قسم علی بڑے محتاط تھے وہ مسلمانوں کے مال سے اونٹ تو بجائے خود اس کا ایک بال بھی مجھے نہ دیتے۔

چند روایات

عن ابی جعفرؑ قال مامن احدیظلم مظلمة الدٗ اخذه اللّٰه بها فی نفسه وماله فاما الظلم الّذی بینه وبین اللّٰه فاذاتاب غفرله

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ جو کسی کے حق کو پامال کرے۔ یا کسی پر ظلم و ستم کرے تو ناممکن ہے کہ اللہ اسے معاف کرے اللہ اس کے مال و جان سے اس کا بدلہ ضرور لے گا لیکن ایسا گناہ جو بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ بشرطیکہ اس کا حقوق العباد سے تعلق نہ ہو تو جب بندہ توبہ کرے تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔ (۱)

عن جعفر بن محمّدؑ من ارتکب احدا بظلم بعث اللّٰه من ظلمه مثله اوعلی ولده اوعلی عقبه من بعده

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص کسی پر ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم کے بدلہ کے لئے ایک شخص کو مسلط کرتا ہے۔ جو اس پر ظلم کرتا ہے۔ یا اس کی اولاد پر ظلم کرتا ہے یا پھر اس کی اولاد کی اولاد پر ظلم کرتا ہے۔

عن شیخ من النخع قال قلت لابی جعفرؑ انی لم ازل والیا منذزمن الحجاج الیٰ یومی هذا فهل لی من توبة قال فسکت ثم اعدت علیه فقال لا حتّٰی لؤدی الٰی کلّ ذی حق حقه

"وسائل ص ۵۲۴"

قبیلہ نخع کے ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ میں حجاج بن یوسف کے دور سے لے کر آج تک والی رہا۔ تو کیا میری بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

۱۔ وسائل جہاد النفس ص ۵۲۳

یہ سن کر امام خاموش رہے اس نے اپنی بات پھر دہرائی۔ تو آپؑ نے فرمایا اس شرط پر تمہاری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ جب تم ہر صاحبِ حق کو اس کا حق واپس کردو۔

فی تفسیر الامامؑ قال علی بن ابی طالب علیه السّلام فی قوله تعالیٰ فاتّقوا النّار الّتی وقودها النّاس والحجارة یا معاشر شیعتنا تقوا اللّٰه واحذروا ان تکونوا التلك النّار حطبا و ان لم تکونو اباللّٰه کافرین فتوقوها بتوقی ظلم اخوانکم وانّه لیس من اخوانکم من ظلم اخاه المؤمن المشارك له فی موالاتنا الاّ ثقل اللّٰه فی تلك النّار سلا سله واغلاله ولایقاله منها الاّ شفا عتنا ولن نشفع له الی اللّٰه إلاّبعد ان نشفع فی اخیه المؤمن فانّ عفی عنه شفعنا والا طال فی النّار مکثه

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فاتّقو النّارالّتی وقودها النّاس والحجارة (اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے) کی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا۔

اے ہمارے شیعوں کے گروہ! اللہ سے ڈرو اور اس دوزخ کا ایندھن بننے سے بچو۔ اگرچہ تم کافر بھی نہ ہوئے۔ اس آگ سے بچنے کی سبیل یہی ہے کہ اپنے بھائیوں پر ظلم کرنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ جس شخص نے بھی ایسے مومن پر ظلم کیا جو ہماری ولایت میں اس کے شریک ہو تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی زنجیر اس کے لئے سخت کردے گا۔ اور دوزخ کی زنجیروں سے نجات صرف ہماری شفاعت کے ذریعہ سے ہی ممکن ہوگی۔ لیکن ہم اس کی اس وقت تک شفاعت نہ کریں گے۔ جب تک اس کا بھائی راضی نہ ہوگا اگر اس کا مومن بھائی راضی ہوا تو ہم شفاعت کریں گے۔ ورنہ اسے دوزخ میں لمبے عرصہ تک رہنا ہوگا۔ (۱)

عن ابی عبداللّٰهؑ فی حدیث فمن نال من رجل شیئاً من عرض اومال وجب علیه الاستحلال من ذلك والا انفعال من کل ماکان منه الیه وان کان قدمات فلیتصل

۱۔ مستدرک الوسائل جہاد نفس ص ۳۴۲۔

من المال الی ورثته ولیتب الیٰ اللّٰہ حمااتی الیه حتّٰی یطلع علیه عزوجل بالندم والتّوبة والا نفصال

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔ جو شخص کسی شخص کو مالی طور پر یا ہتک عزت کے طور پر نقصان پہنچا چکا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ متاثرہ فریق سے اسکی معافی مانگے۔ اور اپنے فعل قبیح سے باز آئے۔ اور اگر فریق ثانی مر چکا ہو تو اس کے ورثاء کو مال دے کر راضی کرے۔ اور اپنی برائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسکی ندامت اور توبہ سے راضی ہو جائے۔ (۱)

۱۔ مستدرک الوسائل ص ۳۴۳

باب نہم

امانت کی حفاظت

والّذین ھم لعھدھم و امانتھم راعون (القرآن)

مومن اپنے عہد اور اپنی امانتوں کا خیال رکھتے ہیں

شیخ ابی عثمان کی امانت داری

نیشا پور شہر کے ایک تاجر نے کہیں جانا تھا اس نے جاتے ہوئے اپنی کنیز کو بطور امانت شیخ ابی عثمان حمیری کے پاس لے گیا۔

اتفاق سے ایک دن شیخ کی نظر کنیز کے چہرے پر جا پڑی۔ کنیز انتہائی خوبصورت تھی۔ شیخ نے بے اختیار ہو کر کنیز کو دل دے بیٹھا اور شعلہ عشق روز بروز بڑھتا گیا۔

شیخ نے اپنے استاد ابو حفص حداد کو اس معاملہ سے باخبر کیا استاد نے کہا کہ اس مسئلہ کے لئے تم شیخ یوسف سے ملاقات کرو۔ وہ رے میں رہائش پزیر ہیں۔

شیخ ابی عثمان رَے گیا۔ اور وہاں لوگوں سے شیخ یوسف کا پتہ پوچھا۔ لوگ بڑی حیرت سے اسے دیکھتے۔ اور کہتے کہ تم شکل و صورت سے تو شریف انسان لگتے ہو۔ تمہیں شیخ یوسف جیسے بدنام اور رسوائے زمانہ شخص سے کیا کام ہے؟ لوگوں کی ملامت اور شیخ یوسف کے متعلق ان کے نظریات سن کر شیخ ابی عثمان اپنے استاد کے پاس واپس گئے اور انہیں بتایا کہ میں ان سے ملاقات کئے بغیر اس لئے واپس آگیا۔ کہ تمام اہل شہر اسے فاسق و فاجر سمجھتے ہیں۔ استاد نے پھر زور دے کر کہا کہ تمہارے مرض

کا علاج صرف شیخ یوسف کے پاس ہے۔ تمہیں ہر حال میں اس سے ملنا چاہئے اور اس کی روحانیت کے انفاسِ قدسیہ سے استفادہ کرنا چاہئے۔

الغرض شیخ استاد کا حکم مان کر رے آئے اور اس دفعہ بھی لوگوں نے اسے شیخ یوسف کا پتہ پوچھنے پر خوب ملامت کی۔ مگر وہ ہر ملامت سے بے نیاز ہو کر شیخ یوسف کے گھر پہنچ گیا۔ شیخ کا گھر شہر کے ایک بدنام محلّہ میں تھا جسے محلّہ بادہ فروشاں کہا جاتا تھا۔

شیخ الی عثمان جیسے ہی شیخ یوسف کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوخیز لڑکا شیخ کے پہلو میں بیٹھا ہے اور اس کے سامنے ایک شراب کی بوتل رکھی ہوئی ہے۔

یہ دیکھ کر شیخ الی عثمان سخت متعجب ہوئے۔ اور پوچھا کہ آپ اس بدنام محلّہ میں رہائش رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جہاں سارا دن جام پہ جام لنڈھائے جاتے ہیں؟

شیخ یوسف نے جواب دیا دراصل بات یہ ہے کہ یہ گھر اور مکانات ہمارے چند دوستوں کے تھے ایک ستم گر نے ان سے تمام مکانات خرید لئے اور بادہ فروشی کا کاروبار شروع کرادیا۔ لیکن میرا گھر کسی نے نہ خریدا اسی لئے میں اپنے گھر رہنے پر مجبور ہوں۔

پھر شیخ الی عثمان نے سوال کیا کہ آپ نے اپنے پہلو میں خوبصورت لڑکا اور سامنے شراب کی بوتل کیوں رکھی ہوئی ہے؟

شیخ یوسف نے کہا۔ آپ جس لڑکے کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں۔ اور بدگمانی کا شکار ہو رہے ہیں۔ تو یہ آپ کا وہم ہے۔ کیونکہ یہ میرا اپنا بیٹا ہے۔ اور بیٹے کو پہلو میں بٹھانا گناہ نہیں ہے۔ اور آپ جو بوتل دیکھ رہے ہیں۔ تو یقین جانئے کہ اس میں بھی سرکہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جب کہ اسلام میں شراب حرام اور امّ الخبائث ہے اور سرکہ حلال ہے۔

شیخ ابی عثمان نے پوچھا۔ کہ پھر آپ نے یہ محلہ میں رہائش رکھ کر اور سرکہ کو شراب کی بوتل میں رکھ کر اپنے آپ کو بدنام کیوں کرلیا ہے؟

شیخ یوسف نے کہا دراصل بات یہ ہے کہ میں لوگوں کو اپنے متعلق نیک ہونے کا تاثر نہیں دینا چاہتا۔ اور میں یہ بات ہرگز پسند نہیں کرتا کہ لوگ مجھے مقدس شخصیت سمجھ کر اپنی کنیزوں تک کو میرے پاس امانت کے طور پر رکھیں اور میں ان سے عشق کرتا پھروں اور پھر شعلہ عشق کے بجھانے کیلئے کسی پیر طریقت کو تلاش کرتا رہوں۔

یہ سن کر ابی عثمان رونے لگے اور یوں انہیں اپنے درد کی دوا مل گئی۔ (۱)

ابراہیم ادہم کی باغبانی

ابراہیم ادہم بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں نے امارت و سلطنت کو ترک کیا تو اپنا لباس اپنے والد کے چرواہے کو دیا اور اس کا لباس خود پہنا اور عراق چلا آیا۔

میں چند دن بغداد میں رہ کر محنت مزدوری کرتا رہا۔ لیکن مجھے جو اجرت ملتی تھی میں اس کے حلال ہونے پر پوری طرح سے مطمئن نہیں تھا۔

میں نے بغداد کے علماء سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو انہوں نے کہا۔ اگر تمہیں رزق حلال کی تلاش ہے تو پھر شام چلے جاؤ۔

میں ملک شام آیا اور شہر منصورہ میں چند روز تک محنت مزدوری کرتا رہا۔ لیکن اس شہر میں ملنے والی اجرت سے بھی میں مطمئن نہ ہوا۔

میں نے وہاں کے علماء و مشائخ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اگر تم خالص رزق حلال کی تلاش میں ہو تو پھر طرسوس چلے جاؤ۔ وہاں حلال و مباح رزق کی فراوانی ہے۔

۱۔ کشکول شیخ بہاؤ زہر الربیع

میں مشائخ کا فرمان مان کر طرسوس گیا۔ اور چند روز وہاں محنت و مزدوری کی میں ایک دن باغ کے دروازے پر کھڑا تھا کہ ایک شخص نے کہا۔ مزدوری کرو گے؟

میں نے کہا۔ ہاں۔ تو اس نے کہا۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک باغ ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم میرے باغ کی باغبانی کرو۔

میں کافی عرصہ تک اس باغ میں باغبانی کرتا رہا۔ ایک دن باغ کا مالک اپنے دوستوں کو لے کر باغ میں آیا۔ اور کچھ دیر باغ میں بیٹھنے کے بعد اس نے مجھے مالی کہہ کر صدا دی۔ میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ تم باغ میں سے کچھ میٹھے میٹھے انار چن کر لاؤ میں اپنے دوستوں کو کھلانا چاہتا ہوں۔ میں نے کچھ انار درختوں سے توڑے اور اس کے پاس لے گیا۔ اتفاق سے یہ ہوا کہ میرے توڑے ہوئے سارے انار ترش ثابت ہوئے۔

باغ کے مالک نے جھڑک کر کہا۔ میں نے کہا تھا کہ میٹھے انار لاؤ اور تم یہ کھٹے انار لائے ہو۔ اور باغ میں اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی تمہیں آج تک میٹھے اور کھٹے اناروں کا علم نہیں ہوا۔

میں نے کہا جناب! میرا کام باغ کی نگہبانی کرنا تھا۔ میں نے آج تک کبھی کوئی انار توڑ کر نہیں چکھا لہذا مجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ ان میں سے کس پودے کے انار میٹھے ہیں اور کس کے کھٹے ہیں۔

باغ کے مالک نے کہا۔ سبحان اللہ اگر تو ابراہیم ادہم بھی ہوتا تو اس سے زیادہ احتیاط کبھی نہ کرسکتا۔

دوسرے دن باغ کے مالک نے مسجد جاکر میری امانت و دیانت کا تذکرہ کیا تو لوگ مجھے دیکھنے کیلئے جمع ہوگئے اور چند افراد نے مجھے پہچان لیا کہ یہ ابراہیم ادہم ہے۔ جب میرے مالک کو میری اصلیت کی خبر ہوئی تو وہ دوستوں کا گروہ لے کر مجھے

ملنے کے لئے آیا۔ اور میں درختوں کی آڑ لے کر وہاں سے بھاگ نکلا۔

خائن عطار

عضدالدولہ دیلمی کے زمانہ حکومت میں ایک مسافر بغداد آیا اور اس کے پاس سونے کا قیمتی گلوبند تھا۔ وہ گلوبند فروخت کرنے کے لئے بازار گیا۔ مگر اسے مناسب قیمت کہیں سے بھی نہ مل سکی تو اس نے سوچا کہ اس وقت اسے بیچنا مناسب نہیں ہے۔ وہ شخص حج کے لئے مکہ جانا چاہتا تھا اس نے لوگوں سے پوچھا کہ میں نے ایک امانت رکھنی ہے مجھے کسی امین کا پتہ بتائیں۔

لوگوں نے کہا کہ فلاں بازار میں ایک عطار ہے جو کہ نہایت امین ہے۔ اگر تمہیں کچھ امانت رکھنی ہے تو اسی کے پاس رکھو۔

لوگوں کی باتیں سن کر مسافر اس عطار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں سونے کا یہ گلوبند آپ کے پاس بطورِ امانت رکھنا چاہتا ہوں۔ اور حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنی امانت واپس لے لوں گا۔ عطار نے گلوبند اپنے پاس رکھ لیا۔

مسافر حج پر چلا گیا۔ واپسی پر اس نے کچھ تحفے تحائف خریدے اور بغداد آکر اس عطار کو وہ تحائف دیئے اور اپنی امانت کا مطالبہ کیا۔

عطار کی نیت خراب ہوگئی اور کہا۔ کیسی امانت اور کہاں کی امانت؟

میں تو تجھے پہچانتا تک نہیں اور نہ ہی کبھی تو نے میرے پاس امانت رکھی ہے۔

اس بے چارے نے بڑی نشانیاں دیں۔ اور منتیں کیں لیکن عطار بدستور انکار کرتا رہا۔ وہ شہر کے چند معززین سے ملا اور عطار کی خیانت کی شکایت کی۔ تو سب لوگوں نے اسے جھوٹا قرار دیا اور عطار کو سچا کہا۔ غرضیکہ پورے بغداد میں کسی نے بھی اس کی حمایت نہ کی۔

مجبور ہو کر اس نے عضدالدولہ کے نام درخواست لکھی۔ جس میں اس نے عطار کی خیانت کی شکایت کی۔ اور اس نے اپنے لئے داد رسی کی درخواست کی۔

عضدالدولہ نے اسے لکھا کہ تم تین دن تک روزانہ اس کی دوکان پر جاؤ اور چوتھے روز میں وہاں سے لاؤ لشکر سمیت گزروں گا اور تم سے اس دوکان پر ملاقات کروں گا۔

لٹا ہوا مسافر تین دن تک عطار کی دوکان پر جاتا رہا۔ لیکن ہر دفعہ عطار اسے پہچاننے سے انکار کر دیتا تھا۔ چوتھے دن وہ عطار کی دکان پر بیٹھا تھا کہ عضدالدولہ اپنے لاؤ لشکر سمیت وہاں سے گزرا اور شکوہ کرنے لگا کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ بغداد میں آئے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ نے مجھ سے ملاقات تک نہیں کی۔ جب کہ میں آپ کو دل میں ہمیشہ یاد کرتا ہوں۔ آپ ہم پر ایسا ظلم تو نہ کریں۔

مسافر نے کہا کہ میں کچھ مصروف تھا لہذا ملاقات نہ کر سکا۔ چند دنوں کے اندر ہی آپ سے ملنے کے لئے آؤں گا اور آپ کے تمام گلے شکوے دور کر دوں گا۔

عطار یہ سب کچھ سنتا رہا اور حیران ہوا کہ یہ شخص تو عضدالدولہ کا قریبی دوست ہے جبکہ میں اسے کئی بار اپنی دوکان سے دھتکار چکا ہوں۔ عضدالدولہ جیسے ہی وہاں سے روانہ ہوا تو عطار نے کہا کہ بھائی آپ اپنی امانت کی کوئی نشانی بتلائیں تاکہ میں دوبارہ ڈھونڈ سکوں۔

مسافر نے گلوبند کی نشانی بتائی تو عطار تھوڑی دیر کے بعد وہ گلوبند لے کر آیا اور کہا آپ یقین رکھیں میں خائن نہیں ہوں۔ مگر آپ کی امانت میرے ذہن سے اتر چکی تھی۔

مسافر نے گلوبند لیا اور سیدھا عضدالدولہ کے پاس چلا گیا اسے تمام ماجرا سنایا۔

عضدالدولہ نے خائن عطار کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جب کہ وہ گرفتار ہو کر آیا تو

عضد الدولہ نے وہ گلوبند اس کی گردن میں ڈالا اور حکم دیا کہ اسے سرعام پھانسی دی جائے۔ چنانچہ اس خائن کو بغداد کے مرکزی چوراہے پر پھانسی دے دی گئی۔ اور تین دن تک طلائی گلوبند بھی اس کی گردن میں آویزاں رہا۔

چوتھے دن وہ گلوبند اس کی گردن سے اتار کر مسافر کے حوالے کیا اور کہا کہ امین خیانت نہیں کرتا لیکن بعض اوقات لوگ اپنی نادانی سے خائن کو امین تصور کر لیتے ہیں۔ (۱)

ایک اور خائن

قاضی لیاس ایک مشہور قاضی تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو اپنے پاس بطور امین مقرر کیا۔ ایک شخص نے ایک مرتبہ کافی مال اس شخص نے امین کے پاس جمع کرایا اور چند ماہ بعد اس سے اپنی امانت طلب کی۔ مگر امین منکر ہو گیا۔

امانت رکھنے والا شخص قاضی لیاس کے پاس گیا اور اس کے مقرر کردہ امین کی بددیانتی کی شکایت کی۔

قاضی نے پوچھا کہ میرے علاوہ تم نے کسی اور کے پاس بھی شکایت کی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

قاضی نے پھر پوچھا۔ کہ کیا تم نے امین کو یہ بتایا ہے کہ تم اس کی شکایت میرے پاس کرنے جا رہے ہو؟

اس نے کہا نہیں۔

قاضی نے کہا۔ دو دن بعد آپ میرے پاس دوبارہ آئیں امید ہے۔ کہ آپ کو اپنی امانت ضرور مل جائے گی۔

ا۔ مستظرف ج ا ص ۱۱۸

اس کے بعد قاضی نے امین کو بلایا اور اس سے کہا کہ میرے پاس بہت سا مال ہے۔ میں بدنامی کے ڈر سے اسے اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا۔ کیا تمہارے پاس گھر میں کوئی محفوظ جگہ موجود ہے جہاں وہ مال رکھا جاسکے؟ امین نے کہا جی ہاں میرے گھر میں ایک محفوظ ترین کمرہ موجود ہے جہاں آپ اپنی امانت رکھ سکتے ہیں۔

قاضی نے کہا دو دن بعد آنا پھر میری تمام خفیہ دولت وہاں جمع کر دینا۔

ادھر دو دن بعد سائل آیا تو قاضی نے کہا کہ تم امین کے پاس جاکر اپنی امانت کا مطالبہ کرو اگر وہ انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میں قاضی کے پاس تمہاری شکایت کرنے جارہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس مرتبہ وہ تمہاری امانت تمہیں لوٹا دے گا۔

سائل امین کے پاس گیا اور اس سے اپنی امانت طلب کی مگر اس نے اس مرتبہ بھی انکار کیا تو سائل نے کہا میں قاضی ایاس کے پاس جاکر تمہاری شکایت کرتا ہوں۔

یہ سن کر امین نے کہا کہ خدارا تم قاضی کے پاس مت جاؤ اور اپنی امانت مجھ سے لے لو۔

اس شخص نے اپنی امانت حاصل کی اور قاضی کو جاکر امانت کی وصولی کی خبر دی۔

کچھ دیر بعد امین، قاضی ایاس کے پاس گیا اور کہا کہ کمرہ آمادہ ہے، آپ اپنا مال میرے حوالے کریں۔ تو قاضی نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ اے خیانت کار خبیث! میرے پاس سے دفع ہو جاؤ میں نے تجھے ملازمت سے برخاست کردیا ہے۔ (۱)

ہر شخص امین بننے کے لائق نہیں

بیان کیا جاتا ہے کہ ذوالنون مصری کے پاس اسم اعظم تھا۔

یوسف بن حسن کہتا ہے کہ مجھے یقین ہوگیا کہ ذوالنون کے پاس باری تعالیٰ کا اسم

ا۔ مستطرف ج۱ص ۱۱۸

اعظم موجود ہے۔ میں مصر گیا اور پورا ایک سال ذوالنون کی خدمت کرتا رہا۔ اور سال کے بعد میں نے ان سے کہا۔ میں نے پورا سال آپ کی خدمت کی ہے۔ آخر آپ پر میرا کچھ حق بنتا ہے اور آپ سے میری یہی درخواست ہے کہ آپ مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیں۔ آپ کو مجھ جیسا خدمت گزار شاگرد اور کوئی نہیں ملے گا۔ انہوں نے سر کا اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ استاد مجھے اسم اعظم ضرور سکھائیں گے۔

میں چھ ماہ بعد میں بھی خدمت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک ڈھکا ہوا برتن میرے حوالے کیا اور کہا کہ فلاں شخص کے گھر چلے جاؤ اور میری یہ امانت اسے پہنچا آؤ۔

میں نے وہ برتن اٹھایا اور تمام راہ یہ سوچتا رہا کہ آخر ذوالنون مصری نے کیا چیز بھیجی ہے۔ آخر کار مجھ پر میرا تجسس غالب آیا۔ میں نے برتن کو کھولا تو اس میں ایک زندہ سلامت چوہا تھا۔ برتن کا ڈھکن جیسے ہی اٹھا تو چوہا اچھل کر باہر نکل گیا۔

مجھے اپنے استاد پر شدید غصہ آیا کہ اس نے مجھے چوہا پہنچانے پر مامور کیا ہے۔ میں ناراض ہو کر ذوالنون کے پاس واپس آیا تو اس نے میری شکل و صورت دیکھ کر اندازہ لگالیا کہ میں ان سے کیا کہنے والا ہوں۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی انہوں نے کہا۔ اے نادان و احمق! میں نے تجھے ایک چوہے کا امین بنایا تو نے اس میں بھی خیانت کی بھلا میں ایسے شخص کو اللہ کے اسم اعظم کا امین کیسے بنا سکتا ہوں؟ (۱)

ضروری وضاحت

اسی کتاب میں آپ کو مشائخ صوفیہ مثلاً ذوالنون مصری، ابراہیم ادہم، بشر حافی وغیرہ کی چند داستانیں نظر آئیں گی۔

۱۔ مستطرف ج ا ص ۱۲۴

ان داستانوں کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم مسلکِ تصوف کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ تشیع اور ہے اور تصوف اور ہے۔

یہ تمام تر حکایات جنبۂ اخلاقی کے لئے بطور تمثیل و نظیر ہیں۔

اخلاقی نتائج کے لئے حیوانات کی زبانی بھی داستانیں نقل کی جاتی ہیں۔ اس کا مقصد صرف اخلاقی احساسات کو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ موسیٰ فروی

جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

ایک شخص کے متعلق مشہور تھا کہ اس کے پاس اسم اعظم ہے۔

ایک شخص اس کے پاس گیا اور اسم اعظم سکھانے کی درخواست کی۔

اس نے کہا کہ تم صبح سویرے شہر کے دروازہ پر جانا اور وہاں جو کچھ بھی دیکھو بلا کم وکاست مجھے آکر بتانا۔

مرشد کے حکم کے تحت مرید صبح سویرے شہر کے دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے دروازہ میں داخل ہوا۔ دروازے پر متعین سپاہی نے کہا کہ یہ گٹھا تم میرے حوالے کردو۔

بوڑھے نے کہا اس شرط پر یہ گٹھا تمہیں دے سکتا ہوں کہ تم مجھے اس کی قیمت ادا کرو۔

سپاہی نے کہا میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔ بوڑھے نے لکڑیاں دینے سے انکار کردیا۔ سپاہی نے زبردستی وہ گٹھا بوڑھے سے چھین لیا اور بوڑھے نے تھوڑی بہت مزاحمت کی تو سپاہی نے اسے بے تحاشا پیٹا۔ اس کے سر سے خون نکل کر اس کے چہرے پر بہنے لگا۔

بوڑھے کی مظلومیت دیکھ کر اس شخص کو بڑا رحم آیا اور دل میں کہا کہ کاش اس

وقت میرے پاس اسم اعظم ہوتا تو میں اس کے اثر سے ظالم سپاہی کو جلا کر بھسم کر دیتا۔

مرید کی زبانی مرشد نے یہ واقعہ سنا۔ اور مرید کے جذبات بھی سنے تو کہا۔ برخوردار! ہر شخص کے پاس امانت نہیں رکھنی چاہئے اور ہر شخص امین بننے کے قابل نہیں ہوتا۔ امانت کے لئے بھی وسیع الظرف شخص کی ضرورت ہوتی ہے۔ صبح سویرے جس بوڑھے کو تم نے سپاہی کے ہاتھوں لہولہان ہوتے ہوئے دیکھا وہ بوڑھا اسم اعظم میں میرا استاد ہے۔ میں نے اسی سے اسم اعظم سیکھا تھا۔ اس نے سپاہی کے ظلم کو برداشت کیا اور اس کے ستم کو نظر انداز کر دیا جب کہ اس کے پاس اسم اعظم بھی تھا۔ مگر اس نے سپاہی کو بد دعا دینے سے احتراز کیا۔ (۱)

ہر کہ را اسرار حق آموختند
قفل کردند و دھانش دوختند

جسے بھی اسرارِ حق کی تعلیم دی گئی تو اس کے منہ کو بند کر کے اس کے لبوں کو سی دیا گیا۔

اسرارِ حق کے لئے قوتِ برداشت

عمر بن حنظلہ نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا خیال ہے کہ آپؑ کی نظر میں میری ایک قدر و منزلت ہے۔ اور میں ہمیشہ آپ کے زیر التفات رہا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ تو اس نے عرض کی۔ پھر آپ مجھ پر احسان کریں اور مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیں۔

۱۔ خزینۃ الجواہر ص ۱۱۱

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تم اسم اعظم کو برداشت کر سکو گے ؟ عمر بن حنظلہ نے کہا۔ جی ہاں۔

امام عالی مقام نے فرمایا۔ سامنے والے کمرے میں چلے جاؤ۔ عمر کہتا ہے کہ میں کمرے میں گیا۔ چند لمحات کے بعد امام علیہ السلام بھی اس کمرے میں تشریف لائے اور آپؑ نے ہاتھ زمین پر مارا تو پورا کمرہ اچانک تاریک ہوگیا اور کہیں سے روشنی کی ہلکی سی لکیر بھی نظر نہ آتی تھی۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور میرے بدن کا رواں رواں کانپنے لگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اب بتاؤ اسم اعظم کو برداشت کرلو گے ؟ تو میں نے کہا فرزند رسول ! میں برداشت نہیں کر سکتا۔

پھر آپؑ نے زمین سے ہاتھ اٹھایا تو کمرہ میں روشنی پھیل گئی۔ اور میرے اعضاء و جوارح کا اضطراب بھی ختم ہوگیا۔ (۱)

کسی کی امانت میں خیانت نہ کریں

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؑ نماز عصر سے فارغ ہو کر تعقیبات میں مصروف تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی۔

فرزندِ رسولؐ ! بعض امراء و سلاطین ہمارے پاس اپنا مال بطور امانت رکھتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ لوگ آپؑ کا خمس ادا نہیں کرتے اگر ہم ان کی امانت میں خیانت کریں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے ؟

امام صادق علیہ السلام نے یہ سنکر تین مرتبہ فرمایا۔ خدا کی قسم ! اگر میرے باپ

۱۔ خزینۃ الجواہر حوالہ بصائر الدرجات ص ۱۱۱

علیؑ کا قاتل ابن ملجم بھی میرے پاس امانت رکھے تو میں اس کی امانت میں بھی خیانت نہیں کروں گا۔ اس کی امانت اسے واپس کروں گا۔ (۱)

امام صادق علیہ السلام کی نصیحت

عبدالرحمان بن سیابہ کا بیان ہے۔ میرے والد کی وفات کے بعد میرے والد کا ایک دوست میرے پاس آیا تعزیت کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے والد نے کوئی مال و دولت چھوڑی یا نہیں؟

میں نے کہا نہیں۔

اس نے ایک ہزار درہم مجھے دیئے اور کہا کہ تم اس سے تجارت کرو۔ اور جب تم اس کی ادائیگی کے قابل ہو جاؤ تو مجھے رقم واپس لوٹا دینا۔

میں رقم لے کر ماں کے پاس گیا۔ میری ماں بہت خوش ہوئی اور میں نے اس رقم سے کپڑے کی دوکان کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کاروبار میں ترقی دی اور ٹھیک ایک سال بعد میں نے حج کا ارادہ کیا تو میری ماں نے کہا کہ بیٹا حج سے پہلے اپنے محسن کا قرض ادا کرو۔

میں ایک ہزار درہم لے کر اپنے اس مہربان کے پاس گیا اور اس کا شکریہ ادا کرکے اس کی رقم واپس کی۔ پھر میں حج بیت اللہ کی لئے چلا گیا۔ مناسکِ حج سے فراغت پانے کے بعد میں مدینہ طیبہ گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں مجلس کے آخر میں بیٹھا۔ جب تمام اہل مجلس اٹھ گئے تو امامؑ نے مجھے قریب کرکے پوچھا کہ تم کون ہو؟

میں نے عرض کی میں سیابہ کا بیٹا عبدالرحمان ہوں۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے

۱۔ بحار الانوار ص ۱۴۹

میرے والد کا پوچھا تو میں نے بتایا کہ وہ فوت ہوگئے ہیں۔ امام علیہ السلام نے اس کی مغفرت کی دعا کی اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارے والد کتنی دولت چھوڑ کر رخصت ہوئے تھے؟

میں نے بتایا کہ وہ کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے۔ تو امام علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا تو تم پر حج فرض کیسے ہوا؟

میں نے عرض کی۔ میرے والد کے ایک دوست نے مجھے ایک ہزار درہم بطور قرض حسنہ دیئے تھے میں نے ان سے کپڑے کا کاروبار کیا۔

میری گفتگو ختم ہونے سے پہلے آپؑ نے فرمایا کیا تم نے اس کی رقم واپس کردی ہے یا نہیں؟

میں نے کہا۔ جی ہاں میں نے وہ رقم واپس کردی ہے تو امام علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور مجھے فرمایا میں تجھے نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے عرض کی آپؑ ضرور نصیحت کریں اور میں اس پر عمل کروں گا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔

علیك بصدق الحدیث واداء امانة تشرك الناس فی اموالهم
هكذا وجمع بین اصابعه

میں تجھے سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس چیز پر عمل کرکے تم لوگوں کے احوال میں اس طرح شریک ہو جاؤ گے۔

اور آپؑ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کرکے دکھایا۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح سے یہ انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ اسی طرح سے تم بھی سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی کی وجہ سے لوگوں کے مال میں ان انگلیوں کی طرح سے شریک ہو جاؤ گے۔

میں نے امام علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ ایک سال کی زکوٰۃ

مجھ پر تیس ہزار درہم بنتی تھی۔

خیانت کی سزا

ابوصلت ہروی نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے اپنے والد ماجد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن اپنے والد ماجد امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ہمارے ایک دوست نے آکر کہا کہ دروازے کے باہر کچھ لوگ جمع ہیں جو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ باہر جاکر دیکھو کہ یہ کون لوگ ہیں۔ میں باہر آیا تو دیکھا کہ کچھ اونٹ ہیں جن پر کچھ سامان لدا ہوا ہے اور ایک شخص اونٹ پر سوار ہے۔ میں نے سوار سے پوچھا تو کون ہے؟

اس نے کہا میں ہندوستان سے آیا ہوں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملنا چاہتا ہوں۔

میں نے واپس آکر والد ماجد کی خدمت میں آکر ہندی کے آنے کا ذکر کیا تو میرے والد ماجد علیہ السلام نے فرمایا۔ اس ناپاک خائن کو اندر آنے کی اجازت نہ دو۔

وہ کافی دیر تک دروازے پر کھڑا ہوکر انتظار کرتا رہا۔ پھر یزید بن سلیمان اور محمد بن سلیمان کی سفارش سے اسے اندر آنے کی اجازت ملی۔

ہندی نے دو زانو ہوکر امام علیہ السلام کو سلام کیا اور کہا میں ہندوستانی شخص ہوں میرے بادشاہ نے کچھ ہدایا و تحائف دے کر مجھے آپؑ کی خدمت میں بھیجا لیکن آپؑ نے مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت تک نہ دی۔ کیا اولادِ انبیاء اپنے مہمانوں سے یہی سلوک کرتی ہے؟

میرے والد نے کچھ دیر اپنا سر جھکایا اور فرمایا۔ تمہیں ابھی اس کا علم ہو جائے گا۔

پھر میرے والد نے فرمایا۔ تم اس سے خط لے کر پڑھو۔ میں نے خط لیا تو اس میں بادشاہ ہند نے تحریر کیا تھا۔

میں نے آپؑ کی برکت سے ہدایت پائی۔ مجھے ایک کنیز بطور ہدیہ ملی ہے اور میں اسے بطور ہدیہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں اور اس کے ساتھ کچھ لباس اور زیورات اور عطر بھی روانہ کر رہا ہوں۔ میں نے ایک ہزار امین افراد کا انتخاب کیا۔ پھر ان میں سے ایک سو امین افراد کو چنا۔ سو میں سے دس امین چنے اور دس میں سے ایک امین کا انتخاب کیا جس کا نام میزاب بن خباب ہے۔ چنانچہ اس کنیز کے ہمراہ میں اسے روانہ کر رہا ہوں اس سے بڑھ کر لائق اعتماد شخص میری نظر میں کوئی نہیں تھا لہذا میں اسے ہی آپؑ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

میرے والد ماجد امام صادقؑ نے اسکی طرف رخ کر کے فرمایا۔ اے خبیث و خائن میں اس امانت کو کبھی بھی قبول نہیں کر سکتا جس میں تو نے خیانت کی ہے۔

ہندوستانی شخص نے کئی مرتبہ قسم کھائی کہ میں نے ہرگز خیانت نہیں کی۔

میرے والد نے فرمایا۔ اگر تیرا یہ لباس تیری خیانت کی گواہی دے تو کیا تو مسلمان ہو جائے گا؟

اس نے کہا۔ مجھے مسلمان بننے سے معاف رکھیں۔

بعد ازاں میرے والد نے فرمایا۔ پھر تو نے جو خیانت کی ہے وہ خیانت بادشاہ ہند کو لکھ کر بھیج دے۔

ہندی نے کہا اگر آپؑ کو اس کے متعلق علم ہے تو آپؑ ہی بادشاہ کو لکھ بھیجیں ہندی کے کاندھے پر اونی شال تھی۔ میرے والد ماجد علیہ السلام نے فرمایا یہ چادر زمین پر رکھو۔ پھر انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر سر سجدے میں رکھا تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے۔

اللهم انی اسئلك بماقد العزمن عرشك ومنتهی الرحمة ان تصلّی علٰی محمّد و ال محمّد عبدك و رسولك وامینك فی خلقك ان نأذن لغرو هذا الهندی ان یتطق بلسان عربی مبین یسمعه من فی المجلس من اولیا ئنالیکون زلك عندهم ایة من زیات اهل البیت فیزدا دو ایمانا مع ایمانهم

خدایا تجھے عرش کے ستون اور اپنی انتہائے رحمت کا واسطہ دیتا ہوں اور سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے بندے اور رسول اور اپنی مخلوق میں اپنے امین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیج۔ خدایا اس ہندی کی چادر کو اجازت دے کہ وہ فصیح و بلیغ عربی میں گفتگو کرے۔ جسے اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہمارے دوست سن سکیں تاکہ یہ اہل بیت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار پائے اور ان کے ایمان میں اضافہ کا سبب ہو۔

پھر آپؑ نے اونی چادر کو حکم دیا کہ تجھے جو کچھ علم ہے بیان کر۔ امام علیہ السلام نے جونہی یہ فرمایا تو ایک دنبہ نمودار ہوا اور کہا کہ۔ فرزند رسول! بادشاہ نے اسے امین سمجھ کر کنیز اور تحائف کے متعلق بہت زیادہ نصیحت کی۔ جب ہم نے کچھ راہ طے کی تو بارش برسنے لگی۔ بارش سے ہمارا تمام سامان بھیگ گیا۔ کچھ دیر بعد بادل ہٹ گئے اور سورج نکل آیا۔ کنیز کے پاس ہمارا ایک خادم تھا جسے اس نے آواز دے کر بلایا اور اسے کچھ سامان لانے کے بہانے قریبی شہر روانہ کیا۔ پھر اس نے کنیز کو صدا دی اور کہا کہ ہم نے یہ خیمہ دھوپ میں لگایا ہے۔ تم اس خیمے میں آکر اپنا جسم اور لباس خشک کرو۔ کنیز خیمہ میں گئی۔ اس کی نگاہ اس کے پاؤں پر پڑی تو اس کی نیت میں فتور آگیا اور کنیز کو خیانت پر راضی کرلیا۔

ہندی یہ دیکھ کر انتہائی پریشان ہوا اور اس نے اپنے گناہ کا اقرار کیا اور معافی طلب کرنے لگا۔ چادر اپنی اصل حالت پر آگئی۔ آپؑ نے فرمایا کہ چادر اٹھاؤ اور اپنے

گلے میں ڈالو۔ اس نے جیسے ہی چادر اٹھا کر گلے میں ڈالی تو چادر اس کے گلے میں اس طرح سے لپٹ گئی کہ اس کی روح نکلنے کے قریب آگئی اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا۔ چادر تم اسے چھوڑ دو تاکہ یہ اپنے بادشاہ کے پاس جائے اور وہی اسے سزا دے۔

چادر نے اس کے گلے کو چھوڑ دیا۔ پھر ہندی نے کانپتے ہوئے ہدیہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپؑ نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں کنیز تجھے دے دوں گا۔ لیکن اس نے مسلمان ہونے سے معذرت کی۔ پھر امام علیہ السلام نے کنیز کے علاوہ باقی تحائف قبول فرمائے اور وہ شخص سرزمین ہند کی طرف لوٹ گیا۔

ایک ماہ بعد بادشاہ ہند کا خط ملا۔ جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ آپؑ نے معمولی ہدایا و تحائف تو قبول کیے لیکن کنیز کو آپؑ نے قبول نہیں کیا۔ میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوا اور دل میں سوچا کہ شاید ان دونوں سے خطا سرزد ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپؑ نے اسے قبول نہیں کیا۔ پھر میں نے اپنی جانب سے ہی ایک جھوٹا موٹا لکھ کر انہیں بلایا اور کہا کہ امام صادق علیہ السلام نے مجھے یہ خط روانہ کیا ہے جس میں تمہاری خیانت کا ذکر کیا ہے۔ لہذا اس مرحلہ پر تمہیں سچ بولنا چاہئے اور میں سچ کے علاوہ کچھ سننا پسند نہیں کرونگا۔

اس کے بعد ان دونوں نے مجھے تمام واقعات بلا کم و کاست سنائے اور اپنی خیانت کا اقرار کیا اور چادر کا واقعہ بھی سنایا جسے سن کر میرے یقین و ایمان میں اضافہ ہوا اور میں اب اسلام کی صداقت سے متاثر ہو کر مسلمان ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں۔ اشھدان لا الہ الاّ اللّٰہ و انّ محمد اعبدہ ورسولہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی لائقِ عبادت نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے عبد اور رسولؐ ہیں۔ اور اس خط کے پیچھے میں خود بھی آرہا ہوں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ چند روز بعد بادشاہ نے تخت و تاج کو چھوڑ دیا اور مدینہ آگیا اور وہ اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ (۱)

ہم کس طرح سے تبلیغ کریں

اہالی کوفہ میں سے چند افراد کچھ دن مدینہ منورہ میں رہے اور اپنی مدت اقامت کے دوران روزانہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے۔

جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو امام علیہ السلام کے سلام کی لئے آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے درخواست کی کہ امام علیہ السلام انہیں چلتے وقت کچھ نصیحت فرمائیں تو آپؑ نے فرمایا۔

علیکم بتقوی اللّٰہ والعمل بطاعته واجتناب معاصیه واداء الا مانة لمن ائتمنکم وحسن الصحابة لمن صبحتمو وان تکونوادعاة صامتین

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی اطاعت بجا لاؤ اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرو اور جو تمہیں امین بنائے اس کی امانت اسے واپس کرو اور جو تم سے دوستی رکھے اس کے اچھے دوست بن اور تمہیں خاموش مبلغ بننا چاہئے۔

انہوں نے عرض کی۔ مولاؑ! بھلا خاموش رہ کر ہم تبلیغ کیسے کرسکتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرو اور خدا کی نافرمانی سے بچو اور کسی بھی حالت میں صدق و امانت کو اپنے ہاتھوں سے نہ جانے دو۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ پر عمل کرو جب لوگ تمہارے کردار کو دیکھیں گے تو بے ساختہ کہیں گے کہ اہل بیتؑ کی محبت کی وجہ سے ان کا کردار بلند ہوا ہے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۳۶ نقل از خرائج و مناقب

اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ ہماری حقانیت کو تسلیم کرلیں گے اور ہم سے محبت کریں گے۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرے والد حضرت محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہمارے شیعہ بہترین لوگ ہوا کرتے تھے۔ کسی قبیلہ میں اگر کوئی امامِ مسجد یا مؤذن ہوتا تو ہمارا شیعہ ہی ہوتا تھا۔ اگر کسی کو اپنی امانت رکھنی مقصود ہوتی تو وہ جس کے پاس امانت رکھتا وہ ہمارا شیعہ ہی ہوتا تھا۔ لہذا تمہیں چاہئے کہ اپنے عمل و کردار کے ذریعہ سے لوگوں کو ہماری طرف دعوت دو اور بے عمل بن کر لوگوں کو ہم سے متنفر نہ کرو۔ (۱)

چند روایات

عن ابی حمزة الثمالی قال سمعت سیّد العابدین علی بن الحسینؑ یقول لشیعته علیکم باداء الامنته فوالّذی بعث محمّداً بالحق نبیاً لو ان قاتل ابی الحسین بن علی بن ابی طالب ائتمنی علی السیّف الذّی قتله به لادیته الیه

ابو حمزہ ثمالی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدینؑ سے سنا وہ اپنے شیعوں سے فرماتے تھے۔ تمہیں امانت ادا کرنی چاہئے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے محمدؐ کو نبی بنا کر مبعوث کیا۔ اگر میرے والد امام حسین علیہ السلام کا قاتل میرے پاس وہ تلوار آکر امانت رکھے جس سے اس نے میرے والد کو قتل کیا تھا تو میں اس کی وہ امانت بھی اسے واپس کردوں گا۔ (۲)

عن معاویة بن وهب قال قلت لابی عبداللّٰہؑ کیف ینبغی لنا ان نضع فیما بیننا و بین قومنا و فیما بیننا و بین خلطائنا من الناس قال فقال تؤدون الامنة وتقیمون الشهادة لهم و علیهم و تعودون مرضاهم و تشهدون جنائزهم۔

۱۔ مستدرک الوسائل کتاب حج ص ۶۹

۲۔ امالی صدوق ص ۱۴۹

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ مولا! یہ بتائیں ہم اپنے رشتہ داروں سے اور رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے لوگوں سے کس طرح کا سلوک روا رکھیں؟

آپ نے فرمایا۔ تمہیں امانت ادا کرنی چاہئے اور تمہیں حق کی گواہی دینی چاہئے۔ خواہ ان کے مفاد میں ہو یا ان کے نقصان میں ہو۔ اور بیماروں کی عیادت کے لئے جانا چاہئے اور ان کے جنازوں میں شریک ہونا چاہئے۔ (۱)

عن ابی اسامة زید الشحام قال قال لی ابو عبداللهؑ اقرأ علی من تری ان یطیعنی منهم ویأخذ بقولی السّلام و اوحیکم بتقوی الله عزّوجل والورع فی دینکم والا جتهادلله و صدق الحدیث واداء الامنة وطول السجود و حسن الجوار فبهذا جاء محمدؐ وادو الامنة الی من ائتمنکم علیها برّاً کان اوفاجرا فان رسول الله کان یأمرباداء الخیط وصلوا عشائر کم و اشهدو ا جنائزهم وعودوا مرضا هم وادو احقوقهم فان الرجل اذاورع فی دینه و صدق الحدیث وادی الا مانة و حسن خلقه مع الناس قیل هذا جعفری فیسری ذلك ویدخل علّی منه السرور و قیل هذا ادب جعفر و اذا کان علی غیر ذلك دخل علّی بلاؤه وعاره وقیل هذا ادب جعفر...... الخ

ابو اسامہ زید شحام کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جہاں کہیں تمہیں میرا پیروکار نظر آئے جو میرے فرمان پر عمل پیرا ہو تو اسے میرا سلام کہو۔ میں تمہیں پرہیزگاری، پاکدامنی اور راہ خدا میں کوشش، راست گوئی اور ادائے امانت اور لمبے سجدوں اور ہمسایوں سے نیک سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ پیغمبر خدا یہی دین لے کر آئے تھے۔

تمہارے پاس جو شخص بھی امانت رکھے تم اس کی امانت واپس کرو۔ خواہ امانت

۱۔ وسائل کتاب عشرہ ص ۲۶۵

رکھوانے والا نیک ہو یا بد ہو۔ پیغمبر خداؐ امانت داری کی تاکید کرتے تھے حتی کہ باریک دھاگہ تک واپس کرتے تھے۔ اپنے رشتہ داروں کے ہاں آمدورفت رکھو اور ان سے نیک سلوک کرو ان کے جنازوں میں شرکت کرو ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ کیونکہ اگر تم میں سے کوئی پرہیزگار اور راست گو اور لوگوں سے نیک سلوک روا رکھتا ہے، تو لوگ اسے دیکھ کر کہتے ہیں یہ شخص جعفر بن محمد علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے ہے۔ اور میں یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہوں اور ایسے شخص کے طرز معاشرت کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہوں۔ کیونکہ لوگ کہیں گے کہ یہ جعفر صادقؑ کی تربیت کا اثر ہے۔ اور جو میرے احکام کی مخالفت کرتا ہے۔ ایسا شخص ہمارے لئے ننگ و عار کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ لوگ اسے دیکھ کر کہیں گے یہ جعفر صادق علیہ السلام کا پیروکار ہے اس کا کردار تو دیکھو۔ (۱)

۱۔ وسائل کتاب عشرہ ص ۲۶۶

باب دہم

جھوٹ کے نقصانات

جھوٹی قسم کھانے کا انجام

بنی عباس کے ابتدائی دور میں دو بھائیوں محمد بن عبداللہ بن امام حسنؑ اور ابراہیم بن عبداللہ بن امام حسنؑ نے غاصب حکومت کے خلاف خروج کیا اور شہید ہو گئے۔ ان کا بھائی یحییٰ بن عبداللہ گرفتاری کے خوف سے دیلم کی طرف نکل گیا۔

دیلم کے لوگوں نے اس سیّد زادے کی شایانِ شان تعظیم و توقیر کی اور پورے علاقے میں ان کا دائرہ اثر وسیع تر ہوتا گیا۔

مخبروں نے ہارون الرشید کو اطلاع دی کہ اس علاقہ میں سیّد یحییٰ بن عبداللہ بن امام حسنؑ کا اثر روز بروز وسیع ہوتا جارہا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ مستقبل میں تمہاری حکومت کے لئے خطرہ ثابت ہو لہذا خطرہ بننے سے پہلے ہی اس کی سرکوبی کردو۔

ہارون نے پچاس ہزار کا لشکر فضل بن یحییٰ کی سرکردگی میں دیلم کی جانب روانہ کیا۔ جب یہ لشکر دیلم کی قریب پہنچا تو سیّد زادے نے کہا کہ میں جنگ کرکے اس علاقہ کو تباہ و برباد نہیں کرنا چاہتا۔ اور میں جنگ کے بجائے مذاکرات کروں گا۔

آخرکار سیّد یحییٰ بن عبداللہ اور فضل بن یحییٰ کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ اور مذاکرات کے نتیجہ میں یہ طے پایا کہ اگر ہارون امان نامہ لکھ دے جس میں علماء و فقہا اور بزرگان بنی ہاشم کی گواہی موجود ہو تو سیّد یحییٰ اپنے آپ کو فضل بن یحییٰ کے سپرد

کر دیں گے۔

چند دن بعد ہارون الرشید کی طرف سے امان نامہ آیا اور اس کے ساتھ کچھ تحفے تحائف بھی روانہ کئے۔

امان نامہ ملنے کے بعد سیدّ یحیٰ نے اپنے آپ کو فضل بن یحیٰ کے حوالے کر دیا۔

ہارون نے سیدّ یحیٰ کا پر تپاک طریقے سے استقبال کیا۔ لیکن بعد میں ہارون نے اپنے عہد کو توڑ کر یحیٰ بن عبداللہ کو زندان میں ڈال دیا۔

ہارون چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے سیدّ یحیٰ کو قتل کر ڈالے لیکن اسے کوئی معقول بہانہ نظر نہیں آیا تھا۔

ایک دن نسلِ زبیر میں سے ایک شخص نے ہارون الرشید کے پاس چغلی کھائی کہ سیدّ یحیٰ زندان جانے سے قبل خفیہ طور پر لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیتے تھے اور لوگوں سے اپنے لئے بیعتِ خلافت لیتے تھے۔

ہارون کو تو ایک بہانہ چاہئے تھا اس نے سیدّ یحیٰ کو زندان سے نکالا اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے اپنے عہد کی خلاف ورزی کی اور لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دی۔

سیدّ یحیٰ نے واقعہ کی صحت سے انکار کیا تو ہارون الرشید نے زبیر کو اس کے سامنے آنے کا حکم دیا اور زبیر نے ان کے سامنے اپنے الزامات دہرائے۔

سیدّ یحیٰ نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو قسم اٹھائے۔ زبیری نے کہا مجھے اس خدائے واحد کی قسم ہے جس کے قبضہ میں تمام کائنات ہے، میں سچا ہوں۔

سیدّ یحیٰ نے فرمایا۔ نہیں اس طرح سے قسم مت کھاؤ۔ کیونکہ جب کوئی شخص اس طرح کی قسم کھائے جس میں رب العزت کی تعریف ہو تو اللہ تعالیٰ عذاب کو مؤخر کر دیتا ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اس طرح سے قسم کھا کر اپنی سچائی بیان کر اور اپنی

قسم اس طرح سے کھا۔ میں اللہ کی قوت و نصرت سے اپنے آپ کو خارج کر کے اپنی قوت و نصرت خدا کے حوالے کر کے کہتا ہوں کہ میرا بیان صدق پر مبنی ہے۔ قسم کے عجیب الفاظ سن کر زبیر پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیسی قسم ہے جو تم مجھ سے اٹھوانا چاہتے ہو؟

ہارون الرشید نے زبیر سے کہا اگر تو واقعی سچا ہے تو تجھے یہی قسم کھانا ہوگی۔ مجبوراً زبیر نے وہی قسم اٹھائی جو سیّد یحیٰ چاہتے تھے۔

ابھی قسم کھا کر وہ دربار سے باہر نکلا کہ اس کا پاؤں اس طرح سے پھسلا کہ وہ سر کے بل زمین پر آیا۔ اس کی سر پر شدید چوٹ آئی اور تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ اس کے جنازہ کو قبرستان لایا گیا اور قبر پر جتنی بھی مٹی ڈالی گئی قبر پر ہونے میں نہ آئی۔ مجبور ہو کر اس کی قبر پر چھت بنائی گئی اور یوں اس کا نجس بدن زیر خاک ہوا۔ (۱)

منصور حلاج کے جھوٹ کا پول کھل گیا

شیخ طوسی رحمتہ اللہ علیہ کتاب غیبت میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب الزمانؑ کی نیابت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والون میں منصور حلاج بھی شامل ہے۔

منصور نے مشہور شیعہ عالمِ دین اسماعیل بن علی نوبختی کو خط لکھا جس میں اس نے تحریر کیا کہ امام صاحب الزمانؑ نے مجھے اپنا وکیل مقرر کیا ہے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے خط لکھوں لہذا تمہارا حق ہے کہ تم میری مدد کرو اور میری نیابت پر ایمان لاؤ۔ اور شک سے پرہیز کرو۔

دراصل منصور یہ سمجھتا تھا کہ اسماعیل بن علی نوبختی لوگوں کی توجہ کا مرکز ہیں اور اگر میں انہیں فریب دینے میں کامیاب ہوگیا تو میری کامیابی یقینی ہوجائے گی۔

۱۔ الفخری ابن طقطقی

لیکن وہ ان کے ایمانی درجہ سے بالکل باخبر تھا۔

منصور کا خط جیسے ہی انہیں ملا تو انہوں نے جواب میں یہ تحریر کیا۔ آپ چونکہ امام علیہ السلام کے مقرر کردہ نائب ہیں! لہذا آپ سے میری ایک چھوٹی سی استدعا ہے اگر آپ نے میری استدعا قبول کرلی تو میں سمجھوں گا کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ اور وہ استدعا یہ ہے کہ میرے پاس کافی کنیزیں ہیں۔ اور اس وقت میں بوڑھا ہوگیا ہوں اپنی ضعفِ پیری کو چھپانے کے لئے مجھے خضاب کا سہارا لینا پڑتا ہے اور مجھے اس سے خاصی تکلیف ہوتی ہے۔ آپ مہربانی فرماکر اللہ سے دعا مانگیں کہ وہ امام صاحب الزمانؑ کے انفاس قدسیہ کے تصدق میں میری سفیدی کو سیاہی سے بدل ڈالے اور مجھے بار بار خضاب کی زحمت سے محفوظ رکھے۔

اگر آپ کی دعا سے ایسا ہوا تو میں آپ کا مرید بن جاؤں گا اور آپ تو بخوبی جانتے ہیں کہ جب میں آپ کا مرید ہوں گا تو اکیلا نہیں ہوں گا میرے ساتھ ہزاروں دوسرے افراد بھی آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوجائیں گے۔

منصور نے جب ابوالسہل اسماعیل بن علی نوبختی کا خط پڑھا تو اس کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور اسے یقین ہوگیا کہ یہ میرے دام میں پھنسنے والے نہیں ہیں۔ لوگ آہستہ آہستہ منصور سے متنفر ہونے لگے اور اس کا انجام یہ ہوا کہ خلیفہ کے حکم کے تحت منصور کو ایک ہزار تازیانہ مارا گیا اور اسے صلیب پر لٹکایا گیا اور اس کے بدن کے ٹکڑوں کو آگ میں جلایا گیا۔ پھر اس کی خاکستر کو دریائے دجلہ کے حوالے کیا گیا۔

زکریا رازی کی دروغ نویسی

ابوبکر محمد بن زکریا رازی مشہور طبیب گزرا ہے۔ اس نے کیمیا گری میں ایک کتاب لکھی تھی جس میں کم قیمت دھاتوں کو ملا کر سونا بنانے کی مختلف ترا کیب لکھی تھیں۔

پھر اس نے وہ کتاب سامانی بادشاہ منصور کی خدمت میں پیش کی۔ بادشاہ کتاب پڑھ کر بہت خوش ہوا اور کتاب کے مصنف کو ایک ہزار دینار بطور انعام دیئے۔

اور اس نے محمد بن زکریا رازی سے درخواست کی کہ اس نے سونا بنانے کی جو ترکیبیں درج کی ہیں اس کے مطابق سونا تیار کر کے دکھائے۔ تاکہ کتاب کی صداقت تجربہ سے ثابت ہو جائے۔

زکریا رازی نے کہا کہ اس کے لئے تو لاکھوں دینار اور مخصوص آلات اور صحیح جڑی بوٹیوں کی ضرورت ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ آپ مت گھبرائیں ہم آپ کو تمام چیزیں یہاں فراہم کر دیں گے۔ بادشاہ نے تمام ضروری لوازمات جمع کر دیئے اور زکریا سے کہا کہ اب تمام ضروری سامان جمع ہو چکا ہے۔ لہذا آپ ہمیں سونا تیار کر کے دکھائیں زکریا رازی سونا نہ بنا سکا تو بڑا شرمندہ ہوا۔

بادشاہ نے کہا تمہیں جھوٹ لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر ہم اس کا تجربہ نہ کراتے تو آنے والی نسلیں بھی تمہارے جھوٹ کے دائرے میں گرفتار رہتیں ہم نے تجھے تالیف کتاب کا حق ایک ہزار دینار دے دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ضروری ہے کہ تمہیں تمہارے جھوٹ کی سزا بھی ملنی چاہیے۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کی لکھی ہوئی کتاب کو اس کے سر پر اتنی دیر تک مارا جائے جب تک کتاب پھٹ نہ جائے۔ چنانچہ اس کی کتاب کو اس کے سر پر اتنی دیر تک مارا گیا۔ جب تک کتاب پھٹ نہ گئی۔ اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ میں عیب پیدا ہو گیا اور اس سے ہمیشہ پانی بہتا رہتا تھا اور یہ عیب مرتے دم تک اس کے ساتھ رہا۔

زکریا ایک مرتبہ بیمار ہوا تو کسی طبیب کے پاس دوا لینے کے لئے گیا تو طبیب

نے اس سے پچاس دینار لے لئے اور زکریا سے کہا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔

کیمیا گری وہ نہیں جس کے پیچھے تم ذلیل ہو رہے ہو۔ کیمیا گری یہ ہے۔

طبیب کی بات سن کر زکریا بڑا متاثر ہوا اور اس نے علم طب پڑھنا شروع کیا اور محنت کر کے اس مقام پر پہنچ گیا کہ اس نے علم طب میں کتابیں لکھیں اور اپنے دور کا ممتاز طبیب کہلایا۔ (۱)

جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے

ایک شخص جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے رہنمائی طلب کی تو آپؐ نے فرمایا۔ اصدق ولا تکذب واذنب من المعاصی ھشئت ۔ سچ بولو جھوٹ نہ بولو اس کے بعد جو بھی چاہے گناہ کرتے رہو۔ یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوا اور جی میں کہا کہ مجھے آپؐ نے جھوٹ سے منع کیا ہے اور سچ بولنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام گناہوں کی رخصت دے دی ہے۔ اب میں فلاں بدکار عورت کے پاس جاؤں گا اور جنسی لذت حاصل کروں گا۔ وہ برائی کے لئے تیار ہو ہی رہا تھا کہ اس نے دل میں سوچا۔ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ کیا کرنے گئے تھے تو جواب میں مجھے سچ بولنا ہوگا اور سچ بولنے کی صورت میں سنگسار ہونا پڑے گا۔ وہ یہ سوچ کر اپنے فیصلے سے باز آگیا۔ پھر اس نے اپنے دل میں چوری، ڈاکے کا خیال کیا اور اس کے ساتھ سوچا کہ جھوٹ میں نے بولنا نہیں ہے سچ بولنے کی صورت میں میرا ہاتھ کٹ سکتا ہے اور مجھے پھانسی ہو سکتی ہے۔ یہ سوچ کر وہ اس فعل بد سے بھی رک گیا۔ اور آخر کار سچ کی بدولت سے اس نے تمام گناہوں سے توبہ کرلی۔ (۲)

۱۔ روضات الجنات

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۲۷۳

سلونی کے جھوٹے دعویداروں کی رسوائی

تاریخ میں ابن جوزی کے نام سے دو صاحبان علم کا تذکرہ ملتا ہے۔ ایک ابن جوزی ہیں یہ اپنے دور کے مشہور محدث تھے۔ اور دوسری سبط ابن جوزی ہیں اور وہ اہل بیت طاہرین کے عقیدت مند تھے اور تذکرۃ الخواص ان کی مشہور تالیف ہے۔ اور یہ دوسرے بڑے حاضر جواب تھے۔

ایک مرتبہ وہ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے تو کسی نے پوچھا۔ علیؑ و ابوبکر میں سے افضل کون ہے؟

تو انہوں نے کہا۔ **افضلهما بعده من كانت ابنته تحته** اس جملے کے دو مطالب ہوسکتے ہیں۔

۱۔ ان دونوں میں سے وہ افضل ہے جس کے گھر حضور کی بیٹی ہے۔

۲۔ اس جملہ کا دوسرا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ ان دو میں سے افضل وہ ہے جس کی بیٹی حضور کے گھر میں ہے۔

چنانچہ یہ ذو معنی سن کر شیعہ اپنی جگہ اور سنی اپنی جگہ خوش ہوگئے۔ علامہ سبط ابن جوزی ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے کہ کسی نے پوچھا خلفاء کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا۔ چار۔ چار۔ چار۔

چنانچہ شیعہ اس لئے خوش ہوئے کہ انہوں نے لفظ چار کو تین مرتبہ دہرایا، تو یہ تعداد بارہ بنتی ہے۔ جو ان کے عقیدہ کے مطابق ہے اور سنی اس لئے خوش ہوئی کہ انہوں نے لفظ چار کو تین مرتبہ مکرر کہہ کر خلفا کی تعداد چار بیان کی ہے اور یہ سنی عقیدہ کے مطابق ہے۔

عبدالرحمان ابن جوزی اپنے دور کے مشہور محدث تھے۔ اور انہوں نے مولا علی

علیہ السلام کے جملے "سلونی قبل ان تفقدونی" کہنے کی جرأت کی تھی۔

ابن جوزی نے جیسے ہی سلونی کا دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا تمہارا کیا خیال ہے کہ امیر المومنین سلمان فارسی کی خبر مرگ سن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔ فرمایا کہ ہاں درست ہے پھر اس نے پوچھا اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہو سکے حالانکہ امیر المومنین مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ کہا ہاں یہ بھی درست ہے۔ اس نے پھر کہا ان میں سے امیر المومنین کا کونسا اقدام درست اور کونسا غلط تھا؟

یہ سن کر ابن جوزی چکرا سا گیا اور پھر سنبھل کر بولا اے خاتون اگر تو شوہر کے اذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو ورنہ تجھ پر کہ تو بے جھجک یہاں چلی آئی ہے۔

خاتون نے کہا اے ابن جوزی کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ امّ المومنین کا نکلنا کس ذیل میں آتا ہے۔ اس کے لئے ابن جوزی کے لئے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

مقاتل بن سلیمان نے زندگی میں تین مرتبہ سلونی کا دعویٰ کیا اور ہر دفعہ اسے رسوائی اٹھانی پڑی۔

چنانچہ ایک مرتبہ اس نے کہا سلونی عمادون العرش۔ عرش سے ادھر کی جو بات چاہو پوچھ لو۔

ایک شخص نے یہ دعویٰ سن کر کہا۔ جب حضرت آدم نے حج کیا تھا تو انہوں نے سر کس سے منڈوایا تھا؟

مقاتل نے کہا اللہ نے تیرے دل میں یہ سوال اس لئے ڈالا ہے کہ مجھے اس نخوت و غرور پر ذلیل کرے۔ بھلا مجھے اس کا علم کہاں ہو سکتا ہے۔

دوسری دفعہ اسی مقاتل نے پھر یہی دعویٰ کیا کہ مجھ سے عرش کے نیچے کی تمام اشیاء کے متعلق جو چاہو پوچھ لو۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا میں تجھ سے عرش اور تحت الثریٰ کی بات دریافت نہیں کرتا مجھے بس یہی بتادو کہ اصحاب کہف کے کتے کا کیا رنگ تھا؟

مقاتل نے سنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ تیسری مرتبہ اس نے یہی دعویٰ کیا تو ایک شخص نے پوچھا یہ بتاؤ کہ چیونٹی کی انتڑیاں جسم کے اگلے حصہ میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصے میں ؟

مقاتل سے کوئی جواب نہ بن سکا اور آئندہ اس دعویٰ سے توبہ کرلی۔

کوفہ میں یہی دعویٰ قتادہ نے بھی کیا تھا اور کہا تھا لوگوں اسی مسجد میں علیؑ نے بھی سلونی کا دعویٰ کیا تھا اور آج میں بھی اسی مسجد میں دعویٰ کر رہا ہوں۔ لہذا تم نے جو پوچھنا ہو پوچھ لو۔

ایک شخص نے کہا اچھا یہ بتاؤ حضرت سلیمان کے واقعہ میں ایک چیونٹی کا ذکر ہے وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ تھی؟

قتادہ سے کوئی جواب نہ بن آیا اور شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے مکہ میں کہا سلونی ماشئتم احدثکم عن کتاب اللہ وسنتہ رسولہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ میں کتاب و سنت سے اس کا جواب دوں گا۔

اس پر ایک شخص نے پوچھا اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جس نے حالتِ احرام میں زنبور کو مار دیا ہو؟ مگر وہ کتاب و سنت سے کوئی جواب نہ دے سکے۔

سیدؒ نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنین نے متعدد دفعہ دعویٰ فرمایا۔ سلونی قبل ان تفقدونی انی بطرق السماء اعرف منی بطرق الارض مجھ سے پوچھ لو۔ قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ میں زمین کے راستوں کی بہ نسبت آسمان کے راستے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔

آپؑ کے دعویٰ کے بعد ایک شخص اٹھا اور کہا کہ یہ بتائیں کہ جبریل اس وقت

کہاں ہے؟ آپؑ نے فرمایا مجھے ذرا دیکھ لینے دو۔ پھر آپ نے اوپر، نیچے، دائیں اور بائیں نگاہ دوڑائی اور فرمایا تو جبریل ہے۔

اسی وقت جبریل نے لوگوں کی موجودگی میں پرواز کی۔ اور حاضرین نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور پھر مولا سے لوگوں نے پوچھا کہ آپؑ نے کیسے جانا کہ یہ جبریل ہیں؟

آپؑ نے فرمایا۔ جب میں نے آسمان کی جانب نگاہ کی تو آسمان اول سے لے کر بالائے عرش تک میں نے نگاہ ڈالی۔ مجھے جبریل وہاں نظر نہیں آئے۔ پھر میں نے زمین کا تحت الثریٰ تک مشاہدہ کیا تو بھی مجھے جبریل نظر نہ آئے۔ غرضیکہ میں نے تمام اطراف کو بغور دیکھا تو جبریل کہیں بھی موجود نہ تھے۔ اسی لئے مجھے یقین ہو گیا کہ سوال کرنے والا ہی جبریل ہے۔

اس کے بعد سیدؒ نعمت اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اضافہ یقین کے لئے آسمان و زمین کے اسرار دیکھنے کی خواہش کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ انہیں ایک مرتبہ زمین و آسمان کا ارتباط دکھایا گیا۔ لیکن شان امیر المومنینؑ کے کیا کہنے آپ آسمان و زمین کے ارتباط دیکھنے کے محتاج نہ تھے اور آپ ارتباط ارض و سما دیکھے بغیر فرمایا کرتے تھے۔ **لوکشف الغطاء لماازودت یقینا** اگر حجاب ہٹادیئے جائیں تو بھی میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔

جھوٹے کو سزا مل ہی گئی

احمد بن طولون ایک مشہور فرمانروا گزرا ہے۔ وہ اپنے بچپن کی ایک داستان سنایا کرتا تھا کہ میں بچہ تھا۔ ایک دن اپنے والد امیر طولون کی خدمت میں گیا اور ان سے کہا کہ دروازے پر بہت سے غرباء و مساکین جمع ہیں۔ آپ ان کے لئے کچھ رقم لکھ کردیں تاکہ خزانہ دار سے رقم لے کر ان میں تقسیم کی جائے۔

یہ سن کر میرے باپ نے کہا کہ تم کاغذ قلم دوات لاؤ۔ میں ابھی لکھ کر دیتا ہوں۔ میں کاغذ قلم لینے کے لئے گھر میں گیا تو میں نے ایک کنیز کو ایک غلام کے ساتھ ناشائستہ فعل میں مصروف دیکھا۔ میں قلم دوات لے کر امیر کے پاس گیا لیکن میں نے کنیز اور خادم کے متعلق ایک لفظ تک ان کے سامنے نہ کہا۔

کنیز کو ڈر تھا کہ کہیں میں ان کی بدکاری کی خبر نہ کردوں لہذا اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر میرے باپ کے پاس شکایت کی کہ میں نے اس سے دست درازی کی کوشش کی ہے۔

میرے باپ کو کنیز کی بات کا یقین ہوگیا اور ایک خادم کے نام پر ایک رقعہ تحریر کیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ حامل رقعہ ہذا کو فوراً قتل کردو اور اس کا سر میرے پاس لاؤ۔ رقعہ کو لفافہ میں بند کیا اور وہ لفافہ مجھے دیا۔ میں لفافہ لے کر مذکورہ شخص کے پاس جارہا تھا کہ اتفاق سے مجھے وہی کنیز راستے میں ملی اور پوچھا کہاں جارہے ہو؟

میں نے بتایا امیر نے فلاں خادم کے نام رقعہ دیا ہے۔ میں رقعہ پہنچانے جارہا ہوں۔ اس نے کہا یہ خط مجھے دے دو۔ میں تم سے جلد خط پہنچادوں گی۔ میں نے خط اسے دیا اور اس نے وہ خط اپنے آشنا کو دیا۔ وہ آشنا بھی میری طرح سے خط کے مضمون سے ناواقف تھا۔ چنانچہ وہ خط لے کر تیزی سے اس خادم کے پاس گیا۔

خادم نے جیسے ہی رقعہ پڑھا تو اس نے بے دریغ اس کا سر قلم کردیا اور سر لے کر امیر کے پاس آگیا۔

امیر سر دیکھ کر حیران ہوا اور انہوں نے مجھے بلایا اور پورا واقعہ سننے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے انہیں تمام حالات سنائے تو انہوں نے حکم دیا کہ کنیز کو فی الفور حاضر کیا جائے۔ جب کنیز حاضر ہوئی تو انہوں نے حکم جاری کیا کہ اسکا سر قلم کردیا جائے۔ چنانچہ اس کنیز کو بھی جلاد نے قتل کردیا۔ اس طرح سے جھوٹا اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔

جھوٹ کی بھاری قیمت

صفوان ساربان روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن حسن کے دو فرزندوں میں محمد نفس زکیہ اور ابراہیم کی شہادت کے بعد ایک شخص منصور دوانقی کے پاس گیا۔ کہا آپ بنی فاطمہ سے مطمئن ہو کر نہ بیٹھیں کیونکہ جعفرؑ بن محمدؑ (امام صادقؑ) نے اپنے غلام معلّٰی بن خنیس کو حکم دیا ہے کہ وہ شیعوں کو جمع کرے اور زیادہ سے زیادہ ہتھیار اکٹھے کرے۔ اس طرح وہ آپ کے خلاف عنقریب مسلح خروج کرنے والے ہیں اور محمد بن عبداللہ بن حسنؑ اس کام میں ان کے شریک ہیں۔

یہ خبر سن کر منصور کو بہت غصہ آیا۔ اور اس نے اپنے چچا کو جو اس وقت والیِ مدینہ تھا، خط لکھا کہ جعفر بن محمدؑ کو میرے پاس روانہ کرو۔

والی مدینہ نے وہ خط امام صادق کے پاس بھیجا اور کہا کہ آپ کل تک یہاں سے روانہ ہو جائیں۔

صفوان کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ تم اونٹ تیار کرو ہمیں کل عراق جانا ہے۔

امام علیہ السلام سفر طے کرنے کے بعد منصور کے دربار میں پہنچے تو اس نے پہلے تو آپؑ کی خوب خاطر مدارات کی پھر آہستہ آہستہ شکوے ظاہر کرنے لگا اور کہا کہ آپنے اپنے غلام معلّٰی بن خنیس کو اسلحہ کی جمع آوری پر مامور کیا ہوا ہے اور آپؑ ہمارے خلاف خروج کرنا چاہتے ہیں۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی پناہ یہ مجھ پر جھوٹ و افتراء ہے۔ منصور نے کہا اگر یہ جھوٹ ہے تو آپؑ قسم کھائیں۔

آپؑ نے قسم کھائی۔ منصور نے کہا کہ آپ طلاق و عتاق کی قسم کھائیں (۱)

۱۔ (دور جاہلیت میں قسم اس طرح سے کھائی جاتی تھی کہ اگر یہ بات سچ ثابت ہوئی تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور میرے غلام آزاد ہو جائیں گے)

آپؑ نے فرمایا۔ منصور! عجیب بات ہے میں نے خدا کی قسم کھائی ہے لیکن تجھے اس پر یقین نہیں آیا اور اب زمانہ جاہلیت کی قسم اٹھوانا چاہتے ہو؟

منصور نے غصہ سے کہا آپؑ میرے سامنے اپنے علم کا اظہار کر رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا میں علم کا اظہار کیوں نہ کروں جب کہ اللہ نے ہمیں علم و حکمت کی کان بنایا ہے۔

منصور نے کہا میں ابھی آپؑ کے سامنے وہ شخص ظاہر کرتا ہوں جس نے مجھے تمہارے متعلق یہ اطلاع دی ہے۔ اطلاع دینے والا دربار میں پیش ہوا اور کہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم کھاؤ۔ اس نے فوراً قسم کھاتی ہوئے کہا۔ واللّٰہ الّذی لااله الّاھوالطالب الغالب الحیّ القیّوم اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو طالب ہے اور جو غالب اور حی و قیوم ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں میں تم سے اس طرح کی قسم قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ جو شخص اللہ کی صفات کمالیہ کے ساتھ قسم اٹھائے تو اللہ اس کی جلد گرفت نہیں کرتا۔ تم میرے بتائے ہوئے الفاظ کے ساتھ قسم کھاؤ اور کہو کہ میں اس وقت اللہ کی قدرت و سلطنت سے اپنے آپ کو اپنی قوت و طاقت کے حوالے کر کے کہتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔

الغرض اس بدبخت نے انہی الفاظ میں قسم کھائی۔ وہ اسی وقت گرا اور مر گیا۔ اور یوں جان دے کر اس نے جھوٹ کی بھاری قیمت چکائی۔

اس کا یہ انجام دیکھ کر منصور گھبرا گیا اور کہا میں آئندہ آپ کے متعلق کسی کی باتوں پر یقین نہیں کروں گا۔ (۱)

۱۔ منتہی الامال ج ۲ ص ۱۰۲

جھوٹے کا عذاب

ایک دن جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں کل رات سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا اٹھیں۔ میں اٹھا تو دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرے شخص کے ہاتھ میں لوہے کا ڈنڈا ہے، اور وہ ڈنڈا لئے بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں داخل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے شانوں کے درمیان سے وہی ڈنڈا نکالتا ہے۔ پھر دوبارہ اسی عمل کو دہراتا ہے۔ میں نے ساتھ کھڑے ہوئے شخص سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

اس نے مجھے بتایا کہ یہ جھوٹا شخص ہے اور اسے عذاب دیا جارہا ہے۔ قبر میں جھوٹے کو اسی طرح سے عذاب دیا جاتا ہے۔ (۱)

جھوٹا خوشامدی

تاریخ حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ جس زمانے میں سلطان حسین بایقرا نے خراسان وزابل میں حکومت قائم کی۔ اس وقت آذربائجان کے علاقے پر یعقوب مرزا کی حکومت تھی۔

ان دونوں بادشاہوں میں بڑی دوستی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو قیمتی تحائف بھیجا کرتے تھے۔

ایک دفعہ سلطان حسین بایقرا نے یعقوب مرزا کو خط لکھا اور خط کے ساتھ کچھ قیمتی تحائف بھی شامل کئے۔ اور اپنے ایک درباری کو بلایا جس کا نام امیر حسن ابیوردی تھا۔ اسے بلاکر خط اور تمام تحائف اس کے حوالے کئے اور کہا کہ تم اسے سلطانِ

۱۔ منتہی الامال ج ۱ ص ۲۳۸

آذربائیجان کے پاس لے جاؤ اور جاتے وقت کہا کہ تم ہمارے کتب خانہ جاؤ اور وہاں سے مولانا جامی کا مجموعہ کلام کلیات جامی بھی لے لو اور وہ کتاب بھی ہماری طرف سے امیر کو بطور ہدیہ پہنچاؤ۔

امیر حسین ابیوردی کتب خانہ گیا اور کتب خانہ کے مدیر کو سلطان کا حکم سنایا تو اس نے غلطی سے کلیات جامی کی بجائے ابن عربی کی فتوحات مکیہ اٹھا کر اسکے حوالے کر دی۔ دونوں کتابوں کا حجم ایک تھا۔ قاصد نے بھی کتاب کھولنے کی زحمت نہ کی۔

الغرض ایک طویل اور اکتا دینے والا سفر طے کر کے وہ سلطانِ آذربائیجان کے پاس پہنچا۔ سلطان نے قاصد کی بڑی عزت و تکریم کی اور اس سے سلطان بائیقرا کی خیریت دریافت کی پھر اس کی اولاد اور اس کے تمام مصاحبین کی فرداً فرداً خیریت دریافت کرتا رہا اور آخر میں اس نے قاصد سے خود اس کی خیریت دریافت کی۔ تو اس نے کہا۔ الحمد اللہ میں بالکل ہشاش بشاش ہوں۔

سلطان آذربائیجان نے کہا۔ سفر طویل ہے دو ماہ کا سفر ہے مجھے یقین ہے کہ تم ضرور تھکے ہوئے ہوگے۔

قاصد نے خوشامدی لہجہ میں کہا۔ جناب میں بالکل نہیں تھکا، کیونکہ جس منزل پر بھی مجھے تھکن کا احساس ہوتا تھا تو میں کلیات جامی کو اٹھا کر پڑھنے لگ جاتا تھا اور اس سے میری تمام تکان دور ہو جاتی تھی۔ سلطان بائیقرا نے آپ کے لئے کلیات جامی کا نسخہ روانہ کیا ہے اور میں بھی تمام راہ اسی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

یہ سن کر یعقوب مرزا بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا میں بھی ایک مدت سے یہ کتاب تلاش کر رہا تھا لیکن یہ کتاب مجھے نہیں مل سکی تھی اور اب سلطان بائیقرا کا احسان ہے کہ انہوں نے یہ کتاب مجھے روانہ کی ہے۔ آپ مجھے جلدی سے وہ کتاب لادیں۔

قاصد نے نوکر کو حکم دیا کہ سامان کی فلاں بوری میں وہ کتاب موجود ہے، لے آؤ۔

قاصد جب کتاب لے کر آیا تو سلطان یعقوب نے جیسے ہی کتاب کا سرورق الٹایا تو وہ کلیات جامی کی بجائے ابن عربی کی فتوحات مکیہ تھی۔

سلطان نے قاصد سے کہا تمہیں جھوٹ بولتے ہوئے حیا آنی چاہئے تھی یہ کلیات جامی نہیں بلکہ فتوحات مکیہ ہے۔

یہ دیکھ کر قاصد کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور انتہائی شرمندہ ہوا۔ اور اسی شرمندگی کی وجہ سے سلطان کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا اور جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے واپس چل دیا اور کہا کرتا تھا کہ کاش اس رسوائی سے پہلے میں مرگیا ہوتا تو بہتر تھا۔ (۱)

آیئے ایک سچے کو پہچانیں

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت صحابی کو والی شام معاویہ نے خلیفہ عثمان کے فرمان کے تحت شام سے مدینہ روانہ کیا۔

تیز اونٹ پر مسلسل سفر کرنے کی وجہ سے ان کی رانیں زخمی تھیں۔ ان میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔ زخمی حالت میں اپنے عصا پر ٹیک لگائے دربار عثمان میں پیش ہوئے۔ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ خلیفہ کے سامنے درہم و دینار کا بہت بڑا ڈھیر لگا ہوا ہے اور لوگ بھی اس نیت سے آن کھڑے ہوئے ہیں کہ شاید یہ دولت تقسیم ہو تو انہیں بھی کچھ حصہ مل جائے۔

جب ابوذرؓ کی نظر اس دولت پر پڑی تو خلیفہ سے پوچھا یہ کس کی دولت ہے؟

خلیفہ نے کہا اطراف کے گورنروں نے ایک لاکھ درہم روانہ کئے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ایک لاکھ درہم مزید آجائیں تو اسے مسلمانوں میں تقسیم کروں۔

۱۔ خزینۃ الجواہر چاپ سنگی تہران ص ۳۳۲

ابوذرؓ نے کہا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ ہیں یا چار درہم؟

خلیفہ نے کہا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ ہیں۔

ابوذر نے کہا۔ تمہیں اچھی طرح سے یاد ہوگا کہ ہم اکٹھے مل کر ایک رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے تھے آپؐ اس وقت بہت اداس تھے، آپؐ نے ہم سے کوئی خاص گفتگو نہ فرمائی اور جب ہم صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بڑے خوش تھے۔ ہم نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ! رات آپؐ اداس کیوں تھے؟

آپؐ نے فرمایا۔ رات میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے چار دینار بچ گئے تھے ان کی وجہ سے میں ساری رات بے چین رہا کہ کہیں ان کی تقسیم سے پہلے موت نہ آجائے اور اب میں نے وہ چار دینار تقسیم کر دیئے ہیں اسی لئے خوش ہوں۔

خلیفہ نے کعب الاحبار کی طرف دیکھا اور کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر خلیفہ کچھ مال تقسیم کرے اور کچھ مال اپنے پاس رکھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ ہے؟

کعب الاحبار نے کہا اگر خلیفہ ایک ایسا محل تعمیر کرائے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہو اور دوسری چاندی کی ہو تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ابوذر کو غصہ آیا اپنا عصا کعب الاحبار کے سر پر مار کر کہا یہودی عورت کے بیٹے! احکامِ اسلام سے تجھے کیا واسطہ؟ تو سچا ہے یا اللہ؟ اللہ کا واضح ترین فرمان ہے۔

الّذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنّم فتکویٰ بھاجباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا بماکنتم تکنزون

وہ لوگ جو سونا چاندی اکٹھی کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیں۔ جس دن اس سونا چاندی کو دوزخ کی آگ

میں گرم کیا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (انہیں کہا جائے گا) یہ وہی تو ہے جسے تم اپنے لئے جمع کرتے تھے تو اپنے جمع کردہ مال کا مزہ چکھو۔

خلیفہ نے ناراض ہو کر کہا۔ تو بوڑھا اور پاگل ہو چکا ہے۔ اگر مجھے تمہارے متعلق صُحبت رسول کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

ابوذرؓ نے کہا۔ تو جھوٹ کہتا ہے تو مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ مجھے پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا۔ ابوذرؓ! لوگ تجھے نہ تو دین سے نکال سکیں گے اور نہ ہی تجھے قتل کر سکیں گے۔

آج بھی مجھ میں اتنی عقل باقی ہے کہ میں تجھے وہ حدیث سنا سکتا ہوں جو رسولؐ خدا نے تمہارے متعلق فرمائی تھی۔

خلیفہ نے کہا۔ تو رسولؐ خدا نے کیا کہا تھا؟

ابوذرؓ نے کہا۔ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب ابوالعاص کے گھرانے کے افراد تیس ہو جائیں گے تو وہ مالِ خدا میں ناجائز تصرف کریں گے اور مال خدا کو اپنے ہاتھوں میں ہی گردش دیں گے۔ لوگوں کو اپنا غلام بنائیں گے اور ظالموں کو اپنا مددگار بنائیں گے اور مردانِ خدا اور صحابہ پیغمبر پر ظلم و ستم کریں گے۔

خلیفہ نے حدیث سن کر اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا کیا تم میں سے کسی نے بھی یہ حدیث سنی ہے؟

سب نے کہا۔ ہم نے یہ حدیث نہیں سنی۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کو بلایا گیا۔ اور ان سے کہا گیا دیکھیں ابوذرؓ نے رسول کریمؐ پر کتنا بڑا جھوٹ باندھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ابوذر کو جھوٹا نہ کہو کیونکہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا آپ نے فرمایا۔ ماأظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علی ذی الحجة اصدق من ابی ذرؓ۔

"آسمان نے کسی شخص پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی ایسے شخص کو اپنی پشت پر نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو"

وہ تمام مجمع جو چند منٹ پہلے ابوذرؓ کو جھٹلا چکا تھا۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔ کہ ہم نے پیغمبر اکرم کو ابوذرؓ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور علیؑ سچ کہہ رہے ہیں۔

ابوذرؓ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور کہا لوگو! تم پر افسوس تم نے مالِ دنیا کے لئے اپنی گردنوں کو دراز کیا ہوا ہے اور مجھے جھوٹا کہتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ میں اس بڑھاپے میں پیغمبر اسلام پر جھوٹ بولتا ہوں۔ پھر ابوذرؓ نے خلیفہ سے خطاب کر کے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ہم میں سے کون بہتر ہے؟

خلیفہ نے کہا تو تمہارا کیا خیال ہے کہ تم ہم سے بہتر ہو۔

ابوذر نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ وفات پیغمبرؐ سے لے کر آج تک میں نے ایک جبہ میں گزارا کیا ہے اور میں نے دینار کے بدلے اپنا دین فروخت نہیں کیا جبکہ تم نے دین میں کئی بدعتیں داخل کی ہیں اور دنیا کی محبت کی وجہ سے تم نے اپنا دین خراب کرلیا ہے۔ تم نے مال خداوندی میں ناجائز تصرفات کئے ہیں اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا اور مجھ سے کوئی حساب نہیں لے گا۔ (۱)

ابوذرؓ جھوٹی مصلحت کے بھی قائل نہ تھے

ایک مرتبہ کفار کا ایک گروہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ

۱۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۷۴

کر کے راہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس مذموم ارادہ سے اپنے حبیبؐ کو باخبر کردیا۔ تو حضرت ابوذرؓ نے ایک کپڑے میں آپؐ کو چھپا کر اپنی پشت پر اٹھا لیا۔ راستے میں گروہ کفار نے ابوذرؓ سے پوچھا تم نے پشت پر کیا اٹھایا ہوا ہے؟

انہوں نے کہا میں نے پشت پر محمدؐ کو اٹھایا ہوا ہے۔ کفار نے خیال کیا کہ ابوذرؓ ہم سے مذاق کر رہا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہمیں محمدؐ کا پتہ بتائے اسی لئے انہوں نے ابوذرؓ سے کوئی تعرض نہ کیا اور وہ رسولؐ خدا کو سلامت لے گئے۔ (۱)

خوشامد کمینگی کی علامت ہے

کریم خان زند ایک مشہور فرماں روا تھے۔ وہ روزانہ صبح سے چاشت تک دربار عام کیا کرتے تھے جس میں مظلوم اور ستم رسیدہ افراد سے ملاقات کرتے اور سائلین کی درخواستیں سنا کرتے تھے۔

ایک دن ایک مکار شخص ان کے دربار میں آیا اور آتے ہی بے ساختہ رونے لگا کہ کسی طور سے اس کا سیلابِ اشک تھمنے میں نہیں آتا تھا اور کثرتِ گریہ کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔

کریم خان نے کہا اس مظلوم کو فی الحال ہماری آرام گاہ میں بٹھاؤ اور جب اس کی طبیعت سنبھل جائے تو اسے ہمارے پاس پیش کرو۔

کچھ دیر بعد اس کی طبیعت بحال ہوئی تو اسے کریم خان کے پاس لایا گیا۔

بادشاہ نے پوچھا کہ آپ پر کس نے ظلم کیا ہے کہ آپ اتنا رو رہے تھے؟

اس نے کہا مجھ پر کسی نے کوئی ظلم نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں شکمِ مادر سے ہی نابینا پیدا ہوا تھا اور پوری زندگی اندھیروں میں بسر ہوئی۔

۱۔ اخلاق روحی

کل میں آپ کے والد مرحوم کے مزار پر گیا اور میں نے وہاں رو رو کر دعا مانگی یہاں تک کہ روتے ہوئے مجھے نیند آگئی۔ خواب میں ایک بزرگ شخصیت کی زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ میں کریم خان زند کا والد ابوالوکیل ہوں۔ میں نے تجھے شفا بخشی اور تجھے بینا کردیا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا دستِ شفقت میری آنکھوں پر پھیرا۔ پھر میں بیدار ہوگیا۔ جیسے ہی میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو بینا پایا اب میں آپ کے پاس کسی کے ظلم کی شکایت کرنے نہیں آیا بلکہ آپ کے والد مرحوم کے روحانی تصرف کا عرض کرنے آیا ہوں اور یہ جو آپ نے سیلاب اشک دیکھا یہ دراصل شکریہ کے آنسو تھے۔

آپ کے والد ماجد کے روحانی تصرف کی وجہ سے میں آج دیکھنے کے لائق ہوا تو آپ کے دربار میں چلا آیا تاکہ میں یہ عرض کرسکوں کہ یہ بندہ ہمیشہ آپ پر فدا رہے گا اور کسی قسم کی خدمت سے دریغ نہ کرے گا۔

یہ سن کر کریم خان نے حکم دیا کہ جلاد کو بلایا جائے۔ انہوں نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کی آنکھیں نکال لے۔ دربار میں موجود تمام لوگوں نے عفو و رحم کی درخواست کی۔ کریم خان نے لوگوں کے کہنے پر اس کی آنکھیں تو نہ نکلوائیں البتہ حکم دیا کہ اسے خوب پیٹا جائے۔

جب وہ پٹ رہا تھا تو کریم خان زند نے کہا یہ شخص جھوٹا اور مکار ہے اور اس کمینہ کے پاس خوشامد کا ہتھیار ہے۔ یہ بدبخت اسی ہتھیار سے مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میرا باپ جب تک زندہ رہا وہ چوریاں کیا کرتا تھا۔ اور جب میں اپنی ہمت سے اس مقام پر پہنچا تو کسی خوشامدی نے اس کا مقبرہ تعمیر کردیا۔ اور آج بہتر تو یہی ہوتا کہ میں اس کی آنکھیں نکال لیتا اور یہ میرے باپ کے مقبرہ سے آنکھیں دوبارہ حاصل کرتا۔ (۱)

ا۔ اخلاق روحی ص ۴۷

چند روایات

جاء رجل الی رسول اللّٰہؐ فقال یا رسول اللّٰہ ماعمل اھل النّار قال الکذب اذا اکذب العبد فجر واذا فجر کفر واذا کفر دخل النّار

ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یارسول اللہؐ! اہل دوزخ کا کردار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا۔ کیونکہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ حق سے دور ہو جاتا ہے اور جب کوئی حق سے دور ہوتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اور جب کافر ہوتا ہے تو دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔ (۱)

قال رجل لہؐ المؤمن یزنی قال قدیکون ذلک قال المؤمن یسرق قال قدیکون ذلک قال یارسول اللّٰہ المؤمن یکذب قال لا قال اللّٰہ انما یفتری الکذب الّذین لایؤمنون

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا مومن زنا کرتا ہے آپؐ نے فرمایا ایسا ہونا ممکن ہے۔ اس نے عرض کی تو کیا مومن چوری کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ایسا بھی ممکن ہے۔ اس نے عرض کی تو کیا مومن جھوٹ بولتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جھوٹ وہی بولتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ (۲)

قال امیر المؤمنینؑ لایجد عبد طعم الایمان حتّٰی یترک الکذب ھزلہ وجدہ وقال ایضا لا یصلح الکذب جدولا ھذل ولا ان یعد احدکم صبیتہ ثمّ لایغی لہ انّ الکذب یھدی الٰی الفجور والفجور یھدی الٰی النّار

۱۔ مستدرک الوسائل کتاب حج ص ۱۰۱

۲۔ مستدرک الوسائل کتاب حج ص ۱۰۰

امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ انسان اس وقت تک ایمان کا مزہ چکھ نہیں سکتا جب تک کہ وہ جھوٹ کو نہ چھوڑے۔ خواہ وہ ہنسی مذاق میں ہو یا جان بوجھ کر ہو۔ آپؑ نے فرمایا جھوٹ کسی طور بھی زیبا نہیں نہ جان بوجھ کر اور نہ ہنسی مذاق میں اور کبھی بھی اپنے بچوں سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہ کرنا۔ جھوٹ برائی کی راہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ کی راہ دکھاتی ہے۔ (۱)

فی وصیّۃ النبیؐ لعلیؑ قال یا علیؑ انّ اللہ یحب الکذب فی الصلاح وابفض الصدق فی الفساد الی ان قال یا علیؑ ثلاث یحسن فیھن الکذب المکیدۃ فی الحرب وعدتك لزوجتك، والا صلاح بین النّاس

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو جو وصیتیں فرمائیں۔ ان میں یہ بھی تھی کی اے علیؑ! اللہ اصلاح و آمیزش کے لئے اللہ جھوٹ کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سچ کو ناپسند کرتا ہے جو فساد کا موجب ہو۔ پھر فرمایا یا علیؑ! تین مواقع پر جھوٹ بولنا درست ہے۔

۱) جنگی چال کے لئے

۲) بیوی سے وعدہ کرنے میں

۳) لوگوں کی اصلاح کے لئے۔ (۲)

ان گزارشات پر جلد اول تمام ہوئی اور امید ہے کہ یہ حقیر ترین رسالہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرے گا اور اس حقیر کا شمار دین کے

۱۔ وسائل کتاب حج ص ۲۷۷

۲۔ وسائل کتاب حج ص ۲۹۷

خدمت گزاروں میں ہوگا اور یہ حقیر، عالمِ انسانیت کے رہبر کی توجہ کا حق دار قرار پائے گا۔